

188715

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_188715

UNIVERSAL
LIBRARY

TEXT FLY BOOK

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۲۲۵۹۷۱

Accession No. ۲۱۸۹

Author

ف - محمد

2189

Title

پیارے نبی کے پیارے حالات

This book should be returned on or before the date last marked below.

پیارے نبی کے پیارے حالات

checked 1978

حصہ اول

مرتبہ

مصنف مشہور مولانا مولوی محمد فیروز الدین صاحب فیروز
اسکوی مدریں اول فارسی ایم بی ڈی سکول سیالکوٹ
مولف خطبات فیروزی - سیرت النبی - تفسیر فیروزی
تاز کی حقیقت - ضرورت قرآن - اسرار التنزیل وغیرہ

حسب فرمایش

منشی کریم بخش صاحب منیجر سالہ انوار الاسلام سیالکوٹ

۱۳۱۸ھ

رجسٹری شدہ

مطبع مفید عام سیالکوٹ میں منشی کریم بخش کے اہتمام سے چھپا

دنیا میں پہلی طرز کا قرآن مجید

یہی حامل شریف مترجم و محاورہ جس کی نظیر مفت تعلیم میں نہیں جس میں ۱۳۰ غویاں مؤلفہ پائی جاتی ہیں اور قطعاً یہی نہایت عمدہ اور نادر
ہوئی ۱۵۰ پچیسویں ۲۰ پچیسویں جو حبیب میں لکائی آسکتی ہے۔ شائقین کا ہر چیز پر وقت اس قدر پاس کہہ سکتے ہیں (۳) ترجمہ
حامل شریف بالمقابل سفر کو کیا ہے ایک سفر پر اصلی متن اور دیکھ کر صفحہ پر ہر کا ترجمہ اور متن میں جو ہوش (۳۵) متن و ترجمہ
نہایت صفائی سے پڑھا جاتا ہے (۴) سفر پر فقرات کے نمبر لگے گئے ہیں تاکہ ترجمہ کرتے ہیں وقت (۵) ہر صفحہ کے آخر پر
آیت اور اس کا ترجمہ ختم ہوتا ہے جیسے ایک آیت کے لئے قرآن شریف کا وزن لکھا نہیں ہے نہ ہر غوی آیت کے کسی مترجم قرآن شریف میں
نہیں ہے (۶) عربی نحو و نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے ہر ہی خوش رقم و خوش علم حامل شریف سے رہے ترجمہ حبیب و محاورہ زبان
حال کے اردو کے موافق کو کیا ہے ترجمہ سبباً شائستہ اور لطیف ہر کو خواہ مخواہ پڑھنے کو دل چاہتا ہے اور تمام فقرات و جملہ کلمات
ترجمہ کے اندر مضبوط و اصلاحی میں لکھے ہیں جسے تفسیر کی تفسیر اور ترجمہ کا ترجمہ ہے اور ہر آیت کے ترجمہ میں آیت (۱) اور
مقدس حامل کے شروع میں پڑا ہے اور ہر نوکی قسمت دی گئی ہے جیسے محمد، سیدہ اور ہر نوکی کلمات کے میں (۹) فقرات
تمام قرآن شریف کے صفحہ میں کی ہر سہ جہاں جو غلطی اور تمام مسلمانوں کے لئے نہایت کامیاب و نادر و نادر و نادر و نادر
و غوی تمام جو کہ متعلق الہامی جاہر و لکھ دیتے ہیں وہ تمام انبیاء کا ذکر قرآن شریف میں جہاں ہر آیت کے لکھی ہوئی ہے
ایک جگہ سارے ہوائے لکھ دیتے ہیں۔ ابراہیم یا یوحنا وغیرہ کا لکھ دیتے ہیں اور جہاں قرآن شریف میں آیت کا قصہ
آیت ہے وہ سب مقامات ہم پر دیکھ لو (۱۱) کاغذ سفید و لقیں میں لکھی گئی ہے (۱۳) جلد سہوی نہایت خوبصورت
کڑی گئی ہے (۱۴) ہر فقرات شریف اور لایمحدہ الاطلس و ن کا لفظ لکھا گیا ہے۔ قیمت چار جلد مسدود
قیمت جلد معبہ بینی معبہ رچھ ڈاک بندہ خریدار۔

برائین احمدیہ چار جلد

یہ ایک بڑی ضخیم کتاب ہے جس کی قیمت پہلے ڈیڑھ پونے تھی اور پھر کبابی کی وجہ سے دس روپیہ تک ہو گئی۔ اور
اب کہیں ملتی ہی نہیں۔ اس کتاب میں حضرت رسول کریم ص کی نبوت پر بے شمار دلائل قاطع اور براہین ساطع لکھے گئے
ہیں جس کے ماننے کی کسی مخالف کو ہرگز نال نہیں ہو سکتا نہیں۔ اس میں آریہ بدھوں۔ عیسائی۔ سنا تو۔ دھرم
دھرم۔ نظام کلی۔ وغیرہ تمام مخالفانہ دلائل کا مفصل و دندان شکن جواب دیا گیا ہے اور دنیا کے تمام مذاہب
کے مقابل اسلام کو ایک چمکنا ہوا نور ثابت کیا ہے۔ غرض کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد محال ہے کہ کوئی شخص
اسلام کو خدا کی طرف سے ہونے میں تاہل کرے۔ یا جو دہشت بریس جرم اور فحاشی کے تہمت صرف نہیں
روپیہ رکھی گئی ہے۔

المشترک سا کریم بخش مالک و متهم مفید عام پریس سیالکوٹ

پارہ بی کے پیارے حالات

حمد

سب سے پہلے خدا کو حمد و ثنا
قدتیں اُس کی ہیں عیاں ہر سو
مہرِ ماہ اور سارے ارض و سما
کرتی رہتی ہے صنعتِ باری
گل و سبزہ جو لہلہاتے ہیں
حمد حق میں شگفتہ ہے ہر گل
ہیں ادب کھرے یہ ساکِ درخت
طائرانِ جنم ہیں نغمہ سرا
جب پھونکی ہے روحِ آدم میں
کہہ رہے ہیں ہر اک ذرہ
اُگتا ہے جو زمین سے پودا

جس نے سارا جہاں کیا پیدا
الذی لا الہ الا هو
اک نمونہ ہے اُسکی قدرت کا
بانعِ عالم کی کیا ہی ٹھکری
دستکاری تیری دکھاتے ہیں
گیت گانی ہے قمری و بیل
حمد میں محو ہو رہے یک نخت
کہ ہے سبحان ربی لا اعلیٰ
شورِ قالو ابلی ہے عالم میں
آشہد ان لا الہ الا اللہ
وحدہ لا شریک ہے گویا

کہتا ہے سب جہاں کہ اے مالک
کہتا ہے سب جہاں تیری تقدیس
تو حدود و قیود سے باہر

ما عرفناک حق معرفتک
اور زمین آسمان تیری تقدیس
اور گفت و شنود سے باہر

اے کہ قدوس ذات ہے تیری
شان تیری بیان سے بڑھکر
سب سے برتر جلال ہے تیرا
تو زمین آسمان کا ہے نور
منتشر جگ میں نور ہے تیرا
یہ ستارے جو جگمگاتے ہیں
تیرا حسن و جمال اے محبوب
لے گیا اُن کا دل تو آدہ
اے پیا ہے غیب پریت تری
کھاتے ہیں سکر تجھ کو مور چکور
خلق فحج جمال سب تیری
تو نے قمری کے من میں کیا کوکھ
گیت گاتی ہے تیرے ہر اک شے
سب جہاں میں ہے نعمۂ توحید
اشہد ان لا اله الا الله
ساری دنیا کو ہے تو ہی مطلق
ہے یہ فیروز بھی تیرا جوا

پاک شان صفات ہے تیری
بلکہ دہم و گمان سے بڑھکر
پھیلا ہر سو کمال ہے تیرا
دل عشاق کو ہے تجھ سے سرو
اور ہر سو ظہور ہے تیرا
جلوہ رخ تیرا دکھاتے ہیں
تیرے عشاق کو ہے کیا مرغوب
رہ گیا تو ہی اُن کے ہے دل
کرتے ہیں سب پیسے بھی پی پی
اے سخن واہ رے تیرے ہر کاش
رو نقہ جن ہے عجب تیری
کرتی ہے روز شور کو کو کا
پتا پتا زبان گویا ہے
سکر پڑھتے ہیں کلمہ توحید
ہے حمد میرا رسول اللہ
اے پیارے تو سب کا ہے محبوب
مرثا تیرے عشق میں گویا

درا آتا نہیں تیرے بن چین
پکڑے میرا ہاتھ اے جانی

روئے کُتا ہے اے سخنِ دلِ بزر
ایلیٰ ایلیٰ لما سبقتانی

مناجات

اے خداوندِ قادرِ قیوم
فضل کا ہے تیرے دواں دیا
چشمِ فیض ہے تر اجاری
تو نے بخشا ہے مجھ کو فیضِ وجود
کرتا ہے پردش میری ہر دم
نام تیرا ہے زندگی میری
ہوں اگر انبارِ تیرے احساں سے
ہے میرا بال بالِ شکر گزار
تیری رحمت کی بارشیں یکسر
تو نے مٹی سے کر دیا انساں
تو پر انوں سے بھی پیارا ہے
فضل تیرا جو ہو نہ شاملِ حال
تیری توفیق گر نہ ہو ساتھی
دور کرتا ہے تو ہی سب آفات
مجھ پہ گر کوئی خون طاری ہے
تیرے انعام کا نہیں ہے شمار

تیری رحمت کی ہر جگہ ہے دھوم
تیری رحمت نے رب کو گھیر لیا
تیرے احساں میں خلق پر بجاری
اور معدوم سے کیا موجود
تو ہی ہے رب و خالقِ عالم
کام میرا ہے بندگی تیری
تجھ پہ قرباں ہوں میں دلِ جاس
تیری نعمت کا ہے نہ حد و شمار
رات دن ہیں برس یہی ہم پر
ورنہ ہے خاک تیرے روبرو ہے جاں
تیرا ہی جگ پہ رحم سارا ہے
جینا اکدم بھی جاگ میں ہو نہ محال
کوئی ہم سے نہ ہو سکے نیکی
تو ہی دیتا ہے بیخ و غم سے نجات
میرا حافظِ جناب باری ہے
میرا کیا مُنہ ہے ہر کسکوں اظہار

لے اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا +

تو نے سب کچھ بنایا میرے لئے
 حکم میں میرے ذرہ ذرہ لگا
 بھگتا ہی رہا اطاعت سے
 تھا تو اشرف مگر بنا ارذل
 اڑ گئی ہائے میری سب قیر
 ہائے ! وہ میری آبرو نہ رہی
 بچہ کو ملتی نہیں ہے راہ کہیں
 سرنگوں اور ترمسار ہوں میں
 شرم سے سر اٹھا نہیں سکتا
 کوئی باقی نہیں دگر اُمید
 ہے فقط مجھ کو آسرا تیرا
 حال اپنا سناؤں میں کسکو
 تو ہے بابا پ سے بھی بڑھکے رحیم
 رحم سے کرمات میرے خطا
 مجھ سے کچھ بھی نہیں ہے بن آیا
 عاقل دل تجھ پہ ہے عیاں مولا
 کچھ بضاعت نہیں میرے پاس
 بخش فیروز کو عنایت سے
 بطفیل حبیب سید پاک

اور جھکو بنایا اپنے لئے
 کاش ! میں تیرے واسطے نہ بنا
 جی پڑایا سدا عبادت سے
 تھا تو اعلیٰ مگر ہوا اسفل
 کی اطاعت میں جب ہے تقصیر
 اشرفیت کی مجھ میں ہو نہ رہی
 اور تجھ بن کوئی پناہ نہیں
 رُوسیہ اور خاکسار ہوں میں
 اور تجھے منہ دکھا نہیں سکتا
 تیری رحمت پہ ہے مگر اُمید
 ہے نہیں کوئی دوسرا میرا
 حالت اپنی دکھاؤں میں کسکو
 فضل بندوں پہ تیرا سب عظیم
 ہوں بشر اور بشر ہے بھولا ہوا
 ہوں فقط ایک عاجزی لایا
 کچھ بھی تجھ سے نہیں بنایا مولا
 ہے جو لے دے کے ایک تیری
 کہ بچے گا وہ تیری رحمت سے
 فخر کونین صاحب نولاک

نعت

رحمتِ عالیں سے اسکا وجود

پاک احمد محمد و محمود

بحرِ پیغمبری کا دُرِ یتیم
 گلشنِ قدس کا گلِ رعنا
 ہے معطر اُسی سے سب گلزار
 کوئی حُسن و جمال میں ایسا
 ہے رسالت کا آفتابِ جمال
 گوہرِ کارِ علم و صبر و رضا
 جان اُس کی ندائے دلدار
 اُس کا خلقِ عظیم ہے قرآن
 مومنوں پر ہے وہ رُوف و رحیم
 ہے وہ ہر ایک وصف میں یکتا
 سارے نبیوں کے وہی سراج
 رتبہ قرب جو کہ اُس کو ملا
 خاتم الانبیاء ہے ذاتِ نبی
 ہے وہ ہر چند ابنِ اسماعیل
 گیت گاتے ہیں اُسکے سارِ نبی
 سید المرسلین دعاۃِ خلیل
 وہی موسیٰ کا ہے مثیلِ نبی
 وہی عیسیٰ نبی کا فارِ قلیط
 ہے وہ داؤد کا شجاع و فصیح
 ہے سلیمان کا وہی جانی

محرمِ رازِ حق رسولِ کریم
 معدنِ فیض کا دُرِ یکتا
 منتشر اُس جگہ میں ہیں انوار
 جہن دہر میں نہ پھول کھلا
 اور صداقت کا مانتابِ جمال
 نیرِ آسمانِ صدق و صفا
 ثانیِ نبینِ اذہما فی الخار
 ذات اُس کی خدا کہتے احسان
 کارِ رحمت ہے وہ نبی کریم
 ہے نہ کوئی بشرِ نظیر اُس کا
 آسمان اُس کا زینہ معراج
 قابِ قوسینِ کانِ اودانی
 سرِ لبِ دلِ مباحثاتِ نبی
 پر بلا شک ہے فخرِ اسرائیل
 سب میں دیتے بشارتیں اُسکی
 سارے نبیوں اُس کا تدبیرِ عیل
 شان میں سب سے جلیلِ نبی
 اُس کی عظمت کا ہے بڑا بیط
 بڑے کے یوسف سے گلشنِ لیح
 ہے سراسر محمدیمِ نبی

اُس کو جُتقوق نے کہا تقدس
 اُس کی شوکت سے آسمان منور
 نور سے بھر گیا جہاں سارا
 اشتیاء کا ہے برگزیدہ نبی
 ہے جہاں کا منجی اور شمع
 اُس کو حاصل شفاعت کبرے
 اُس کے آنے سے نور خالق کا
 ساری قوموں کا ہے حَمْدِ شَدیدی
 رونق افزا وہ جب ہوا جگ میں
 بل گئے آسمان زمین سارے
 وہ بہادر کی طع پر آیا
 آیا اکبار کی بتوں پہ زوال
 دشت کا ہے پکارنے والا
 گونج اٹھا سب اس دشت و جبل
 اُسکی پہونچی جہاں تلک آواز
 ہوئے وحشی سے آدمی سارے
 ہوا دنیا میں پہلو اں ایسا
 سب جہاں اُسکے نور سے معمور

کوہِ فاراں سے آگیا قدوس
 اُس کی تعریف سے زمین معمور
 ہوا جلوہ وہ نور احمد کا
 ساری دنیا کا ہے ستودہ نبی
 سب رسولوں اُس کا قدر رفیع
 اُس کو حاصل مدارجِ اعلیٰ
 دشتِ فاراں میں ہوا جلوہ
 اللہ اللہ وہ شوکتِ نبوی
 غلغلہ اُسکا پڑ گیا جگ میں
 بحر و بر چاند سوچ اور تارے
 منکروں پر بڑا غضب لایا
 آشکارا ہوا خدا کا جلال
 جس نے ایسا عرب میں غفلت کیا
 رحمتِ حق کا آگیا ہادل
 ہو گئی خلقِ حق کی محرم راز
 آدمی سے۔ خدا کے وہ پیارے
 ساری دنیا پہ کامیاب ہوا
 سب سے بڑھکر منظر و منصور

۱۰۰ جقوق ۳ باب ۳۰ کے جقوق ۳۰ باب ۳۰ کے یعیاء ۲۲ باب ۱۰ کے یعیاء ۵۲ باب ۱۳۔

۱۰۰ یعیاء ۵۲ باب ۱۳ کے استثناء ۲۲ باب ۲ کے جقوق ۲۲ باب ۶۔ ۷ کے یعیاء ۲۰

موجبِ فخرِ کفش برداری
حقِ نمازات اُس کی تھی واللہ
جس کی کرتا ہے خود خدا تعریف
دوسرا ہے نہیں کوئی دیکھا
آل و اصحاب پر ہوا اس کے سلام

تھی یوٹنا کو پاک احمد کی
واہ واہ شانِ احمدی اللہ
اُسکی فیروزت ہو کیا توین
قصہ مختصر کہ بعد خدا
صلواتِ خدا ہو اُس پہ درام

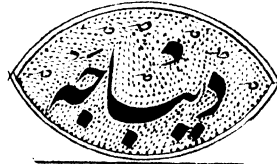
قرآن شریف کی تعریف

چشمہ راز نامے حقانی
جلوہ گر اس شانِ حق لاریب
شمعِ روشنِ براہِ عقبہ میں
بے نجل اُسکے نور سے جہتاب
ماند ہے اُسکے آگے ہر فلک
اُس کی ہر سطر کہکشاں گویا
ہے نزاکت میں اک گلِ گلشن
اُس کے معنوں میں حق ہے جلو
صفحہ صفحہ ظہورِ قدرتِ حق
چرخِ رنعت پہ ہے وہ ہر منیر
ہے وہ خوشبود میں نافیہِ عرفاں
بقیہ نور اُس کے ہیں اشجار
اور روشن چراغ سب اُس سے

اللہ اللہ! کلامِ ربّانی
ہے کلامِ خدا سے عالمِ غیب
ہے مبارک کتابِ دنیا میں
ہے وہ اک آفتابِ عالمِ تاب
اُس ہر ایک لفظ میں وہ چمک
ہے ہر اک حرفِ چاند سا اُس کا
اُس کا ہر نقطہ اخترِ روشن
اُس کے الفاظ ہیں درِ یکتا
ہر ورق اُس کا ہے طلا کا ورق
اُس کی ممکن نہیں جہاں میں نظیر
باغِ جنت بڑھ کے ہے قرآن
کھل ہے اُس میں ہیں گل و گلزار
ہیں معطر و مانع سب اُس سے

سارا عالم ہے اُس سے نورانی
 ہے خدا کا کلام یہ کمال
 اِس سے ظاہر ہوا خدا کا جلال
 روح انسان کا مربی ہے
 انگ ہیں اِس کے آگے سب عقلاً
 طفلِ مکتب فلاسفر سارے
 اِس کا دعویٰ ہر اک دلیل کے ساتھ
 ہے جو اِس کے بیان میں تکمیل
 بے سُر اِس کے آگے وید کا غل
 زند کا ہے گھنڈ سب باطل
 جو کلام خدا کو ہے رفعت
 واہ وہ عظمتِ کلام خدا
 چمچ ہی سب جہاں میں اُنکی ہے دھوم
 منتشر اُس کی جگ میں خوشبو
 ہے فصاحت کا سرسبز شہرہ
 جب سے یہ نور جگ میں ہے چمکا
 سب جہاں اُس کے آگے گنگ زباں
 یہ حقایق کا اک سمند ہے
 ہے معارف کا بحر بے پایاں
 ہے خدا کا نہ جس طرح ہمتا
 اُس کی فیض کیا کرے تعریف

منتشر جگ میں فیض یزدانی
 اِس میں ساری صدائیں شامل
 جلوہ گر اِس سے ہیں مقارِ کمال
 کیا ہی شانِ کلامِ ربی ہے
 کم زباں اِس کے آگے سب حکما
 ہے یہ نور شید اور وہ تارے
 اور اک شوکتِ جلیل کے ساتھ
 کیا ہے تو ریت اور کیا انجیل
 وید ہے بید ہے شمر با نکل
 ژند و اُستا ہیں سرسبز غاٹل
 کیا کلامِ بشر کو ہو نسبت
 پست ہیں اُس کے آگے ارضی کا
 لیتے ہیں سب کلامِ پاک کو چوم
 فیض کا بکھر ہے رواں برسو
 اور ملاححت کا گھر بکھر چرپا
 ماند ہے سب فصاحتِ فصحا
 متحیر ہیں جن اور النساء
 ہر صداقتِ بل کے اندر ہے
 اور وقایق کا گوہر رخشاں
 ہے نہیں ہمسیرِ کلامِ خدا
 سرسبز ہے وہ لائقِ توصیف



الحمد لله وكفى - وسلام على عباده الذين اصطفى

حمد و نعت کے بعد گزارش ہے کہ اس سے پیشتر خاکسار نے سیرت النبی
تالیف کی جس کی پہلی جلد ۵۵ صفحہ پر چھپ چکی ہے۔ چونکہ وہ کتاب بہت فنیعہ
یعنی کئی ہزار صفحہ ہوگی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح
عمری اور اسلام کی صداقت کا مفصل حال لکھا جائے گا۔ اس لئے میرے
دل میں آیا کہ زندگی متعارف کا کچھ پتا نہیں بہتر ہے کہ سیرت آنحضرت صلعم
کی پاک زندگی کے حالات اور مقدس واقعات مختصر طور پر لکھ دوں تاکہ ساری
دنیا کو معلوم ہو جائے کہ آنحضرت ص کی مقدس زندگی کا مقصد کیا تھا؟ اور یہ کہ
حضور مرعلیہ السلام کی سیرت ہی آپ کی صداقت کا اعلیٰ ثبوت ہے۔
میں نے کوشش کی ہے کہ آنحضرت صلعم کے مبارک حالات نہایت صحت
کے ساتھ لکھے جائیں۔ میری غرض ان حالات کے لکھنے سے
ایک اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ اکثر لوگ جو قرآن شریف کا ترجمہ کسی اُستاد
سے پڑھنے لگتے ہیں یا آپ مطالعہ کرتے ہیں۔ بوجہ آنحضرت ص کے حال مقدس
کے نہ جاننے کے وہ سمجھ نہیں سکتے کہ یہ واقعہ آپ کی زندگی کے کس حصہ سے
متعلق ہے۔ اور مکہ میں گزرا یا مدینہ میں۔ اور کس حالت میں۔ اور ان واقعات کا
شان نزول کیا ہے؟ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے اختصار کے ساتھ ایک نہایت
ہی عمدہ اسلوب سے رسول خدا ص کے خاص خاص واقعات کا ذکر کیا ہے اور

صوت اس غرض سے اور اُسی مد تک جس کا تعلق ثبوت نبوت یا احکام شریعت یا کسی اور صداقت سے ہے۔ اس وجہ سے کہ قرآن شریف کا اجمالی واقعہ نہایت عمدہ طور پر اور تفصیل کے ساتھ سمجھ میں آجائے۔ ضرور تھا کہ کوئی سیرت نبوی اس قسم کی ہوتی۔ جس کا مطالعہ قرآن شریف کے ترجمہ پڑھنے سے پیشتر کیا جاتا۔ تاکہ قرآن شریف کے سمجھنے اور موقعہ نزول کے معلوم کرنے میں سہولت ہوتی اور وہ حالات اجمالی حالت میں نہ رہتے۔ میں نے اسی غرض اور اسی مطلب کے لئے یہ مختصر سیرت نبوی تیار کی ہے۔ اور چونکہ اس میں اُس دُنیا کے نجات دینے والے اور پیارے شفیع کی پیارے حالات ہیں۔ اس لئے فاکسار نے اس کا نام بھی پیارے نبی کے پیارے حالات

لکھا۔ یہ کتاب کئی حصوں پر منقسم ہے تفصیل مضامین تو فہرست دیکھئے۔ معلوم ہو سکتی ہے۔ گرجا مانا یہ کہ پہلے حصے میں مقدس نبیوں کے حالات ہیں۔ دوسرے حصہ میں حضور علیہ السلام کے حالات و برکات ہیں۔ تیسرے حصہ میں حضور کے افتاق و عادات۔ چوتھے میں توریت و انجیل کی بشارات۔ پانچویں میں معجزات اور آیاتِ مبینات۔ چھٹے میں حضور کی مختصر تعلیمات۔ ساتویں میں حضور کی پاک زندگی کے مقاصد۔

میرے خیال میں طالبِ حق کے لئے ایک دفعہ اس کتاب کا مطالعہ کر لینا کافی ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ پھر اُس کو آنحضرت کے مامورِ من اللہ اور مؤیدِ من اللہ اور مجانبِ اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں رہے گا۔ خواہ وہ حضور کے حالات و برکات پر غور کرے۔ خواہ اخلاقِ عادات پر۔ خواہ بائبل کی بشارات پر۔ خواہ معجزات و تحلیلات پر۔ کسی پہلو سے اُسے مطلق شک و شبہ نہیں رہے گا۔ کہ آنحضرت صاوق اور مصدوق۔ افضل البشر۔ سید المرسلین

رحمت عالمین اور خاتم النبیین میں علیہ افضل الصلوٰۃ والتخیات
من رب العالمین ۛ

اس کتاب میں لمبی چوڑی عبارت آزمائی نہیں کی گئی بلکہ باوجود اس صاف طور
پر حضور علیہ السلام کے واقعات وغیرہ پر ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ حضرت م کو عرب
جیسے جاہل تمدن جو اور اکھڑناک میں جس طرح پر اسلام پھیلنا پڑا۔ اور اشاعتِ اسلام
میں جو دقتیں اور تکالیف غلیظہ حضور کو برداشت کرنی پڑیں اور ان تکالیف کے
مقابلہ میں حضور کا فوق العادہ استقلال۔ شجہ صدر۔ انبیاء علیہم السلام پر تمام
مخلوقات سے بڑھ کر مصائب واقعہ ہونے کی فلاسفی۔ غیر قوموں کی آسخت م
کی مقدس اور بے لوث زندگی کی نسبت شہادتیں۔ جمہاد کی اصلیت۔ جہاد
کے اسباب۔ اسکی فلاسفی۔ سب کچھ واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اہل کتاب
کے ساتھ محاورات کی وجہ۔ ان کی عہد شکنیاں اور شرارتیں۔ یہود و نصاریٰ
کے ساتھ حضور علیہ السلام کا مباہلہ۔ دونو قوموں کا مباہلہ سے گریز۔ عیسائیوں کے
ساتھ سخت م کا مباہلہ مفصل بیان کیا گیا۔ آں حضرت صلعم کے واقعات کے
متعلق بائبل کی خاص خاص بشارات اپنے اپنے محل پر چسپاں کی گئی ہیں۔
اور ایک عجیب لطف بخششی ہیں۔ خلفاء اربعہ کے فتوحات۔ مختصر حالات۔
قرآن شریف کی بشارت کے مطابق استخلاف فی الارض۔ حضرت بنی خرازمی
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات و نشانات و خوارق عادات اور پیشین گوئیاں
وہ درج کی گئی ہیں۔ جن کی صداقت پر تمام دنیا گواہی دے اٹھے۔ حضور م کی
بشارات وہ تحریر کی گئی ہیں۔ جو آنحضرت م پر ہر تکلف صادق آتی ہیں
اور مین کا ایمان بڑھاتی۔ اور منکروں کو راہ ہدایت دکھاتی ہیں۔ عیسائیوں اور
مسلمانوں کا بعض بشارات کے متعلق جو جھگڑا ہے اسہ بھی فیصلہ ہو گیا ہے اور

صاف طور پر ثابت کر دیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم م کی دُعا۔ حضرت موسیٰ م کے
مثیل۔ حضرت داؤد م کے بہادر پہلوان۔ حضرت یسعیاہ کے برگزیدہ (مصطفیٰ)
اور ستودہ (محمّد محمود) حضرت سلیمان م کے محمدیم۔ حضرت جبقوق کے قدوس
حضرت توحی کے حمد (احمد) حضرت یوحنا کے وہ مشہور و معروف بنی (آخر الزمان)
حضرت عیسیٰ کے فار قلیط مرت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں وہیں +

واقعات نبوی کے بعد جو حضور کے اخلاق و عادات بیان کئے گئے ہیں۔ اس
میں حضور م کے عقل کمال۔ حسن و جمال۔ فصاحت و بلاغت۔ سخاوت و شجاعت
علم و غفو۔ رحم و تحمل۔ سادہ اور بے تکلف زندگی۔ وغیرہ کی علی نظائر بیان کی گئی
ہیں۔ اور ظاہر کر دیا گیا ہے کہ انجیلی مسیح کی طرح آپ کے اخلاق حسنہ صرف
باتیں ہی باتیں نہ تھیں۔ بلکہ علی طور پر آپ میں وہ سب اخلاق موجود تھے۔ اور
آپ ہر طرح پر متمم مکام اخلاق اور تمام انبیاء کے اوصاف و محاسن کے جامع
تھے اور مظہر صفات کاملہ الہی بلکہ آئینہ حق نما تھے +

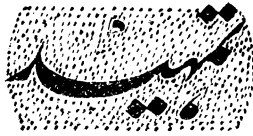
آخر میں جو آپ م کی مقدس زندگی کے مقاصد بیان کئے گئے ہیں ان میں
گہری فلاسفی بھری ہے۔ اور اس سے الہیات کے بہت سے اصول حل ہو جاتے
ہیں اور ان مقاصد پر غور کرنے سے آنحضرت م کی نبوت کی صداقت اس طرح
چمک رہی ہے جس طرح دوپہر کے وقت آفتاب نصف النہار۔ آنحضرت م
کا دنیا میں عملی توحید قائم کرنا۔ ۲۔ اخلاق حسینہ کی تکمیل حق کی ظاہری باطنی
افتخ اور بطلان کی ہلاکت۔ احکام الہی میں سطوت و جبروت۔ عجبے کی سزا و جزا
اور قیامت کا آنحضرت م کے واقعات عمری سے قطعی ثبوت۔ حضور کی زندگی
ہی سے آپ کی نبوت کا زبردست ثبوت (آفتاب آمد دلیل آفتاب) کے موافق

سب کچھ بین طور پر بیان کیا گیا ہے *

انبیاء علیہم السلام کے حالات جو بیان کئے گئے ہیں صرف اسی قدر اور اسی حیثیت سے جنکا تعلق ثبوت نبوت یا کسی اور صداقت سے ہے۔ ان انبیاء کے حالات کو جو کفار مکہ کی ہلاکت سے پیشتر نازل ہوئے۔ غور کے ساتھ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح متواتر ان انبیاء کے حالات کے ضمن میں کفار مکہ کی ہلاکت کی پیشین گوئیاں کرتا ہے اور کس طرح آنحضرتؐ کو اپنے محبوب حقیقی کی طرف سے برابر فتح و نصرت کی خوشبو چلی آرہی ہے اور پھر یہ سب پیشین گوئیاں کس طرح پوری ہوئیں۔ اور آنحضرتؐ کو کیسی اعلیٰ درجہ کی کامیابی اور نصرت نصیب ہوئی۔ کہ آپ دنیا سے نہیں اُٹھے۔ رحلت نہیں فرمائی۔ تا وقتے کہ آپ نے وہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ نہیں لیا۔ اور ظاہری باطنی طور پر آپ کو ہر طرح کامیابی حاصل نہیں ہو چکی اور عدالت اور صداقت کو آپؐ نے دنیا میں قائم نہیں کر لیا۔ جس کی آج تک کسی شخص کی زندگی میں نظیر نظر نہیں آتی *

میں اُمید کرتا ہوں کہ اس کتاب کے پڑھنے سے طالبِ حق کو بہت کچھ بصیرت ہوگی۔ اور اس میں کچھ میرا فخر نہیں ہے بلکہ جس شخص کے حالات ہیں وہ خود ہی ساری دنیا کے لئے موجب فخر ہے اور اس لئے اگر اسکے واقعات زندگی کا بیان بھی کسی مصنف کے لئے موجب فخر ہو۔ تو جائے تعجب نہیں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ ہر ایک موافق و مخالف پیارے نبی کے پیارے حالات کو نہایت ہی غور سے پڑھ کر ضرور ایک نتیجہ قائم کریگا اور یہ کتاب ہر ایک مسلمان اور طالبِ حق کے ہاتھ میں ضرور ہوگی۔ والسلام علی من اتبع الهدی *

محمد فیروز الدین فیروز زبدی اول فارسی ایم بی ہائی سکول سیالکوٹ



دنیا میں جس قدر مصلحین۔ جس قدر فاتحین۔ جس قدر انبیاء و مرسل گزر چکے ہیں کسی شخص نے اپنے مقاصد میں وہ کامیابی اور ظفر۔ وہ فتح و نصرت۔ وہ ناموری اور شہرت حاصل نہیں کی جو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔ تمام دنیا آپ کی فوق العادہ کامیابی۔ خارق عادت نصرت کو دیکھ کر حیرت میں مبتلا اور گویا ایک خواب کا سا نظارہ سمجھتی ہے۔ مسلمان تو آپ کی اس فتح و نصرت کو منجانب اللہ اور ایک معجزہ عظیمہ سمجھتے ہیں۔ چونکہ آپ سید المرسلین اور خاتم النبیین تھے۔ ضرور تھا کہ آپ کی ریفارمیشن آپ کی فتح و نصرت تمام رسولوں تمام نبیوں اور تمام مجددین و مصلحین و فاتحین سے بڑھ کر ہوتی۔ لیکن جو لوگ مسلمان نہیں ہیں۔ وہ بھی جب آپ کی اصلاح قومی و فتح ملکی اور خارق عادت ترقی کی طرف نگاہ ڈالتے ہیں۔ تو کمال حیرت میں آتے ہیں۔ اختیار پکار اٹھتے ہیں۔ کہ واقعی آپ کی اصلاح۔ آپ کی کامیابی کی نظیر کسی فاتح اور کسی مصلح کی زندگی میں ہرگز ہرگز نہیں مل سکتی۔ جتنے کہ مسٹر کارلائل مشہور و معروف فلاسفر نے بھی باوجود یورپین و عیسائی ہونے کے اپنی کتاب ”ہیروز ایڈمیرور ورشپ“ میں تمام مصلحین اور مجددین و رسل میں سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتخاب کر کے اپنی کتاب کو زینت بخشی ہے۔ تم کسی غیر مسلم موعظ کی تاریخ پڑھو کسی یورپین مصنف کی سیرت النبی پر نظر ڈالو۔ اس نے آنحضرت کی حالات و زندگی پر غور کر کے ضرور آپ کی فوق العادہ کامیابی پر حیرت ظاہر کی ہوگی۔

اور اُس کا دل ایک فخر آمیز تعجب بھر گیا ہوگا۔ اور بے اختیار پکار اُٹھا ہوگا کہ نبی عربی ص کی دینی و دنیاوی ترقی کی کہیں نظیر مل نہیں سکتی۔ اور اسی بے نظیری کی وجہ سے مسلمان لوگ آنحضرت ص کے حالات زندگی کو خارق عادت اور معجزہ قرار دیتے ہیں ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی ہر ایک انسان کو کیوں نہ حیثیت میں ڈالیں اور کیوں نہ بے نظیر اور خارق عادت سمجھے جاویں۔ کیا تعجب کی بات نہیں کہ ایک یتیم بچہ جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہی تھا کہ اُس کا باپ دنیا سے ناپائدار سے انتقال کر گیا۔ اور بچہ وہ سایہ عاطفت پدری سے محروم رہا۔ کچھ عرصہ بعد اُس کی ماں بھی رحلت کر گئی۔ اور کنارِ شفقت مادری سے بھی محروم ہو گیا۔ اُس کا دادا پردریش کا متکفل ہوا۔ وہ بھی فوت ہو گیا۔ اس کے بعد اُس کا چچا حامی بنا وہ بھی قوم کی مخالفت کو کچھ بہت کم نہ کر سکا۔ اور ہمز کار سخت مصیبت اور پرے درجہ کی خستہ حالت اور ناکامیوں کے بلاغینر طوفان میں چھوڑ کر وہ بھی رحلت کر گیا۔ حضرت خدیجہ رض جو آپ ص کی مولنس اور تنہائی کی غمگسار تھیں وہ بھی ایک مصیبت کے عالم میں قبر میں جا سوئی۔ اور کوئی ظاہری وسیلہ باقی نہ رہا۔ یہ یتیم بچہ ایسی کس مہرس اور بے کسی کی حالت میں پردریش پاکر جوان ہوا۔ اور تعجب کی بات ہے کہ اُس نے کسی کتب میں ایک حرف تک نہیں پڑھا۔ نہ کبھی لکھنا سیکھا۔ نہ اُس کے پاس کچھ مال و زر ہے۔ نہ کوئی فوج نہ لشکر ہے جس کے بھروسے پر وہ کوئی کارروائی کر کے سرسبزی کی اُمید رکھ سکے۔ غرض کہ دنیا داروں کی نظر سے نومید اور دنیائے اُسے چھوڑا ہوا ہے۔ مگر ایک اللہ اُس کا حامی اور یاور حقیقی نے اُس کے ہاتھ کو پکڑا ہوا ہے۔ ۴۴ برس کی عمر میں وہ دعویٰ کرتا

ہے۔ کہ خدا نے مجھے اپنی رسالت کے لئے برگزیدہ کیا ہے۔ اور میں اپنی قوم کی اصلاح کے لئے آیا ہوں۔ اور ایک نجات دینے والا پیدا ہوں۔ جو میری بات ماننے گا وہ دینی و دنیاوی انعام کا سزاوار ہوگا مگر جو شخص میرے احکام سے جو خدائی احکام ہیں انحراف کرے گا وہ غضب الہی کا مورد اور عذاب شدید کا مستحق ہوگا۔ اس دنیا میں بھی تباہ اور ذلیل اور اُس جہان میں بھی مرسوا اور مستوجب عذاب الیم ہوگا۔

خدا کا یہ پیغام اُس نے اپنی قوم کو پہنچایا ہے۔ اُس کی قوم نے جو نہایت درجہ کی جاہل۔ اُمّی اور اکھر قوم ہے۔ نہ صرف اُس کے پیغام کو رد کیا ہے۔ بلکہ ہنسی۔ ٹھٹھہ۔ طعن و ملامت اور دلخراشیوں سے اُس کو تنگ کرنا شروع کر دیا ہے۔ اور حتیٰ اینکہ ۱۳ برس کی ایک لمبی مدت تک اُس کو اور اُس کے چند متبعین کو سخت درجہ کا تباہ حال اور خستہ اور ٹدھال کیا ہے اُن کی بد لگام زبانیں کوئی طعن و تشنیع اور عیب و ملامت کا لفظ باقی نہیں چھوڑتیں جو انہوں نے اُس منجی قوم کے حق میں کہہ نہ لیا ہو۔ شاعر۔ ساجد۔ کاہن۔ کاذب۔ مفتری۔ جعل ساز۔ تمام الفاظ اُس کے حق میں کہے گئے۔ دلخراش طعنوں سے اُس کو نہایت تنگ کیا گیا۔ کوئی دُکھ کوئی تکلیف۔ اور کوئی ایذا انہیں جو اُس کو پہنچائی نہیں گئی۔ تین برس تک اُس کو شعب ابی طالب میں محصور رہنا پڑا۔ کئی دفعہ اُس کو اور اُس کے متبعین کو اپنی خوشخوار قوم کے ہاتھ سے وطن چھوڑنا پڑا اور ان تکالیف کی حد یہ کہ آخر کار اس مظلوم شخص کو سخت مظالم اور جوہر جفا کا نشانہ بنانے کے بعد قتل کر کے ایک لخت اُس کی بنا ہی کو دنیا سے اُکھیرنے پر تیار ہو گئے

ہیں۔ اور قریب ہے کہ ایک رات کو سب مل کر قتل کر ڈالیں۔ ایسی حالت میں کوئی دنیا کا پولیٹیکل آدمی ہرگز ہرگز خیال نہیں کر سکتا۔ کہ یہ شخص کبھی اپنے مقاصد میں کامیاب یا قوم کا منجی اور ملک کا فاتح ہو سکے گا۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد ہم کیا دیکھتے ہیں۔ کہ وہی مظلوم پیغمبر اس ظالم اور تباہ کار قوم کے ہاتھ سے نجات پا کر ایک خارق عادت ترقی کرتا اور دنیا کا ایک عظیم الشان مصلح اور بادشاہ بن جاتا۔ جس کی ترقی اور عروج کی نظر دنیا میں ہرگز ہرگز نہیں پائی جاتی *

وہی تمام قومیں جو ابتدائیں اس کو ایسا ذلیل اور کس پر س سمجھتیں اور نہایت درجہ کی ایذا اور تکالیف دیتی رہیں۔ اور کوئی دقیقہ طعن و تشنیع اور ایذا و تکلیف کا باقی نہ چھوڑتیں۔ اب مدینہ کی چند سالہ زندگی کے بعد سب کی سب پاؤں میں گرتیں اور اپنے قصوروں کا اعتراف کر کے اسکو سچا منجی اور ملک کا حقیقی فاتح اور بے نظیر مجدد و مصلح یقین کرتی ہیں۔ جو قوم اُس کے مقابل میں آتی ہے فنا ہو جاتی ہے۔ جو فرقہ اُس سے ٹکراتا ہے چور چور ہو جاتا ہے۔ اور وہی پتھر جس کو راہگیوں نے ناپسند کیا۔ ایک ایسا عظیم الشان پتھر بن جاتا ہے کہ جو اُس سے ٹکراتا ہے آپ فنا ہو جاتا ہے۔ اور جس پر وہ جا کر گرتا ہے اُسے چکنا چور کر دیتا ہے *

۱۱۱! یہ عجیب بات نہیں ہے۔ کہ ایک یتیم لڑکا جس کا بچپن مادر کی کلاں اور پدری عاطفت سے محرومی کی حالت میں گذرا۔ ایک حرف لکھ نہ نہ نہیں سکتا۔ کسی استاد کے پاس ایک منٹ تک نہیں بیٹھا۔ ایک وقت ہے کہ وہ کوہِ حرا پر عالم تہائی میں خدا کی عبادت میں مصروف ہے۔ اور درویشان گوشہ نشین کی طرح گیان دھیان میں مشغول ہے۔ اس کے بعد

قومی اصلاح کا بیڑا اٹھاتا ہے اور قوم کو پیغام حق پہنچاتا ہے۔ قوم بجائے اس کے کہ ایسے معلم حقانی اور مصلح ربانی اور حقیقی منجی کا شکریہ ادا کرتی سخت طعن و تشنیع سے پیش آتی ہے۔ اور اُسے سخت سے سخت ایذا میں پہنچاتی ہے۔ یہاں تک کہ اُس نے کو ان مصائب اور تکالیف کے طوفان بلاخیز میں یہ کہنا پڑا کہ مآؤدی نبی قط مثلی۔ میری طرح کسی نبی کو کبھی ایذا میں نہیں پہنچیں۔ ایک وقت وہ شعب ابی طالب میں محصور اور برادری سے خارج کر دیا گیا ہے۔ ایک وقت اُس کے قید کرنے یا جلا وطنی یا قتل کی تجاویز ہو رہی ہیں جس سے وہ آگاہ ہو کر اپنے شہر سے نکلنے پر مجبور ہوتا اور غادئہ میں نہایت ہی مصیبت اور دردناک حالت میں چھپ جاتا اور آخر کار نہایت ہی تشویش اور اضطراب اور بے کسی کی حالت میں وہ غار ثور سے نکل کر ایک غیر ملک میں پناہ گزین ہوتا ہے۔ اُس کی قوم اُس پر بھی اُس کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ بلکہ جنگ و جدل سے پیش آتی ہے۔ اور اُس کی تمدنی آبادی میں سخت مزاحم اور رخنہ انداز ہوتی ہے۔ جس سے چار و ناچار اُس کو بھی شمشیرِ تھ میں پکڑنی۔ اور تلوار کا مقابلہ تلوار سے کرنا پڑتا ہے۔ فیصلہ یہ ہوتا ہے کہ اُسکی قوم سب کی سب تباہ اور رخنہ ذلیل اور رسوا ہو کر طوعاً و کرہاً اُس کے آگے اُجھکتی ہے۔ اور وہ مصلح ربانی لا تشریب علیکم آج تم کو کوئی سرنش نہیں، کہہ کر اپنی کمال فیاضی اور رحمدلی سے سب کو معاف کر دیتا ہے اور اپنی ظل رحمت میں جگہ دیتا ہے۔

ایک شخص کو ایک وقت دیکھو۔ کس مہر میں اور یتیم ہے۔ دوسرے وقت کو حلا پر یاد آتی ہے لئے گوشہ نشین ہے۔ تیسرا نظارہ دیکھو ۱۳ برس تک اُس کی حالت بڑی متبذل اور سقیم ہے۔ اُس کی زندگی کا آخری نظارہ

دیکھو۔ ملک کا ایک زیر دست فاتح اور شہنشاہ عظیم ہے۔ ایک ہی شخص کی زندگی میں یہ انقلابات عجیبہ واقعی کمال حیرت بخش اور خدا تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کو یاد دلانے والے ہیں۔ ایک خدا پرست آدمی ان مختلف حالات کو دیکھ کر بے اختیار اللہ الکریم اُٹھتا ہے۔ تعجب اور تعجب در تعجب میں پڑ جاتا ہے۔ اس اُمّی اور یتیم شخص کے ابتدائی حالات کو زیر نظر رکھ کر جب آخری زندگی پر غور کرتا ہے۔ تو ضرور ضرور اُسے تعجب پیدا ہوتا ہے۔ جس پہلو سے اُس حضرت مکی زندگی کو دیکھتا ہے۔ بے نظیر پاتا ہے۔ بیجا میں کوئی اُس کا ثانی نہیں دیکھتا۔ فصاحت میں اُسکی نظیر نہیں پاتا۔ وہ تمام دنیا کے سائے فائق لبون کا من مثلاً کہہ کر اپنے کلام کی نظیر لانے کے لئے تہمتی کرتا ہے۔ اُسکی تعلیم کا اثر ایسا دیکھتا ہے کہ اپنی زندگی میں ایسی اکٹھ اور جاہل قوم عرب کو وحشی سے انسان اور انسان سے با اخلاق انسان اور با اخلاقی انسان سے با خدا انسان بنا دیتا ہے۔ فاتح ایسا ہے کہ اپنی زندگی ہی میں اپنی فتح و نصرت کا جھنڈا سارے عرب پر کھڑا کر چکا۔ جس پر ابتدائے دنیا سے آج تک کبھی ایک بادشاہ نہیں ہوا تھا۔ اپنے متبعین میں وہ روح پھونکتا ہے کہ دس ہی سال میں وہ فتوح عظیمہ حاصل کر لئے ہیں جو دیگر مشہور فاتحین کو سینکڑوں سالوں میں نصیب نہیں ہو سکتیں۔ عرب کے گرم اور ریتیلے صحراؤں سے فوہیں اُٹھی ہیں اور اُنہوں نے سندھ سے اُندلس (سپین) تک اور مصر سے مراکش تک آنا فائز کر لیا ہے۔ روم اور ایران اور مصر کی زبردست اور عظیم الشان قدیم سلطنتوں کو جو ابتدائے دنیا سے اعلیٰ سے اعلیٰ اور زبردست سے زبردست مانی گئی ہیں۔ اس اُمّی اور یتیم بچے کی فیض

تعلیم اور روحانی جواش کی برکت سے چند ہی سال میں تباہ اور برباد کر کے
 وہاں اسلامی جھنڈا کھڑا کر دیا ہے۔ اور ابھی اُس کی ترقی اور فتنہ
 کی لہروں کو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ کیا یہ واقعات حیرت خیز تعجب
 فوق العادہ اور خارق عادت اور معجزہ نہیں ہیں۔ اگر یہ واقعات وقوع
 میں نہ آئے ہوتے ہوں۔ تو اُن کا تصور بھی ایک خواب سا معلوم ہوتا
 ہے۔ مگر اللہ اکبر! یہ تو حقیقی واقعات اور پتے حالات ہیں۔ جو
 اس یتیم اور کس پر س بچہ کی تعلیم۔ تلقین اور صحبت کے اثر سے فی الواقع
 وقوع میں آئے۔ یہ وہی یتیم بچہ تھا۔ کہ جو کچھ اُس کی زبان
 سے نکلا۔ حکم قضا کی طرح پورا ہوا۔ جو کچھ اُس نے کہ دیا۔ تقدیر
 ربانی کی طرح وقوع میں آیا۔ اُس کا حکم تیر قضا تھا۔ اور اُس کا
 ارشاد شمشیر خدا۔ یہ اُسی کی زبان کے الفاظ تھے کہ وَاذْهَبْ اِهْلَكَ كَسْرًا
 فَلَا كَسْرَ بَعْدَ۔ وَاذْهَبْ قَبْصًا قَبْصًا قَبْصًا۔ جب کسے
 ہلاک ہوگا تو پھر اُس کے بعد کوئی کسرے نہیں ہوگا۔ اور جب قبصر ہلاک
 ہوگا تو اُس کے بعد پھر کوئی قبصر نہیں ہوگا۔ سو وہی ہوا۔ تھوڑے عرصے
 کے بعد اُس کے چھ متبعین نے اُن کے ملک کو فتح کر لیا۔ اور
 پھر اُس وقت سے اب تک نہ روم میں کوئی قبصر نظر آیا۔ نہ ایران
 میں کوئی کسرے دکھائی دیا۔ ان دونوں ملک میں جو پیشین گوئی کے موافق
 اُس کی اُمت کے قبضہ میں آئے۔ آج تک اسلام ہی کا ڈنکا بج رہا
 ہے اور دو گھنٹے کے لئے بھی کسی قبصر و کسرے کی حکومت وہاں قائم
 نہیں ہوئی۔ یہ سارے واقعات بڑے عجیب اور بڑے ہی دلچسپ
 ہیں۔ بتانا ان واقعات پر غور کرو۔ جتنی دفعہ نظر ڈالو بڑا ہی جی لگتا ہے

اور بڑا ہی لطف آتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اُس پیارے نبی کی پیارے حالات کسی قدر اس مختصر رسالہ میں درج کئے جائیں۔ کہ اہل ایمان کے لئے مزید قوت یقین کا موجب ہوں۔ اور مخالفین کے لئے ہدایت اور بصیرت اور ایمان کا سبب ہوں۔ و ما علینا الا البلاغ۔ والسلام علی من اتبع الهدی *
 سب سے پہلے خدا کے پتے نبیوں کے کسی قدر حالات درج کرتے ہیں۔



نبیوں کے حالات اور اُن کا تعلق ثبوت نبوت سے

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ یس۔ والقداں الحکیم۔ انا ولین
 المرسلین۔ علی صراط مستقیم۔ تنزیل العزیز الحیم لتندرقوما ما
 اُنذر اباہم فہم غافلون۔ اے سید کائنات (سرور عالم) اس قرآن
 کریم کی قسم جو حکمت اور دانائی کی باتوں سے بھرا ہے کہ یقیناً تو بھی سلسلہ
 رسل میں سے ایک رسول ہے ایک ایسے راستہ پر جو بالکل سیدھا اور
 منزل مقصود پر پہنچانے والا ہے۔ جس طرح اگلے رسول دنیا سے کامیاب
 ہو کر اٹھے۔ اور اپنے غایت مقصد پر پہنچ گئے۔ تو بھی انہی کے سلسلہ میں

ہے اور یقیناً یقیناً منزل مقصود پر پہنچ کر رہے گا۔ اور دنیا سے مظفر و منصور ہو کر اٹھے گا۔ یہ قرآن شریف اُس ذات کا اُتار ہوا ہے۔ جو سب غالب اور زبردست ہے اور اسی لئے یقیناً تجھے تیرے مخالفوں پر غالب اور مسلط کرے گا۔ اور وہ رحیم ہے تجھے اپنی رحمت کا لہ کا مورد بنائے گا۔ تجھ پر اپنے احسانات پورے کرے گا۔ یہ قرآن شریف اسی لئے اُترا ہے کہ اُس قوم کو ڈرائے جس کے آبا و اجداد میں تا حال کوئی ڈر سنانے والا مبعوث نہیں ہوا اور اسی لئے وہ نشہ غفلت میں سرشار ہو رہے ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بڑی زبردست پیشگوئی فرمائی ہے جو قرآن شریف کی صداقت اور آنحضرتؐ کی رسالت کا زبردست ثبوت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو صاف و صریح طور پر بشارت دیدی ہے۔ کہ بلاشبہ اور یقیناً تو بھی سلسلہ رسل میں سے ایک رسول ہے اور جس طرح اگلے مرسدین آخر کار منکین و مخالفین پر کامیاب ہو کر اُٹھے ہیں۔ اسی طرح تو بھی کامیاب ہو کر اُٹھے گا۔

اوپر کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی نسبت فرمایا ہے کہ تو رسولوں میں سے ایک رسول ہے۔ اور رسولوں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یوں ارشاد فرمایا ہے وَكَفَدَ سَبَقَتْ كَلِمَتُهُمَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ اَنَّهُمْ كُنتُمُ الْمُصَوِّرُونَ وَاِنْ جُنَدَاكُمْ الْغَالِبُونَ اور اپنے خاص بندوں یعنی رسولوں کے حق میں ہمارا پہلے سے ارشاد ہو چکا ہے۔ کہ یقیناً اور بلاشبہ خدا کی طرف سے انہی کو فتح اور نصرت حاصل ہوگی۔ اور بے شک ہمارا لشکر اسلام ہی غالب آکر رہے گا۔ کَتَبَ اللَّهُ لَا غَلِبَ اَنَا وَمُرْسَلِي اِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ خدا نے لکھ دیا ہے کہ یقیناً

میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سب طاقت رکھتا اور
 بردوست ہے۔ اور کفار عرب کی نسبت فرماتا ہے کہ قَلَمًا لَّهَاجَ هُمْ نَذِيرٌ
 مَا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا اسْتَكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ وَلَا يَحِيقُ
 الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ كُلٌّ لِّئِظْظُرُونَ الْآسَنَتِ الْأَوَّلِينَ قُلْنَ لِّجَدِّ
 لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا وَلَكِنْ لِّجَدِّ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا أَوَلَمْ يَسِيرُوا
 فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوا
 أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُجْزِيَ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا
 فِي الْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا فاطر۔ پھر جب اہل مکہ کے پاس ایک اور
 سنائے والا آیا۔ تو اُس کے آنے سے اُن کو نفرت ہی نفرت بڑھتی چلی گئی۔ میں
 میں سرکشی اور رسول کے خلاف بُری بُری تدبیریں کرنے لگے اور بُری تدبیر اُسی
 بُری تدبیر کرنے والے پر ہی پڑتی ہے۔ بس اب انکو اندکسی بات کا انتظار نہیں
 ہے۔ مگر اُسی برتاؤ اور دستور کا جو گذشتہ اُمتوں کے ساتھ ہوتا چلا آیا ہے۔ سو اُن
 نبی! تو ہرگز خدا کی سُنَّت کو بدلتا ہوا نہ پائیگا دیہ ضرور ہلاک ہو جائیں گے
 اور تو کبھی خدا کے قاعدے کو ملتا ہوا نہ پائیگا دقیناً یہ لوگ اپنے اعمال کی پادشا
 حکمیں گے کیا یہ لوگ زمین میں پٹے پھرے نہیں۔ اور دیکھا نہیں۔ کہ ان
 اُمتوں کا جو ان سے پہلے ہو گزریں کیا انجام ہوا۔ حالانکہ وہ قوت اور زور
 میں ان سے بڑھ کر تھیں۔ اور اللہ ایسا نہیں۔ کہ آسمان و زمین میں
 اُسے کوئی چیز بھی عاجز کر سکے اور اُس کے ارادہ کو کوئی بھی روک
 سکے۔ یقیناً وہ سب تدابیر سے واقف ہے اور دین حق کے بر غلاف اُنھنے والے

پر قادر ہے ❖

مذکورہ بالا آیات سے ظاہر ہے کہ سُنَّتِ اللہ ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے

مرسلین اور مامورین کا جو لوگ مقابلہ کرتے ہیں۔ وہ آخر کار مغلوب
 اور ذلیل ہو جاتے ہیں۔ اور خدا نے مامور اور رسول عزت اور غلبہ پا جاتے
 ہیں اور اسی سنت الہیہ کے موافق بلا تبدیل و استحیل اس رسول یعنی حضرت
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی قوم مخالف کا حال ہوگا۔ کہ اس حق کے
 بر خلاف اٹھنے والے ذلیل اور ہلاک ہو جائیں گے۔ اور یہ رسول بحق انجام کا
 مظہر و منصوم ہو جائے گا۔ قرآن شریف میں جو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے حالات
 متواتر اور بار بار بیان فرمائے ہیں اُس سے بھی اللہ تعالیٰ کو یہی بیان کون مقصود
 ہے گذشتہ رسولوں کی طرح آخر کار اہل حق غالب آجائیں گے۔ اور اہل باطل
 شکست اور ذلت حاصل کریں گے۔ جیسا کہ فی الواقعہ انجام کار ظہور میں آیا +
 قرآن شریف میں نبیوں کے حالات غور سے پڑھو۔ کس قدر عبرت اور صداقت
 اور ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں کوئی قصہ اس
 حیثیت سے کہ وہ ایک قصہ ہے بیان نہیں فرمایا۔ بلکہ ہر ایک قصہ سے عجیب طرح
 کی ہدایت اور صداقت اور بشارت حاصل ہوتی ہے۔ ظاہر بین لوگوں کی
 نظر میں وہ قصے ہیں۔ جیسا کہ کفار بھی کہا کرتے تھے کہ لو نشاء لقلنا مثل ہذا
 ان ہذا الا اساطیر الاولین اگر ہم چاہیں تو ایسے قصے بنالیں۔ یہ تو صرف
 اگلے لوگوں کے انسانے ہیں۔ مگر اہل بصیرت کے نزدیک وہ پرلے وچہ
 کی صداقتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی کامیابی اور ان کے
 مخالفوں کی ہلاکت کی زبردست نظائر نظروں کے سامنے لا کر اس صداقت
 کو حق الیقین تک پہنچا دیا ہے۔ کہ آخر کار خدا اور اُس کے مامور و مرسل
 غالب ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے بر خلاف اٹھنے والے مغلوب اور ذلیل +
 قرآن شریف میں انبیاء کے قصے پڑھو۔ کس طرح اس حضرت م کے حالات

بابرکات کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں۔ اور کس طرح آنحضرت کو محبوب حقیقی کی طرف سے فتم و نصرت کی خوشبو برابر چلی آرہی ہے۔ جس روز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلعت نبوت سے سرفراز ہوئے ہیں اور کفار آنحضرت ص کے برخلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اُسی وقت سے کفار کی ہلاکت اور اُس بنی برحق کی فتح و نصرت کی بشارات شروع ہو گئیں۔ جتنے ایں کہ ۱۳ سال تک آنحضرت ص کے ساتھ وہ سلوک ہوئے۔ جو دنیا میں کبھی شخص کے ساتھ نہ ہوئے ہونگے۔ استہزا۔ تضحیک پر لے درجہ کی ایذا اور تکالیف آپ پر زمین باوجود اپنی کشادگی کے تنگ ہو گئی۔ مگر فتم و نصرت کی بشارات ابھی تک برابر پہنچ رہی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری پر خوشخبری آرہی ہے کہ یقیناً یقیناً توہی کامیاب ہوگا۔ اور حق کے برخلاف اٹھنے والے سب کے سب خائب و خاسر و تباہ اور ہلاک ہو جائیں گے۔ والعاقبت للمتقين انجام نیک پہنیزگاروں ہی کا ہوگا۔ سو انجام کار ایسا ہی ظہور میں آیا۔ جس سے اظہر من الشمس ہے کہ یہ نبیوں کے حالات قصے نہ تھے بلکہ یہ زبردست صد اقتیں اور بشاراتیں تھیں۔ جن کے موافق آخر کا ویسا ہی ظہور میں آیا +

ہم چاہتے ہیں کہ پیارے بنی کی پیارے حالات پیشتر کسی قدر مشہور و معروف انبیاء کے حالات اکٹھ دیں اور صرف اسی قدر اور اسی حیثیت سے جنکا تعلق ثبوت نبوت سے ہے۔ امید ہے کہ طالبان حق اور اہل بعیرت ان کو غور سے پڑھیں گے اور اس سے نفع اور عبرت حاصل کریں گے۔ والسلام علی من تبع بعد الہدی +

حضرت آدم علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ قرآن شریف میں کئی جگہ آیا ہے اور خاص خاص موقعہ پر خاص خاص ہدایت یا صلاحیت یا عبرت کے لئے حضرت رسول کریم صلعم کی نبوت کی صداقت کے ساتھ جس قدر ہر کا تعلق ہے یہاں بیان کیا جاتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ کی یہ عجیب حکمت ہے کہ جب کبھی اُس نے اپنے پاک اور برگزیدہ بنی خلق اللہ کی اصلاح کے لئے دنیا میں بھیجے ہیں۔ تو اُس وقت کوئی نہ کوئی بد باطن شخص ان بزرگوں کے مقابلہ پر خم ٹھوک کر کھڑا ہو گیا ہے۔ اور نہ صرف مفسد اشخاص کے اداۓ فرائض ہی کے راستہ میں کانٹے بوئے ہیں اور اُن کے ہشن کی ترقی کو بند کرنے کے لئے رکاوٹیں پیدا کی ہیں بلکہ خود ان مقدس اشخاص کو طح طح کی اذیت دینے میں جان توڑ کوششیں کی ہیں۔ اور اُن کی تخریب و استیصال میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ یہاں تک کہ ان بزرگوں کو اپنی جان بچانی مشکل ہو گئی۔ دنیا کے شروع سے اب تک یہی سنت اللہ (قانون قدرت) رہی ہے۔ جب کبھی کوئی خلیفہ کسی خاص خدمت کے سرانجام کے لئے خدا کی طرف سے مامور ہوا۔ شیطان اور شیطانی لشکر بھی پوری قوت اور پورے زور کے ساتھ مقابلہ کے لئے سامنے اکھڑا ہوا۔ اور یہاں تک ہو سکا اُس خلیفہ برحق کی مخالفت اور معاندت میں سعی کی۔ مگر چونکہ وہ اللہ تعالیٰ

لے قرآن شریف میں حضرت آدم کا ذکر ان سورتوں میں ہے۔ بقرہ۔ آل عمران۔ اعراف۔

حجر۔ بنی اسرائیل۔ طہ۔ ص۔ فاطر۔

کے نور تھے۔ اس لئے کسی کے بُجھانے سے بچھ نہ سکے۔ چونکہ خدا کی قوت سے معورتھے کسی کے ہٹانے سے ہٹ نہ سکے بلکہ دن بدن برابر چمکتے چلے گئے یہاں تک کہ آخر کار خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت سے اعلیٰ درجہ کی عزت اور رفعت کے تخت پر جلوہ افروز ہوئے اور اُنکے مخالف پرلے درجہ کی ذلت اور پستی کے گڑھے میں گر کر خدا کے غضب اور لعنت کے نیچے آگئے اور ہباء منشور ہو گئے۔

یہ ایک عجیب سنت اللہ ہے۔ ہمیشہ خاصان خدا کو ابتلا پیش آئے دنیا اُن کے برخلاف اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اُن کی مخالفت میں سر یہہ ہوتا ہے تاکہ اہل بصیرت کو معلوم ہو جائے کہ وہ کسی زمینی بھروسے سے کامیاب نہیں ہوئے۔ بلکہ صرف الہی تائید اور آسمانی ہتھیاروں سے۔ زمین والوں نے بہتیرا اُن کی ہلاکت اور استیصال میں سعی کی۔ بہتیرا زور لگایا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ ان صادقوں نے بھی باواز بلند اُن سے کہہ دیا۔ کہ کید و فتنہ جمیعاً تم پر لاؤں گے۔ تم سب کے سب ملکر ہماری مخالفت کر لو۔ پھر ہمیں ایک دم کی بھی مہلت نہ دو۔ لیکن چونکہ ان لوگوں کے ساتھ آسمانی مدد ہوتی ہے اور ملائکہ آسمانی اور قوائے طبعی سب اُن کی تائید میں ہوتی ہیں۔ اس لئے آخر کار اللہ تعالیٰ اُن کو کامیاب کرتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی رضامندی کا تاج پہن کر عزت اور رفعت کے تخت پر بیٹھ جاتے ہیں۔

یہی ابتلا دنیا میں پہلے خلیفہ حضرت آدم صلی اللہ کو پیش آئی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا مدللہ سے اُس کو پیدا کیا۔ خلافت کا معزز تاج اُس کے سر پر رکھا۔ اپنی صفات کاملہ کا اُس کو مظہر

بنایا۔ اور تمام مخلوقات پر اُس کو فضیلت دی۔ اور اپنے فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کی خدمت میں لگ جائیں۔ خلافت الہی کی خدمت مراجعہ کرنے میں۔ ہر طرح اُس کا ساتھ دیں۔ سرِ نیاز اُس کے آگے جھکائے رکھیں۔ تمام ملائکہ ربانی نے سُننے کے ساتھ ہی اس ارشاد خداوندی کی تعمیل کے لئے سرِ تسلیم جھکا دیا۔ اُس خلیفۃ اللہ کا ساتھ دینے کو تیار ہو گئے۔ انہی میں ایک وجود ایسا بھی تھا۔ جسے اپنی بزرگی پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اور اپنے آپ کو سب ملائکہ سے اعلم و اشرف سمجھے بیٹھا تھا۔ اور اس بات پر ناز کرتا تھا کہ اُسے باقی ملائکہ پر ایک شرف خاص حاصل ہے اور خدا کے ساتھ بھی اُس کا بڑا علاقہ ہے وہ اپنے آپ کو خدا کا برگزیدہ سمجھے بیٹھا تھا۔ اور تنہا لئے لئے جہاں دور ملائکہ کو اس خلیفۃ اللہ کی اطاعت کا حکم دیا اس شخص کو بھی دیا

سہ قرآن شریف میں جو آیا ہے کہ وہ علمِ آدم الاسما و کلہا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سب کے سب نام سکھائے اس کا یہی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء و صفات کے حقائق و ذاتیں حضرت آدم کو بتائے اور اپنی صفات کاملہ کا اس کو منظر بنایا۔ اُس کی فطرت ہی ایسا پیدا کی۔ کہ صفات الہی کا منظر ہو۔ اور خدا تعالیٰ کی صفات کاملہ اُس کی وجہ سے جلوہ گر۔ بخلاف ملائکہ کے جو بوجہ مجبول یا غیر ہونے کے خدا تعالیٰ کی خلافت اور صفات الہی کے منظر ہونے کے قابل نہ تھے۔ اُن کی فطرت ہی ایسی نہ تھی۔ کہ وہ انسان کی طرح اپنے اختیار سے بُرے بھنے کام کر کے خدا تعالیٰ کی صفات رحم۔ مدد۔ معزز۔ قہر وغیرہ کے منظر ہوں۔ یہی نفسیات اور یہی اعتقادات تھے کہ حضرت آدم علیہ السلام خلیفۃ اللہ خیرے اور خلافت کی نعمت اُن کے قدر پر راست آئی۔ قرآن شریف میں جو خدا اور ملائکہ کے بارہمی گفتگو اور حضرت آدم کا استحقاقِ خلافت مندرج ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کرنا چاہا اور اُس میں علاوہ قوتِ عقلیہ کے قوت

اُس مردود انزل نے جب یہ حکم خداوندی سنا۔ بحر حیرت میں غرق ہو گیا اور اپنی وجاہت و عزت اور عظمت کا خیال لرکے انکار کی طرف ہٹکا۔ سچا اُس کے قوائے اپنے ذاتی اور معبود حقیقی کی طرف ٹھکتے وہ حیران رہ گیا کہ مجھ ایسے برگزیدہ اور اشرف و اعلیٰ شخص کو بھی ایک ناپسند ہستی (انسان) کے سامنے جھکنے کا حکم ہوتا ہے۔ یہہ جھوٹی وجاہت اور جھوٹی فضیلت اُسکی ایسی سدا رہ ہوئی کہ بجز انکار کے اُس سے کچھ نہ بن پڑا۔ ابی واستکب دکانِ امن الکافین انکار کر گیا اور شیخی میں آگیا اور منجملہ کفار کے ہو گا +

(بقیہ حاشیہ وغیرہ) شہوانی و غصبی ہی رکھی جو فساد فی الارض اور شک و نا کامو جب ہو سکتی ہے۔ ملائکہ نے یہ خدشہ حضرت رب العزت میں پیش کیا۔ اور حضرت آدم ؑ کی پیدائش کی مصلحت دریافت کرنی پڑی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو مصلحت اور حکمت اور اسرار مجھے معلوم ہیں۔ یہ تمہیں معلوم نہیں ہو سکتے۔ چونکہ ملائکہ اللہ کو حضرت آدم ؑ کی پیدائش پر ایک خدشہ اور اُس کی فضیلت میں تامل پیدا ہوا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی فضیلت اس طرح ثابت کی کہ ایک موقع پر اپنے اسماء حسنہ آدم علیہ السلام کے سامنے بھی پشیر کئے اور ملائکہ کے سامنے بھی۔ حضرت آدم ؑ نے ان اسماء کے وہ دقائق و حقائق رموز و اسرار بیان فرمائے کہ ملائکہ کا فہم و اُن تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام خدا تعالیٰ کے اسماء اور اُس کی صفات کاملہ کے پورے مظہر تھے۔ مگر ملائکہ بوجہ مجہول البلیغ ہونے کے اپنے اندر یہ صفت نہ رکھتے تھے۔ وہ اسماء حسنہ کا جہنا یعنی تبصیر تدریجی و تحدید سی جانتے تھے۔ ان اسماء کا مظہر اور مورد بننا اُن کی فطرت میں نہ تھا۔ یہ خصوصیت اللہ تعالیٰ کی فضیلت و عظمت حضرت آدم ؑ میں تھی جس نے اُن کو خلافت کے عالی تخت پر بٹھایا جب حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت ثابت ہو گئی تو سب ملائکہ کو حکم

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیفہ برحق حضرت آدمؑ کی طرف اُسے حکم بھیجا مامنعك ان لا تسجد اذ امرتك تو نے میرا حکم کیوں نہیں مانا۔ اس خلیفہ ربانی کی اطاعت کیوں نہیں کی۔ حضرت آدمؑ کی معرفت تو اُسے حکم سننا بھی سخت ناگوار تھا۔ وہیں بڑے غور سے جواب دیا کہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین۔ میں ناری آتش کی۔ ایسا عالی مرتبہ۔ یہ خاک کی نثراد حقیر و ذلیل۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ میں اس کی اطاعت کیسے کروں؟ ایک خاک کی بے مروت سامان وجود کو ایک آتشین با سامان پر کیا فوقیت ہو سکتی ہے؟ *

ایسے گستاخانہ جواب پر اللہ تعالیٰ نے اُسے حکم کیا۔ کہ دور ہو جا۔ تُو نے میرے اس قدر احسانات کو بالائے طاق رکھ کر اور میری حکمت کاملہ کی طرف سے آنکھ بند کر کے محض اپنے نفیس بد کی شرارت پر میرے حکم کی تعمیل سے انکار کیا۔ چلا جا۔ تُو نے جو تکبر کیا ہے۔ اس کے تو ہرگز لائق نہیں۔ تیری یہ شان ہی نہیں۔ کہ تو کبریا کی جا مہ پہن سکے فَاخْرِجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رِجِيمٌ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَى يَوْمِ الدِّينِ *

یہ زجر و توبیخ اُسے راہِ راست پر لانے اور اُسے اپنی بساطِ یاد دلانے کے لئے کافی تھی۔ مگر جس سر میں یہ سما یا ہوا ہو۔ کہ میں بہتر ہوں۔ اور میری پیدائش آگ سے ہے۔ میں ایسا بزرگ ہوں۔ مجھ سے بڑا کون ہے؟ اُس سر کو اس سے کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا؟ سہ سمندرِ ناز پہ ایک اور تازیانہ ہوا۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱) ہوا کہ حضرت آدمؑ کی خلافت حقہ کے قابل ہوں۔ خلیفہ اللہ کی اطاعت کریں۔ اور

ہمیشہ اُن کے سامنے سر بسجود رہیں۔ سب نے قرآنِ ایزدی کو دل و جان سے قبول کیا۔ حضرت آدمؑ کی اطاعت میں سر ہٹا دیا۔ جو شیطان کے جو اکڑ بیٹھا اور شیخ میں بگیا اور نافرمان بن بیٹھا۔ چہ

سجائے اس کے کہ وہ خدا سے معافی مانگتا۔ ماضی سے پشیمان ہوتا۔ اپنے مالک اور خالق کے ساتھ مقابلہ اور مجادلہ کا عزم کر لیا۔ اور عرض کی کہ مجھے اُٹھنے کے دن تک مُہلت دے۔ وہاں کس بات کی کمی تھی؟ اور خدا تعالیٰ کا اُس گیدڑ بھکی سے بگڑنا ہی کیا تھا؟ خدا نے فرمایا کہ جا تو اپنا سارا زور ساری طاقت نچ کر لے۔ اور تیرے ترکش میں کوئی تیر باقی نہ رہ جائے۔ تو میرے خالص بندوں اور برحق خلیفوں کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکے گا۔ ان عبادی لبیس لك علیہم سلطان الا من اتبعك من الخاوین تو اور تیرے سارے متبعین نوار اور ذلیل ہونگے اور جہنم کے ابدی جیلخانہ میں ڈال دیئے جائیں گے۔

یہ ایک عجیب قسم کی ابتلا تھی جو اس پہلے مُستکبر اور مغرور ابلیس کے سامنے پیش آئی جس سے وہ جان بر نہ ہوسکا۔
 دراصل اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ جب وہ کبھی کسی اپنے بندے کو اپنی خلافت کے لئے منتخب کرتا ہے اور سچائی کی اشاعت کے لئے رسول بھیجتا ہے تو وہ غریب اور مساکین میں سے ہی انتخاب کرتا ہے اور عموماً ایسے اشخاص کو رسالت کا تاج پہناتا ہے۔ جنکے پاس ظاہری ساز و سامان کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور ان منوں سے وہ خاکی پیدائش کے ہوتے ہیں۔ اُس نے کبھی بڑے بڑے دولتمند۔ گردن کش اپنی زور اور طاقت پر گھمٹ کرنے والے اس کام کے لئے منتخب نہیں کئے جو ظاہری ساز و سامان اور گردن کشی کے لحاظ سے ناری نژاد ہوتے ہیں۔ اُس کی نظر ہمیشہ خاکی اصل والوں پر ہی پڑی ہے اور اس طح اُس حکیم مطلق اور قادر برحق نے اپنی قدرت کا ملہ اور حکمت بالغہ کا ثبوت دیا۔

اگر اللہ تعالیٰ اپنے کام ایک بڑے زبردست گردن کش وجود کے ذریعہ سے جس سے لگ بھگ کسی طرح کانپتے ہوں نکالنا چاہتا تو اُس میں اُسکی جلالت شان اچھی طرح ظاہر نہیں ہو سکتی تھی۔ اور دنیا کی امدادوں اور زمینی تائیدوں کا شاید اُس میں پُر جاتا - اور زمینی مواد کی کمزوری اور غیبی تائیدات اور فقط ملکوتی مویدات کے زور کار از بخولی محل نہ سکتا۔

اسد تعالیٰ کو اپنا بدلہ دکھانا منظور تھا۔ اُسے اپنے بندوں کی آزمائش بھی منظور تھی۔ اُس نے اپنی خلانت کے لئے ایسے اشخاص کو چنا جو ظاہری سامانوں کے لحاظ سے دنیا کے سامنے گویا کچھ بھی نہ تھے۔ اور یوں ان بندوں کے ذریعہ سے احکام پہنچانے شروع کئے۔ اب مغرور گردن کش اور سر بلند اور ظاہر بین اشخاص کے لئے یہ بڑی ابتلا تھی۔ اُن کی محبت اور اخلاص کا موقعہ تھا۔ لازم تھا کہ وہ اس مامور من اللہ کی اطاعت کرتے۔ مگر اُن کی نظر اس غریب اور مسکین شخص پر جے وہ ابتدا سے جانتے پہچانتے تھے جتنی نہیں تھی۔ وہ یہ کہتے تھے کہ یہ شخص ہے ہی کیا؟ - اُسکی حیثیت ہی کیا ہے؟ ہم ہی میں سے اُٹھ کر ہم کو نصیحت کرنے لگ گیا۔ ایسا کام سپرد ہوتا بھی تو ہم جیسے کسی بڑے عظیم الشان آدمی کے۔ یہ غریب کب اس لائق ہے۔ یہی ابتلا شیطان کے پیش آگئی۔ جناب آدم علیہ السلام کی وباہت اُس کی نظریں چھٹی نہ تھی۔ اور وہ اُن کی ظاہری حیثیت کے لحاظ سے انہیں ایک خاکی نژاد سمجھتا تھا۔ اور اپنے آپ کو ناری خیال کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جو پیغام اپنے خلیفہ کی معزت اُسکو پہنچایا تھا۔ اُسکو حقیر سمجھا۔ اور اُس کی تعمیل کرنے سے انکار کر دیا۔ اِسپر حضرت آدم علیہ السلام نے

اللہ تعالیٰ کا فتویٰ جو اس نافرمانی کی وجہ سے اُس کے بارے میں صادر ہوا تھا۔ اُسے سُنا دیا۔ وہ اس فتویٰ کو سُن کر آگ بگولا ہو گیا اور بیش از پیش اُن کا دشمن ہو گیا اور اُن کی مخالفت میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ دن رات اُن کی تخریب و استیصال میں سعی بجا۔ انجام یہ ہوا کہ اُس نے بہرہ رکھا و انو حضرت آدم علیہ السلام پر چل گیا۔ اور اُن کی تخریب اور بربادی کی ایک راہ سوچ لی *

جس مکان میں حضرت آدم علیہ السلام متکین تھے اللہ تعالیٰ نے اُن کو حکم دیا تھا کہ اس باغ کے سب میوے اور پھل کھانا۔ مگر ایک درخت کے پاس نہ جانا۔ شیطان (حجیم نے لکھی صورت میں نمایاں ہو کر حضرت آدم کے پاس آدم و رفت شروع کر دی۔ اور نفی آدمی کے بھیس میں جلوہ گر ہو کر طبع کی تاویلات باطلہ سے حضرت آدم کے دل پر نقش کر دیا۔ کہ یہ مانعت کوئی ایسی بُری مانعت نہیں ہے۔ جو شخص یہ درخت کھاتا ہے وہ فرشتہ بن جاتا ہے۔ اور بہشت میں ابد آباد کے لئے رہ جاتا ہے۔ بعض مصلحتوں کی وجہ سے خدا نے منع کر دیا ہے کوئی مانعت شرعی نہیں۔ اس پر اتنی قسمیں کھائیں۔ اور حضرت آدم کی خیر خواہی بتائی کہ انہیں ہرگز یقین نہ ہو سکا کہ ایسا فرشتہ صورت آدمی بھی خدا کی قسم کھا کر جھوٹ بول سکتا ہے۔ چنانچہ اُس کے دھوکے میں آ گئے۔ اور اس شیطان سیرت۔ فرشتہ صورت شخص کے بہکانے سے شیخ ممنوعہ کا پھل کھا بیٹھے۔ جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کو عتاب ہوا۔ اور اُس فرے سے جس میں وہ تھے نکلنا پڑا۔ مگر آخر کار حضرت آدم کی دُعا و گریہ و زاری سے اللہ تعالیٰ نے اُنکا سارا قصور معاف کر دیا۔ بلکہ اُن کا رونا بارگاہ خداوندی میں ایسا پسند

ہوا کہ تم اجتہاد ربہ فتاب علیہ وھدائے۔ پھر اسد تعالیٰ نے اُنکو برگزیدہ
 کیا سوزت کے سخت پر متکّن کیا۔ اُن پر مہربانی اور عنایت کی نظر رجوع کی۔
 الطان و عنایات کا موبہ بنایا اور اپنی رضامندی کی راہ دکھا دی۔ جس سے
 شیطان کے تمام منصوبے پاش پاش ہو گئے۔ اور لعنت اور پھٹکار کا طوق
 اُس کی گردن میں پڑ کر جہنم کے ابدی جلیخانہ میں اُس کی جگہ ٹھہری *
 اب حضرت آدم و ابلیس کے قصہ کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے حالات با برکات کے ساتھ تعلق ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ جب دنیا پر چاروں
 طرف سے کفر اور شرک کی ظلمت چھا گئی۔ ساری دنیا بدعت اور ضلالت
 میں گرفتار ہو گئی۔ مخلوق پرستی اور بُت پرستی حد سے بڑھ گئی۔ خدائی دین
 درہم برہم ہو گیا۔ فسق و فجور ظلم و تشدد کا بازار گرم ہو گیا ظہر الفساد فی البت
 والجنح نفسی بھی بگڑ گئی اور تری بھی بگڑ گئی۔ جو لوگ دین کے رہبر تھے۔ وہی
 دین کے رہن ہو گئے۔ اور دنیا میں استقدر خرابی اور تباہی پچ گئی جس کی
 نظیر آج تک دنیا میں پیدا نہیں ہوئی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے صفت رحمانیت
 کو کام فرما کر دنیا پر نظر کی اور اُن کو کفر و ضلالت کی تاریکی سے نکال کر
 ہدایت کی روشنی میں لانا چاہا۔ ایک عظیم الشان آدم کو خلیفہ بنا کر بھیجا۔
 مگر کس طرح؟ دنیاوی جاہ و جلال۔ شان و شوکت اور لشکروں کے ساتھ نہیں
 بلکہ سنت اللہ کے موافق ایک خاکی الاصل۔ مسکین اور یتیم کی صورت میں
 آیا۔ وہ با شوکت اور با رعب بادشاہ ایک فقیں کے لباس میں ظاہر ہوا
 انبیاء کی سنت قدیمہ کو پورا کر کے اُس کے مقابلہ پر بھی ایک بُرا
 اشر الناس ناری ثراد اشد ابلیس ابو جہل مع اپنی جماعت کے خم ٹھونک
 کر کھڑا ہو گیا۔ اور اُس خاکی ثراد آدم کے ساتھ وہ مقابلے کے وہ ایذا میں دیں

کہ اُن کی یاد سے روٹکے کھڑے ہوتے ہیں۔ اُن کے دعاوی کو جھوٹا سمجھا گیا
اُس کی فضیلت اور خلافت کا انکار کیا گیا۔ ساحر کذاب۔ مفتی۔
مجنون طح طح کے بُرے القاب سے یاد کیا گیا اور بجا ہے محمدؐ کے مذہم
نام رکھا گیا۔

یہ اُس انسان کے ساتھ سلوک ہوا۔ جو دنیا کے لئے رحمت ہو کر
آیا تھا۔ اُس کے قتل۔ قید۔ کی کیشیاں کی گئیں۔ وطن سے بے وطن
کیا گیا۔ غاروں میں چھپا پڑا۔ اور وہ وہ تکفیفیں اُٹھانی پھریں۔ جس کی نظیر
دنیا میں نہیں ہے۔ انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آخری آدمؑ کو
اُس ابلیس ملعون پر مظفر و منصور کیا۔ اور شیطان پر اپنے لشکر کے مردود
اور مخدول خائب اور خاسر ہوا۔ اور وہ پیشین گوئی پوری ہوئی جو اللہ تعالیٰ
نے تورات میں فرمائی ہے کہ حضرات آدمؑ کی نسل سے ایک ایسا انسان
پیدا ہوگا۔ جو بُرے سانپ یعنی شیطان کا سر کھچے گا۔

اللہ تعالیٰ نے جو اس قصہ کو قرآن شریف میں بار بار ذکر کیا ہے
اور ایسی حالت میں جب کہ ابلیس ابوجہل معہ اپنے سارے لشکر شیطانی
کے آپ کے برخلاف اُٹھ کھڑا ہوا۔ یہ ایک بڑی زبردست پیش گوئی تھی
اس بات کی کہ جس طرح ابلیس لعین بمقابلہ حضرت آدمؑ صلی اللہ علیہ وسلم کے مردود
اور مخدول ہو گیا۔ اور آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے آخر کار معزز اور کامیاب کیا۔
جیسے اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بمقابلہ
ابلیس ابوجہل اور اُس کے شیطانی لشکر کے اللہ تعالیٰ کامیاب کرے گا۔ اور شرکین
کا شیطانی گروہ ذلیل اور خوار تباہ اور برباد ہو جائیگا۔

اس قصہ کو اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں بنی اسرائیل کے حالات کے

ساتھ مذکور فرمایا ہے جو اس بات کی زبردست پیش گوئی ہے۔ کہ جس طرح شیطان نے بنی اور حسد سے حضرت آدمؑ کی خلافت کا انکار کیا۔ اور اُسے حقیر سمجھا۔ اسی طرح یہود کا شیطانی گروہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت اور رسالت حقہ سے انکار و استکبار کر رہا ہے۔ صرف اس حسد اور بغی اور غور سے کہ اللہ تعالیٰ نے خلافت بنی اسرائیل سے منتقل کر کے بنی اسماعیل کو کیوں عطا فرمائی۔ اور آخری خلیفہ اسماعیل کی نسل سے کیوں پیدا ہوا؟ سو اگر یہ قوم اس خلیفہ اللہ کے سامنے سیر تسلیم نہ جھکائے گی تو اُن کا وہی حال ہوگا جو ابلیس لعین کا ہوا۔ سب کے سب خدا کی لعنت کے نیچے آجائیں گے غضب پر غضب کے مستحق ہوں گے اور آسمانی بادشاہت سے خارج اور محروم کئے جائیں گے۔ جیسا کہ آخر کار ظہور میں آیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اُس منکر اور باغی قوم کو اپنے غضب کا مورد بنایا۔ اُن کو تباہ اور ذلیل کیا اور اپنے خلیفہ برحق کو اُن پر ہر طرح مظفر و منصور۔ برگزیدہ اور سرفراز کیا اور غرت اور شوکت کے تحت پر شکن فرمایا۔ فالحمد لله علی ذالک ❖

ہابیل وقابیل

دنیا میں پہلا خون

منجملہ اولاد حضرت آدمؑ کے اُن کے دو بیٹے تھے ایک ہابیل اور ایک قابیل۔ ہابیل چرواہا تھا۔ اور قابیل کسان۔ ہابیل متقی اور پرہیزگار تھا اور قابیل سرکش اور مغرور۔ ان دونوں نے خدا کی جناب میں نیازیں پڑھائیں۔ مگر ہابیل کی قبول ہو گئی اور قابیل کی نامنظور۔ اُس وقت سے

قابیل ہابیل کا جانی دشمن ہو گیا۔ اور ہابیل کے قتل کے درپے ہوا۔
 ہابیل نے کہا کہ بھئی! اس میں میرا کچھ قصور نہیں۔ اگر تم بھی پہ ہیزگار اور
 دیندار ہوتے تمہاری نیاز بھی قبول ہو جاتی انما یتقبل اللہ من المتقین
 خدا پہ ہیزگاروں کی نیاز قبول کرتا ہے۔ اگر تو مجھے ہلاک کرتا ہے تو میں تجھے
 قتل کرنا نہیں چاہتا۔ میں اس کا بدلہ اللہ پر چھوڑتا ہوں۔ وہی تجھے تیری کرتوت
 کا بدلہ دے گا۔ آخر قابیل نے ایک دن موقعہ پا کر ہابیل کو مار ڈالا۔ چونکہ اب تک
 کوئی آدمی مرا نہیں تھا۔ حیران ہوا کہ اُس کی لاش کو کیا کرے۔ ایک کوا زمین
 کریدتا ہوا نظر پڑا۔ قابیل نے اُس کے نمونہ پر ایک گڑھا کھود کر ہابیل کی لاش
 کو اُس میں دفن کیا۔

یہ قصہ سومر مائیں آیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہود کو سنایا ہے
 اس غرض سے کہ اگر تم لوگوں سے حکومت اور ریاست اور وعدہ کی زمین (کنعان)
 چھینی گئی ہے۔ اور تم غضب الہی کے مورد بن گئے ہو۔ اور بنی اسماعیل آج
 مقبول درگاہ الہی ہو گئے تو یہ بنی اسماعیل اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم
 کا قصور نہیں ہے بلکہ تمہارا قصور ہے۔ کہ تمہاری کرتوتیں خراب اور اعمال گندے
 ہیں اور صلاحیت اور پہیزگاری کا تم میں نام و نشان نہیں۔ سو اگر اُس بنی ۲ کی
 پیروی کرو۔ تو اپنی گئی ہوئی حکومت اور ریاست اور عزت پھر حاصل کر سکتے ہو؟
 ورنہ تمہارا حال قابیل ہی کی طرح ہوگا۔ کہ اُسی کی طرح ہمیشہ کے لئے راندہ درگاہ الہی
 ہو جاؤ گے۔ اور غضب پر غضب کے مستحق۔

حضرت نوح علیہ السلام

انسان کی عجیب حالت ہے۔ اُس ان دیکھی ہستی پر اُسے یقین نہیں آتا۔ اُس

زبردست طاقت کا رُعب اُس کے دل میں نہیں سماتا۔ وہ رہ نہیں سکتا جب تک کہ ایک نظر آتا ہوا وجود دُبّے آنکھوں کے سامنے قائم نہ کر لے اُسے صبر نہیں آتا۔ جب تک ایک ہاتھ کی ترشی ہوئی سورت یا نظر آتی ہوئی صورت پرستش کے لئے زیرِ نظر نہ رکھ لے۔ حالانکہ صاف دیکھتا ہے کہ اتنا بڑا آسمان اتنی بڑی زمین۔ سورج چاند ستارے کسی زبردست وجود کے دستِ قدرت سے نکلے ہوئے ہیں۔ جو سب پر غالب۔ اپنی ذات سے قائم۔ عظیم الشان اور فوق الفوق ہستی ہے۔ اور بُت مطلق کچھ چیز نہیں ہیں۔ موتِ غیرِ احیاء مَرُوے بے جان جٹکو اپنی ہستی تک کی خبر نہیں۔ نہ کسی کو نفع و سکین۔ نہ نقصان پہنچا سکیں۔ لبس مٹی کی مٹی پتھر کا پتھر جنہیں انسان اپنے ہاتھ سے تراش کر بنا رہا ہے۔ کس قدر حماقت کی بات ہے۔ کہ انسان اپنے ہاتھ کی تراشی ہوئی مورت کو اپنا خدا سمجھے۔ اور اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیز کو اپنا خالق اور صانع خیال کرے۔ اس سے بُری حماقت دُنیا میں اور کوئی نہیں ۔

یہی وجہ ہے کہ تمام مبنیاء اس مبداءِ ضلالت و منہجِ جہالت (یعنی بُت پرستی) کی بیخ کنی کرتے چلے آئے اور ایمان بالغیب کی تاکید کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی پختہ خری آسمانی کتاب یعنی قرآن شریف میں اس رسمِ بد کے ہتھیال میں ہڑا زور دیا ہے اور ایمان بالغیب کی کمال تاکید کی ہے اور فرما دیا ہے کہ مُتَّقِ وہی ہیں جنکا عمل یومنون بالغیب پر ہے۔ اُس غیب الغیب ہستی پر اُن کو ایسا یقین ہے۔ کہ کوئی جسمانی وجود کوئی مجازی ہستی اُن کے دل کو اپنی نظر کھینچ نہیں سکتی۔ اُن کا اللہ ہی پر ایمان اور اُسی کی پرستش کرتے ہیں۔ خدا پر اُن کا ایسا ندر اور ایمان ہے۔ کہ گویا اُس ہستی واجب کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اور اُس کا رُعب اور ہیبت اُن کے دلوں پر ایسا مسلط ہے

کہ اُس کے ڈر کے مارے کوئی حرکت بھیجا۔ کوئی غلات تہذیب امر۔ کوئی گناہ اور کوئی بدکاری کر ہی نہیں سکتے۔ خدا تعالیٰ کا اس آخری آسمانی کتاب میں ایمان بالغیب پر کمال زور دینا حقیقت میں اُس کے مخائبہ اللہ ہونے کی زبردست دلیل ہے۔ اور تکمیل تنزیل کا پورا کفیل ہے۔ فی الحقیقت تقویٰ اور طہارت اور کل اعمال حسنہ کا سرچشمہ اُس غیب الغیب ہستی کا اعلیٰ درجہ کا یقین ہے۔ اور تمام بد اخلاقیوں۔ بد تہذیبیوں۔ حرام کاریوں اور بد اعمالیوں کی جڑ اُس تبرصت ہستی کا انکار اور بت پرستی اور مخلوق پرستی ہے ۔

حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے نبی۔ خلیفہ امد اور اول المرعین تھے۔ انہوں نے اپنی اولاد کو لقحید پر قائم رکھا۔ اُس زبردست ہستی کا یقین دلایا۔ بُرے کاموں اور بے حیائیوں سے باز رکھا۔ مگر افسوس ہے کہ آپ م کی زندگی ہی میں قابیل بیبانا لایق توحید کا مخالف نکلا۔ سرکشی اور شرارت پر کمر باندھی اور اُسکی اولاد بھی اُسی کے نقش قدم پر چلنے لگی۔ حضرت ہابیل جیسے نیک اور سمیع بندے کو اُس نے حسد اور عداوت سے قتل کر ڈالا۔ جس کی وجہ سے حضرت آدم م کو کمال رنج و الم ہوا۔ اور مد گا وِ الہی میں تضرع اور اتہال سے دعا کی۔ جس پر امد تعالیٰ نے اُن کو بشارت دی کہ بجائے ہابیل کے تجھے ایک اور فرزند صالح عطا فرماؤں گا جس کی نسل سے نبیوں کے سردار خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوں گے چنانچہ ہابیل کی وفات کے پانچ برس بعد حضرت شیث م پیدا ہوئے جنکو امد تعالیٰ نے نبوت کا درجہ عطا فرمایا۔ اور قابیل کی قوم کی ہدایت کے لئے اعلیٰ درجہ کا واعظ بنایا جس پر کسی قدر لوگ توحید اور اسلام پر قائم ہو گئے۔ اور کچھ گمراہ رہے ۔

حضرت شیث کی وفات کے کچھ عرصہ بعد قابیل کی اولاد پھر شرارت اور بکائی سرکشی اور حرام کاری پر آمادہ ہو گئی اور خدا شناسی کا راستہ بالکل چھوڑ دیا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتابوں کا ایک مدرس اعلیٰ اُن کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا اور یہ نبی خدا تعالیٰ کی کتاب کی درس و تدریس میں ایسا مشغول رہا کہ اس کا نام ہی اور لیس (اعلیٰ درجہ کا درس دینے والا) ہو گیا۔ یہ بڑا عالی مرتبہ۔ نبی صدیق۔ اور صاحب قدر رفیع تھا۔ اُس نے لوگوں پر توحید کا بڑا وعظ کیا اور لوگوں کو خدا کی وحدانیت۔ استبدازی اور عبادت پر قائم کیا۔ اور عرصہ تک لوگ راہِ راست پر قائم رہے۔

یہاں تک کہ اُن کی وفات کے بعد جب نئے محمدؐ کے آنے میں دیر ہوئی۔ تو پھر کثرت سے لوگ توحید کی راہ سے منحرف ہو گئے۔ اور وہ۔ یعوق۔ یسوع۔ نسر اور سواع وغیرہ وغیرہ توں کی پرستش کرنے لگے۔ اور سخت درجہ کی ضلالت اور جہالت اور بدعات میں گرفتار ہو گئے۔ وہ لوگ بڑے دولت مند اور آسودہ حقے شیطان پر ایک آؤر شیطان پڑھ گیا۔ عیش و عشرت میں غرق ہو گئے۔ خدا کو بالکل چھوڑ دیا۔ بت پرستی اور بد کاریوں کا سمندر موجزن ہوا۔ اللہ تعالیٰ جو رحمان و رحیم ہے اُس کی رحمانیت کبھی تقاضا نہیں کرتی کہ دنیا ضلالت اور جہالت کے طوفان میں ڈوبی رہے اور وہ اُن کی خیر لینے سے دست کش ہو جائے یا محنت اور الزام قائم کئے بغیر دنیا کو ہلاک کر دے جب دنیا کا یہ حال ہوا۔ تو یکایک اللہ تعالیٰ کی غیرت کو پھر حرکت ہوئی دنیا کی ہدایت کے لئے آمادہ ہوا۔ اُن کو ظلمات ضلالت سے نکال کر نورِ اسلام میں لانا چاہا۔ حضرت نوحؑ علیہ السلام جیسا زبردست اور اولوالعزم نبی

قرآن فرماتا ہے حضرت نوحؑ علیہ السلام سے کہ لوگوں میں سے۔ اعراف مہود۔ بنی اسرائیل۔ شواہج۔ مرمون۔ نمر زمان۔ حمان۔ انبیا۔ حکیم۔ مخرم۔ حاقہ۔

دنیا میں مبعوث کیا +

یہ مقدس نبی دنیا میں آیا۔ خدا کی توحید کا وعظ کہنا شروع کیا۔ اور خلقت کی خیر خواہی اور بہتری میں بڑے زور سے کوشش کی۔ اُن کی روحانی ترقی میں کمال درجہ پر سامعی ہوا۔ اُن کو گھر جا کر سمجھایا۔ ہر سربازار وعظ کیا۔ ظاہر پوشیدہ۔ خلوت اور جلوت میں ہر طرح سمجھایا۔ سرکھپایا۔ مگر سبچند سجدہ روحوں کے اور کوئی بھی توحید کے راستہ پر قائم نہ ہوا (فما امن معہ الا قلیل)۔ یہ گردن کش اور ناسپاس قوم بجائے اسکے کہ ایسے ناصح مشفق کی سنتی اور اُس خیر خواہ مادی کی قدر کرتی۔ لہذا اُس کی تخریب اور استیصال میں سامعی ہوئی۔ طے طے کی تکلیفیں دیں۔ ساقی پھونچائیں۔ طعن و تشنیع۔ تضحیک و استہزاء سے اُس کی ذہنی تیگ کردی۔ اُسے کھڑا ہونا دشوار ہو گیا۔ جب یہ نبی وعظ کے لئے کھڑا ہوتا کنکر تھرا کر پڑا اور اٹھنا نہ کر دیتی۔ کسی دفعہ استقدر مارا کرتے کہ حضرت نوح ۴ بیہوش ہو جایا کرتے اور اُن کے صاحب زادے وہاں سے اُٹھا کر گھبراتے +

باوجود اس حالت کے حضرت نوح ۴ کو برابر اپنے محبوب حقیقی کی طرف سے فتح و نصرت کی خوشبو آ رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری پہنچ رہی تھی کہ آخر کار کامیابی کا تاج تیرے ہی زین سر ہوگا۔ اُن کی عداوت اور مخالفت کی کچھ پروا نہ کر۔ اُنکی ایذا و تکلیف پر صبر کر۔ حضرت نوح ۴ بڑی صداقت بھری آواز سے فرماتے۔ کہ مجھے تمہاری مخالفت کی کچھ پروا نہیں میں ضرور خدا کا پیغام پہنچاؤں گا۔ تم میری لاکھ مخالفت کرو جو کچھ چاہو کرو۔ آخر کار حق کی فتح اور بطلان کی شکست ہے۔ تم سب کے سب نیست و نابود ہو جاؤ گے اور میں جیت جاؤں گا۔ یا قوم ان کان کبر علیکم مقامی و تذکیری بایات اللہ

فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْعَلِ امْرَأَتِي كَمَا تَشَاءُ أَلَيْسَ امْرَأَتِي بِكَافَّةً لَكَ
غَمَّةٌ ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تَنْظُرُوا إِلَيَّ

حضرت نوح علیہ السلام نے اُن کو فدائے غضب سے ڈرایا۔ اُسے
والے عذاب سے دھمکایا۔ مگر اُس گردن کش قوم پر اُس کا کیا اثر ہو سکتا تھا؟
حضرت نوح کی آواز اُن کے لئے چند بے جان الفاظ کا حکم رکھتی تھی۔ اُنہوں نے
دیکھا کہ یہ ایک بے حیثیت شخص ہے۔ جس کے پاس کوئی ظاہری سامان انتقام
لینے کا نہیں۔ بڑی گستاخی اور شوفی سے جواب دیا۔ کہ تو کہہ ہی کیا سکتا ہے؟
تیری بساط ہی کیا ہے؟ ایک بے کس۔ بے بس۔ اور بے حیثیت انسان۔
چند ذلیلے تیرے ساتھ ہوئے ہیں۔ اچھا جو چاہتا ہے کہ گزر۔ جس عذاب کی
دھمکی دے رہا ہے اُسے آ۔

اس طرح اُن کا پیانا نہ پُر ہوا۔ اُن کی گستاخیوں اور شرارتوں کی کوئی مد
نہ رہی۔ قہر الہی جوش میں آیا۔ ارادہ الہی اُن کے استیصال اور تعذیب کی طرف
متوجہ ہوا۔ اس قول کے موافق کہ تادل مرد خدا ناید بدروہ هیچ توئے را خدا
رُسا نکرد۔ حضرت نوح کا دل درو میں آیا۔ خدا کے حضور اُن کی شوفیوں اور
شرارتوں کی شکایت کی۔

فی الحقیقت حضرت نوح ۲ بڑے عالی حوصلہ اور اولوالعزم رسول تھے
یہ اسی پینمبر کا حوصلہ تھا کہ سائے نوسو برس اُس قوم میں رہے۔ اور
اس قدر سخت درجہ کی تکلیفیں اور اذیتیں اٹھائیں۔ حضرت نوح ۲ کی قوم
ایسی سنگدل اور غلیظ القلب تھی۔ کہ اُنہیں اُس بنی پر عداوت نہ آیا۔ سرکشی
اور شرارت میں بڑھتی چلی گئی۔ اور شریر بالطبع ہو کر اس قابل ہو گئی۔ کہ
سرے سے اُن کی جڑ ہی اکھیر دی جائے اور دنیا اُن کے منوں و جود سے

پاک اور صاف ہو جائے ۔

حضرت نوح علیہ السلام قوم کے نبض شناس تھے ۔ اُن کو معلوم ہو چکا تھا کہ یہ لوگ ایسے مفسد اور شیریں ہیں ۔ کہ ہرگز اُن کے پھینپنے کی اُمید نہیں ۔ بلکہ جو اُن کی نسل ہوگی وہ بھی شرارت اور فساد میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہوگی ۔ خدا کے حضور میں دُعا کی ۔ کہ اے پاک پروردگار ! یہ قوم ہرگز اصلاح پذیر نہیں ۔ بہتر ہے کہ اُن کے منحوس وجود سے دنیا کو پاک کیا جائے ۔ رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا ۔ انک ان تذرہم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا ۔ خدا تعالیٰ نے اُن کی دُعا منظور فرمائی ۔ اور حکم دیا کہ ایک بڑی کشتی بنا جو اُس میں بیٹھ جائیگا ۔ وہ نجات پائے گا ۔ باقی سب خدا تعالیٰ کے غضب کے طوفان میں غرق ہو جائیں گے ۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے ارشاد الہی کے موافق ایک کشتی بنائی ۔ جب آپ کشتی بنا رہے تھے ۔ وہ لوگ ہنستے اور خول کرتے تھے ۔ اور کہتے کہ یہ شخص دیوانہ ہو گیا ہے ۔ پانی کا کہیں نام و نشان نہیں ۔ اور یہ کشتی بنا رہا ہے ۔ اور ہم کو دھکا رہا ہے ۔ حضرت نوح ؑ نے بڑی خجیدگی سے جواب دیا ۔ کہ خیر ! فانظر منکم کما ننظر منکم جس طرح تم ہم پر ہنستے ہو ۔ عنقریب ہم بھی تم پر ہنسیں گے اور تم دیکھ لو گے کہ غضب الہی کس پر اور کس طرح نازل ہوتا ہے ؟ ۔ انجام یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ کا غضب جوش میں آیا ۔ سخت درجہ کی بارش شروع ہو گئی ۔ زمین سے چٹنے جاری ہوئے ۔ اور زمین آسمان ایک ہو گیا ۔ یہاں تک کہ تمام زمین پر پانی ہی پانی نظر آتا تھا حضرت نوح ؑ اور اُن کے ساتھ والے کشتی پر سوار ہو گئے ۔ اور قہر الہی کے دریا سے سٹا پائی ۔ کفار ناچار سب کے سب فرق طوفان ہوئے ۔ حضرت نوح کا بیٹا اور بیوی بھی

۱۔ حضرت نوح ؑ اور حضرت نوح کی بیوی کا ذکر سورہ قیوم میں ہے اور حضرت لوط کے بیٹے کا ذکر سورہ ہود میں ۔

کفر کی شامت سے ڈوب مرے اور کفن کی حالت میں ایک بنی کی قزابت نے انکو کچھ فائدہ نہ دیا۔ اس طرح اس مامور من اللہ حضرت نوح بنی اللہ کے سب مخالف ذلت اور مذاب کے لچہ عینق میں غرق ہو گئے۔ اور حضرت نوح نے نصرت اور کامیابی کا تلخ پہنا۔ اور عزت اور سرفرازی کے تخت پر جلوہ افروز ہوئے۔

حضرت نوح کے حالات با برکات کو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور صداقت کے ساتھ یہ تعلق ہے۔ کہ حضرت نوح ۴ پر لے درجہ کی بت پرست قوم میں مبعوث ہوئے تھے۔ اور قوم کو توحید کی راہ دکھانے کے لئے بڑی مشقت اٹھاتے تھے۔ مگر یہ ناسحق شناس قوم بخر محدودے چند آدمیوں کے حضرت نوح ۴ پر ایمان نہ لائی۔ بلکہ اُس مقدس بنی کے سخت برخلاف اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور پر لے درجہ کی اندائیں آجناب کو پہنچائیں۔ پتھر مارنے زخمی کوئے۔ یہاں تک کہ آخر اُس قوم کا پیمانہ پُر ہوا۔ نجات الہی پوری ہوئی۔ غضب الہی جوش میں آیا۔ تمام قوم ہلاک ہو گئی۔ اور جو کشتی نوح ۴ پر چڑھ گیا۔ وہی سلامت بچا۔ حضرت نوح ۴ کا بیٹا اور بیوی جو نافرمان تھے وہ بھی ہلاک ہو گئے اور اُن کو حضرت نوح ۴ کی رشتہ داری نے کفن کی حالت میں کچھ فائدہ نہ بخشا۔

اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرب کی بت پرست قوم میں مبعوث ہوئے۔ اُن کو توحید کی ہدایت کی۔ اور ہر طرح اُن کی بہتری اور نجات کے لئے سعی کی۔ مگر اُس ناسپاس قوم نے ذرا بھی خیال نہ کیا اور ہجرت تک بہت ہی کم لوگ آں جناب ۴ پر ایمان لائے۔ ساری قوم آپ کے برخلاف اٹھ کھڑی ہوئی۔ اپنے اور بیگانے سب دشمن ہو گئے۔ آپ کو پر لے درجہ کی تکلیفیں پہنچائیں۔ پھر مارے۔ زخمی کیا۔ راہ میں کانٹے بکھیرے قتل اور قید

کے ورپے ہوئے۔ مگر آخر کار بدر کے دن اُن کا پیانہ پُر ہوا۔ قریش کے
بھیسے بہادر مارے گئے۔ قوم کا سارا زور ٹوٹ گیا اور آخر اللہ مر سب کے سب
ہلاک ہو گئے۔ اور صرنا انہیں لوگوں نے نجات پائی جو نوح ؑ کی طرح احمدی
کشتی پر سوار ہو گئے۔ آنحضرت ؐ کے سب بے ایمان رشتہ دار چچا ابو جہل
تک قتل ہو گئے۔ اور بے ایمانی کی حالت میں اُن کو اُن کی قواہت نے کچھ
فائدہ نہ دیا۔ وخسر هنالك المبطون وقلل من لاروهم کارهون *

حضرت ہود علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ جو لوگ کشتی پر سوار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ
نے اُن کی اولاد میں بڑی برکت کی۔ کہ وہ بہت جلد کثرت سے پھیلے۔ مگر
کچھ عرصہ کے بعد وہ اُس واقعہ کو بھول گئے۔ جو حضرت نوح ؑ کی قوم پر واقع
ہوا تھا۔ اور پھر سخت بُت پرستی کی طرف مائل ہوئے۔ یہ لوگ بڑی بڑی
مضبوط عمارات محض نام و نمود کے لئے بنایا کرتے۔ باغ ارم بھی انہی کا مشہور
ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی طرف حضرت ہود ؑ اور قوم ثمود کی
طرف حضرت صالح ؑ کو ہدایت کے لئے بھیجا۔ یہ دونوں قومیں بڑی متکبر۔ جاہل
اور انہر تھیں۔ حضرت ہود ؑ نے ان کے ضلع احقاف (ریت کے پھل) میں وعظ
شروع کیا۔ مگر تھوڑے ہی آدمی اُن پر ایمان لائے۔ باقی سب اُن کی سخت

طرح سے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے قصبہ کے بعد فرمایا ہے تالاعن ابنالطیب
وصیہا الیک ما کنت تعلم انک ولا تدرک من قبل هذا فاصبر ان العاقبة للمتقین یہ نبی غیر بیچ تم پر
دیکھ کر لے ہر اس پیشینہ تو اسے تیرے ہم ان قصص واقف تھی سر حضرت نوح ؑ کی طرح صبر کر لگے پہلے کفار کی ہر ہر نام نیک متقین کے لئے
ہوا کا ہو گا۔ یہ اس قصہ میں بڑی قنداد مبارکی بشارت ہے۔ آنحضرت ؐ کے انجام تک یہ جو مرتبہ داخل کی

تکذیب اور تحقیق کرتے اور دن رات ٹھٹھوں میں اُڑاتے اور کہتے کہ ہمارے
 بتوں نے جنکی یہ دن رات مذمت کرتا ہے اُسے پاگل کر دیا ہے۔ جب ابھی سرکشی
 حد کو پہنچی منینہ برسا بند ہو گیا۔ اور سخت وجہ کا قحط ہوا اور سات سال تک
 یہی حال رہا۔ مارے بھوک کے جان سے بے قرار ہوئے۔ مگر اُن کی حالت تا حال
 درست نہ ہوئی۔ بلکہ حضرت ہودؑ کو ہنسی کی راہ سے کہتے کہ بس اسی قحط سے
 درست تھے جو اتفاقیہ پڑ گیا۔ وہ عذابِ عظیم کہاں ہے جس کا تم وعدہ دیتے
 تھے؟ اس پر غضبِ الہی بھڑکا۔ دور سے ایک بادل نمودار ہوا قالوا ہذا عارض
 مضطربنا۔ لویہ بادل ہم پر برے گا اور قحط بھی دور ہوا۔ بل ہوا مستحکم بد ریخ
 فیہا عذاب الیم۔ لیکن وہ رحمت کا بادل نہیں تھا۔ بلکہ غضبِ الہی کا نشان تھا
 اُس کے ساتھ ایسی تندہوا شروع ہوئی جو برابر سات رات اور آٹھ دن رہی اس
 غضبِ الہی کے بھڑکتے سبز ہود اور اہل ایمان کے جو قوم سے الگ ہو گئے تھے
 سب کے سب برباد اور ہلاک ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کو کی سورتوں میں اکثر بیان کیا ہے۔ اور اس وجہ سے
 یہ ایک بڑی زبردست پیش گوئی کفار مکہ کی ہلاکت کی۔ اور اعلیٰ درجہ کا ثبوت
 آنحضرتؐ کی نبوت کا۔

حضرت صالح علیہ السلام

یہ قوم ثمود میں بنی ہو کر آئے۔ یہ لوگ بڑے آسودہ اور مالدار تھے۔ پہاڑوں کو
 کسیدہ کرید کر بڑی بڑی مضبوط غار میں بنایا کرتے۔ باغ و زراعت کثرت سے

لہٰذا قرآنِ فہرین میں حضرت ہود کا قصہ ان سورتوں میں ہے۔ اعراف۔ ہود۔ شعراء۔ نمل۔ حم۔ سجده

ادایات۔ نمل۔ قر۔ مائدہ۔ اخلاق۔

موجود۔ پتھے اُن کے مُلک میں جاری تھے۔ وادِ القدری اُن کا مسکن اور حجام
 اُن کے مُلک کا نام تھا۔ حضرت صالح نے ہر چند اُن کو سمجھا۔ مگر وہ راہِ راست
 پر نہ آئے۔ بلکہ حضرت صالح سے کہنے لگے۔ کیا صالحیت یہی ہے۔ کہ بھوکہ دہے
 آبا و اجداد کے مذہب سے برگشتہ کرنے لگے۔ تم تو ہونا معلوم ہوتے تھے
 کہ باپ دادا کے نام کو روشن کر دو گے۔ یہ کیا کام کرنے لگے۔ ٹھیک اسی طبع
 جس طرح ہمارے رسول مقبول ص کو کفار کہہ رہے تھے۔ حضرت صالح نے توحید
 کے دلائل دیے۔ اپنی صداقت ثابت کی۔ مگر اُن کی قوم اسپر بھی ایمان
 نہ لائی۔ بلکہ جیسا کہ اُمم سابقہ کا دستور تھا عذابِ الہی کی درخواست کرنے لگی۔
 حضرت صالح کی ایک اونٹنی تھی جو خدا کی طرف سے ایک نشان تھی۔ جب
 وہ پانی پینے جاتی۔ تو تمام جانور اُسے دیکھ کر بھاگ جاتے۔ آخر یہ ٹھیرا کہ ایک
 دن وہ اونٹنی پانی پی لیا کرے۔ ایک دن اور جانور۔ حضرت صالح نے یہ
 بھی کہہ دیا۔ کہ یہ اونٹنی ہمارے تمہارے درمیان ایک فیصلہ کا نشان ہے اگر
 اسے نہ چھیو گے۔ تو سلامت رہو گے۔ اگر اس سے تعرض کیا۔ غضبِ الہی میں
 پکڑے جاؤ گے۔ وہ سب سننے لگے۔ آخر ایک کم بخت قوم جو اُٹھا تو اُس نے آئے
 دن کا فیصلہ کرنے کے لئے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ اللہ کی نجات
 پوری ہوئی۔ تین دن اُن کے لئے میعادِ عذاب ٹھیری۔ اس پر بھی وہ رو براہ
 نہ ہوئے۔ آخر تین دن کے بعد بجلی کی کرک اور دھشت سے ہلاک ہو گئے۔

حضرت رسولِ کَریم کے ساتھ اس قصہ کا تعلق بہ حیثیت اثباتِ نبوت
 کے یہ ہے کہ جس طرح یہ قوم اپنے پیغمبر کی تکذیب کی وجہ سے تباہ اور ہلاک

لہِ قرآنِ شریف میں ان کا قصہ ان سورتوں میں ہے۔ اعراف۔ صود۔ شعرا۔ نحل۔ حجر۔ احقاف۔

بقیہ اسرائیل۔ عنکبوت۔ جم سجدہ۔ ذاریات۔ قمر۔ حاقہ۔ فجر۔ شمس +

ہوشی۔ اسی طرح مکہ کے کفار اور اسلام کے مخالف ہلاک ہوں گے *

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیمؑ کے نام مبارک سے تمام دنیا آگاہ ہے۔ اُن کے باپ کا نام تارح تھا جس کا لقب آذر تھا۔ اُس کا پیشہ بُت پرستی تھا۔ جس زمانہ میں حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے ہیں۔ اُس زمانہ میں بابل کا بادشاہ منرد تھا۔ جو دعویٰ خدائی کرتا اور بُت پرستی کا بڑا حامی تھا۔ اُس نے خواب دیکھا تھا کہ ایک ستارہ ایسا نکلا ہے جس کے آگے آفتاب بھی ماند ہو گیا۔ جس کی تعبیر بخوبیوں نے یہ بتائی کہ ایک لڑکا ایسا پیدا ہوگا۔ جو تیری سلطنت کی رونق کھو دے گا۔ پناہ اُس نے بچوں کو مروانا شروع کر دیا۔ مگر حضرت ابراہیمؑ کو خدا نے محفوظ رکھا اور اُنہیں ایک غار میں پرورش پائی۔ اور بچپن ہی سے رشد و ہدایت کے آثار اُن چہرہ سے نظر آنے لگے *

حضرت ابراہیمؑ کی قوم بُت پرست اور ستارہ پرست تھی۔ جب آپ غار سے نکلے۔ تو ستارہ اور چاند اور سورج کو دیکھ کر گمان کیا کہ کیا میرے یہ خدا ہیں؟ جب وہ غروب ہو گئے۔ تو فرمایا کہ جو چیز غروب ہو جائے۔ اور اُس کی حالت بدل جائے وہ خدائی کے لائق نہیں۔ اِنی و جہت و جہی للذی فطر السموات و الارض حنیفا و ما آنا من المشرکین۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکی نسبت فرمایا ہے کہ وَلَقَدْ آتَيْنَا اِبْرٰهٖمَ رِشْدًا مِّنْ قَبْلِ وَاٰتٰنَا عَلٰمِیْنَ * جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو خلعتِ نبوت سے متلبس کیا۔ تو آپؑ

لہٰذا ان فرمودہ حضرت ابراہیمؑ کا ذکر ان سورتوں میں ہے۔ بقرہ۔ نسا۔ مریم۔ عمران۔ انبیا۔ شعرا۔ تکوین۔ انعام۔ توبہ۔ ہود۔

یوسف۔ ابراہیم۔ صافات۔ زمر۔ ص۔ ذاریات۔ متحہ۔ حدید۔ حج۔ اہلے۔ حجر۔ *

اپنے باپ اور قوم کو توحید اور اسلام کی طرف بلایا۔ چنانچہ یہ سارے وعظ و نعرہ شریف کی سورہ شعرا اور مریحہ و نوح میں موجود ہیں۔ زمرہ سے بحثیں ہوئیں اور اُسے قایل کیا۔ ایک دن حضرت ابراہیمؑ کی قوم جب اپنے ایک میلہ میں باہر گئی۔ تو آپ نے اُن کے تمام بتوں کو توڑ ڈالا۔ اور بڑے بُت کی گردنیں تہہ ڈال دیا۔ اُن کی بُت شکنی کا قصہ بڑے مزے کا ہے۔ جو سورہ انبیاء اور الصافات میں مذکور ہے۔ قوم جب میلہ سے پھر کر آئی تو آتے ہی تباہ گئی کہ یہ ابراہیمؑ ہی کا کام ہے۔ آگ بگولا ہو کر حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں جلانے کے درپے ہوئی۔ چنانچہ ایک بڑی آگ روشن کر کے اُن کو اُس میں ڈالا۔ مگر حضرت ابراہیمؑ کے عشقِ باطنی کی آگ اُس آگ پر غالب آگئی اور وہ بال بال بچ گئے۔ آخر حضرت ابراہیمؑ اُن کی بُت پرستی اور ایذاؤں سے تنگ آ کر وطن ہی چھوڑ گئے اور بابل سے شام کی طرف چلے گئے۔ وہاں اُن کے ماں بڑی عمر میں حضرت اسمعیل و اسحاق پیدا ہوئے۔ اور حضرت ابراہیمؑ بڑے آسودہ ہو گئے۔

حضرت ابراہیمؑ انبیاء بنی اسرائیل و بنی اسماعیل کے جدِ امجد ہیں۔ اُن کا رتبہ خدا کے نزدیک نہایت ہی بلند ہے۔ خدا تعالیٰ اُن کی نسبت قُلَّ الشَّیْطَانِ فَوَاتَا ہے۔ کہ وَاَتَمَّخَنِ اللّٰهُ اِبْرٰہِیْمَ خَلِیْلًا شَاہُ اِبْرٰہِیْمَ کو دوست بنا لیا۔ انجیل میں بھی حضرت ابراہیمؑ کا لقب خلیل اللہ لکھا ہے (یعقوب ۲ باب ۲۲)۔

حضرت ابراہیمؑ نے خدا کے راستہ میں جان۔ مال۔ آبرو۔ اولاد۔ برادری۔ عزت۔ وطن سب کچھ ترک کیا۔ اور خدا کے مقابل دنیا کی کسی چیز سے پیار نہ کیا۔ صرف اپنے مولے ہی سے پیار کیا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں اُن کی نسبت لکھا ہے کہ اِذْ قَالَ لَهُ رَبُّہٗ اِسْلِمْ۔ قَالَ اَسْلَمْتُ لربِّ الْعَالَمِیْنَ (لقہ) خدا نے ابراہیمؑ سے کہا کہ تو سب کچھ میرے حوالہ کر دے اور کلینتہ میرے تسلیم میرے آگے جھکا دے

ابراہیمؑ نے کہا کہ ہاں میں نے سب کچھ اپنے رب کے حوالہ کیا اور رب العالمین کے سامنے سرتسلیم جھکا دیا۔ اور اپنے تئیں بطور قربانی کے اُس کے آگے رکھ دیا۔ اس قربانی کا عملی ثبوت یہہ دیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو کفار نے سخت سے سخت ایذائیں دیں۔ زندہ کو جلتی ہوئی نار میں پھینکا۔ مگر اسد رسے حضرت ابراہیمؑ کی صداقت اور استقلال کہ خدا کی راہ میں اپنی جان کو فدا کرنا آسان سمجھا۔ آگ میں پھینکے گئے۔ اپنی جان کی قربانی دی۔ اُن تک زبان پر نہ لائے۔ اور یوں اپنے مولے اور رب رحیم کو خوشنود کیا *

اس کے بعد خدا کی راہ میں اپنا پیارا وطن بھی چھوڑ دیا۔ دنیاوی عزت و مال کی کچھ پروا نہ کی۔ اپنے بیٹے اسماعیل کو فدا کی راہ میں قربان کرنے کو تیار ہو گئے اور ہر ایک امتحان اور ابتلا میں کامل اور صادق نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے بندے کو صابغ نہ کیا۔ بلکہ بابل کی جگہ ہمیشہ کے لئے حضرت ابراہیمؑ اور اُن کی نسل کو کنعان کا ملک عطا فرمایا۔ جو دنیا میں حبثت مثال تھا۔ انہی جان کو ہر قسم کے دکھوں سے نجات دی۔ زرو مال آسودہ کیا۔ ایک بیٹے اسماعیلؑ کی قربانی کے بدلے میں حضرت اسحاقؑ اور اسحاق کے بعد یعقوبؑ اور کئی ایک اور بیٹے عطا فرمائے۔ نبیوں کا جد امجد اور پیشوا بنایا۔ بے شمار انبیاء آپ کی نسل سے پیدا کئے اور دونوں جہان میں آپ کو عزت و محرمت عطا فرمائی کہ سارا جہان سلام علی ابراہیمؑ۔ سلام علی ابراہیمؑ پکار رہا ہے۔ اور رحمت اور برکات درود اور صلوات کا ہمیشہ کے لئے مورد بنایا (وَجَعَلْنَاهُ لِسَانًا صَدَقَ فِي الْآخِرِينَ) اور سب سے بڑھ کر یہ فضیلت دی کہ تمام انبیاء کے سردار رسولوں کے امام۔ نبیوں کے خاتم حضرت محمد مصطفیٰ صلعم انہی کی نسل سے پیدا ہوئے *

اس نقشہ سے جو صداقت و ہدایت مُستنبط ہوتی ہے اب ہم اُسکا بیان کرتے ہیں :-

جس طرح حضرت ابراہیمؑ بُت تراش اور بُت پرست قوم کے درمیان سے مودت حنیف خدا کے خالص اور مخلص بندے نمایاں ہوئے - بتوں کو توڑا - خدا کے ساتھ رشتہ محبت جوڑا - اور تمام دنیا کے پیشوا اور امام بنے - اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرب کی بُت پرست قوم کے درمیان سے نکلے - قوم کی بُت پرستی سے بیزار ہوئے - بتوں کو توڑا - خانہ خدا کو اُس کی آلائش سے صاف کیا - اور خدا کی سچی توحید کو عرب میں قائم کیا *

جس طرح جناب ابراہیمؑ کو بت پرستوں کی شرارتوں کی وجہ سے اپنا پیارا وطن (بابل) چھوڑ کر - شام کی طرف ہجرت کرنا پڑا (وقال ابنی مہاجر الی ربی - ولتی ذاہب الی ربی سیہل دین - اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین مکہ کی ایذاؤں اور شرارتوں کی وجہ سے اپنا پیارا شہر مکہ چھوڑنا پڑا - دونوں نبیوں نے خدا کی راہ میں ہجرت کی - اور اللہ تعالیٰ نے اس ہجرت کو اُن کے لئے مبارک کر دیا - دنیا و دین میں اُن کو سرفراز کیا *

جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے خدا کی راہ میں اپنے جان - مال - عزت - وطن - سب کو خیر باد کہا - اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جان - مال - عزت - وطن سب چیز کو خدا کے لئے ترک کیا - جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو پہلے سے زیادہ سرفراز اور نواختہ کیا - اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں مہربند کیا - اور عزت - مال زیادہ عطا فرمایا - عمدہ لگانا عطا کیا - اور دونوں نبیوں کی جانوں کو کھار کے کمر اور غرارت سے سلامت رکھا - جس طرح جناب ابراہیم علیہ السلام ہر ساری قومیں

رحمت اور سلام بھیجتی ہیں۔ اسی طرح دنیا کی کثیر مخلوقات حضرت محمد مہول السلام پر دن اور رات درود و سلام بھیجتی ہے (سلام علیہ فی الاخرین) *
 پھر سب سے بڑی صداقت یہ ہے کہ جس سرزمین کے ہمیشہ کے لئے
 عطا فرمائے کا حضرت ابراہیم سے وعدہ ہوا تھا۔ وہ وعدہ کے موافق حضرت ابراہیم
 کے دوسرے بیٹے حضرت اسماعیل کو ابد کے لئے عطا فرمائی گئی۔ اور اس طرح تورات
 کی یہ پیشین گوئی پوری اور صادق ہوئی *۔

حضرت لوط علیہ السلام

حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے۔ جو ملک بابل میں اُن پر ایمان لائے اور حضرت
 ابراہیمؑ کے ساتھ ہجرت میں شریک ہوئے۔ شہر سدوم اور اُسکی نواح
 کے لوگ بڑے بُت پرست تھے۔ اور علاوہ بُت پرستی کے وہ لوگ ایسی حرکات
 نارِیبا کرتے تھے جو آج تک کسی قوم نے نہیں کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت
 لوطؑ کو نبی بنا کر اُس قوم میں بھیجا۔ مگر وہ اپنی بد فعلی سے باز نہ آئے اور حضرت
 لوطؑ سے بڑی بد سلوکیاں کرنے لگے۔ اور اُن کی شرارت حد سے بڑھ گئی۔
 خدا تعالیٰ نے غضب الہی کے فرشتے بھیجے۔ جنہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو تو
 حضرت اسحاقؑ کی پیدائش کی بشارت دی۔ اور حضرت لوطؑ کی قوم پر عذاب
 کا حکم لائے۔ یہ لوگ خوب صورت لڑکوں کی شکل میں حضرت لوطؑ کے پاس
 آئے۔ قوم نے اُن سے بھی وہ حرکت کرنی چاہی۔ جو کسی قانون اور ملک میں
 جایز نہیں۔ غضب الہی جوش میں آیا۔ بجلی کی کرک اور زلزلہ باری کی شدت
 بلکہ قرآن شریف میں حضرت لوطؑ کا قصہ ان سورتوں میں ہے۔ اعراف۔ انبیاء۔ نمل۔ شعراء۔ عنکبوت۔

ہود۔ حجر۔ نمر۔ ذاریات۔ صافات۔ تحیم۔

سے سدوم کی بتیاں اُلٹ پلٹ گئیں۔ اور سوائے حضرت لوط اور اُن کے اہل و عیال کے جو حکم الہی سے پہلے ہی نکل گئے تھے۔ اور کوئی دسپا۔ حضرت لوطؑ کی بیوی بھی جو کفر میں اُس قوم کی شریک تھی ہلاک ہو گئی +

حضرت لوطؑ کا قصہ قرآن شریف میں کئی جگہ آیا ہے۔ اور سورہ حجر میں تو اللہ تعالیٰ نے صاف فرادیا ہے۔ کہ لعمركہ انھم فی سبکتم یجھون تیری عمر کی قسم قوم لوط غفلت کی مستی میں اندھی ہو رہی تھی۔ آنحضرتؐ کی عمر کی قسم کھانا مرچا پیشین گوئی ہے۔ اس امر کی کہ تیری قوم بھی نشۂ غفلت میں سرشار ہے۔ سو عنقریب تیری زندگی ہی میں اپنی سرکشی اور مخالفت کا وبال چکے گی +

حضرت اسماعیل علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے صاحب زادے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی ۸۶ سال کی عمر میں فرعون کی بیٹی ہاجرہ مصری کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے۔ اور اس سے چودہ سال بعد یعنی ۱۰۰ سال کی عمر میں بی سارہ کے بطن مطہر سے حضرت اسحاقؑ متولد ہوئے۔ بی سارہ اور بی ہاجرہ میں بعض وجوہات سے ناچاقی پیدا ہو گئی تھی۔ جس کی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ اپنے پہلوٹے اور اکلوتے بیٹے اسماعیلؑ اور اُسکی ماں ہاجرہ کو حکم خداوندی سے ملک عرب کی اُس سرزمین میں چھوڑ گئے۔ جہاں مکہ واقع ہے اُس وقت مکہ کی زمین بالکل ویران اور غیر آباد تھی۔ حضرت اسماعیلؑ اور اُن کی ماں کی بربادی سے بہت سے لوگ وہاں آباد ہو گئے۔ اور مکہ ایک بڑا شہر بن گیا۔ بی ہاجرہ نے

لہذا قرآن میں حضرت اسماعیلؑ کا ذکر ان سورتوں میں ہے۔ بقرہ۔ مریم۔ انبیاء۔

اپنے یکے یعنی مصر کی ایک لڑکی حضرت اسماعیل کو بیاہ دی۔ اور اُس سے بارہ سردار پیدا ہوئے +

حضرت اسماعیل ۲ حضرت ابراہیم ۳ کو اس قدر عزیز تھے۔ کہ حضرت اسحاق کی پیدائش کا مژدہ ملنے کے بعد بھی خدا سے دعا مانگی کہ کاش اسماعیل تیرے حضور جیتا رہے پیدائش ۷ باب ۱۸ حضرت اسماعیل ۲ کی پیدائش سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم ۳ کی بے اولادی کا دکھ مٹ لیا۔ اور اُن کے پیدا ہونے سے حضرت ابراہیم کی تنائے دلی پوری ہوئی۔ اور وہ خداوند تعالیٰ کی خاص بشارت کے موافق پیدا ہوئے پیدائش ۱۶ باب ۱۰-۱۲ جیسا کہ حضرت اسماعیل کے نام سے ظاہر ہے کہ اُن کی ولادت سے آیل یعنی خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم ۳ کی دعائیں لی +

حضرت اسماعیل ۲ کی خاطر اللہ تعالیٰ کو یہاں تک منظور تھی۔ کہ اُن کی بابت حضرت ابراہیم ۳ کو متواتر ابھام ہوا پیدائش ۲۱ باب ۱۲ اُن کی پیدائش پر خدا کے فرشتہ کی معرفت حضرت ابراہیم ۳ کو بشارت ہوئی پیدائش ۱۶ باب ۱۱ جنگل میں اُن کی درو پاک آواز سن کر آسمان سے خدا کا فرشتہ اُن کی والدہ سے ہم کلام ہوا اور اسماعیل کی پرورش اور حفاظت کی بابت تاکید اور ہدایت کی اور اُن سے بڑی قوم بنانے کا وعدہ کیا۔ اُن کے لئے ایک چشمہ نکالا۔ اور ہمیشہ خدا اُن کے ساتھ رہا پیدائش ۲۱ باب ۱۷-۲۱ +

حضرت اسماعیل ۲ کی نسل خالص حضرت ابراہیم ۳ کی نسل ہے اور اس سے پیشتر کہ حضرت اسحاق ۲ پیدا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی نسل کو ہمیشہ کے لئے وعدہ کی زمین (یعنی کنعان کا ملک) جس میں وہ بابل سے ہجرت کر کے پروسیوں کی طرح وارد تھے۔ عطا فرمائے گا وعدہ کیا

پیدائش ۱۷ باب ۱۸) بی سارہ نے جب حضرت اسماعیلؑ کو وراثت ابراہیمی سے خارج کرنا چاہا۔ تو حضرت ابراہیمؑ کو یہ بات نہایت بُری معلوم ہوئی پیدائش ۲۱ باب ۱۱) اور خدا تعالیٰ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد کو بھی نسل ابراہیمی اور وارث قرار دیا پیدائش ۲۱ باب ۱۳) اور حضرت اسماعیلؑ کا منفصل ذکر خاص طور پر تورات میں کیا گیا۔

جس وقت حضرت ابراہیمؑ بی ہاجن اور اسمعیلؑ کو اُس سرزمین میں چھوڑ گئے۔ جو دشتِ فاران کے نام سے مشہور ہے۔ تو وہاں ہانی کا نام و نشان نہیں تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمعیلؑ کی خاطر ایک چشمہ نکالا۔ جو اب تک موجود ہے۔ اور چاہ زمزم کے نام سے مشہور ہے پیدائش ۱۴ باب ۱۹) فاران کے معنی ہیں دو بھاگنے والے۔ بی ہاجن اور حضرت اسماعیلؑ کنعان سے بھاگ کر اسی جگہ میں جھٹکتے پھرے اور اسی بیابان میں سکونت گزین ہوئے۔ اسی لئے اس بیابان کا نام دشتِ فاران ہوا۔ یعنی دو جنگل جس میں دو خدا کے بندے بھاگتے پھرے۔ مگر اُسی سرزمین میں واقع ہے خدا کی قدرت دیکھو۔ انہوں نے اُن کو چھوڑا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو قبول کیا حضرت اسماعیلؑ کی نسل سارے عرب میں پھیل گئی۔ اور تمام دنیا حضرت اسماعیلؑ کی نسل کے چھیاریوں کے آگے پہنچا کرتی اور اُن کے نام سے تھر تھرائی۔ مگر ان لوگوں نے نہ کسی کے آگے سجدہ کیا اور نہ تھر تھرائے۔ سب سے

لہ یہ جو تورات میں لکھا ہے کہ گریہ ابرہہ اسحاق سے بگا۔ اہل کتاب کی شرارت ملحق ہو گیا ہے۔ جلعط بابل میں تھریں و تہریں تھریں سبکی ہوئی تھریں تھریں کی آیت ناموں میں ملتی ہوئی ہے۔ اور اگر یہ کلمہ ٹیک بھی ہو تو اس کے یہ سننے ہو سکتے ہیں کہ گریہ ابرہہ اسحاق سے بگا یعنی پہلے نبوت بنی اسرائیل میں ہو گیا تو بنی اسماعیل کی باری ہو گی اور مذہب موعود کے معہ وارث ہو گئے جیسے کہ فی الواقع واقعہ ہوا ہے اور ۱۳۰۰ سال سے واقع ہیں۔

بڑی فضیلت حضرت اسماعیلؑ کو یہ ماحصل ہوئی۔ کہ انبیاء کے سردار افضل شہر
 حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیل نبی کی نسل سے متولد
 ہوئے تب وہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ جو پیدائش ۷۱ باب ۴۰ میں ہے کہ میں نے
 تیری دعا حضرت اسماعیل کے حق میں سنی۔ دیکھ میں اُسے برکت دوں گا اور
 اُسے برومند کروں گا۔ اور اُسے بہت بڑھاؤں گا۔ اور اُس سے جان سرحار
 پیدا ہوں گے۔ اور اُس سے بڑی قوم کروں گا۔ برکت دوں گا۔ برومند
 کروں گا۔ بہت بڑھاؤں گا۔ اگر یہ صرت دنیاوی وعدے ہوتے۔ تو
 کوئی نہی اور بشارت کی بات نہ تھی۔ لیکن روحانی ظاہری دونو طور پر یہ
 وعدہ بوسیلہ پیدائش آنحضرت صلعم ایسا پورا ہوا۔ آنحضرت ص دنیا کے بھی بادشاہ
 ہوئے اور دین کے بھی۔ خدا تعالیٰ کی بے انتہا رحمتیں اور برکتیں آپ پر نازل
 ہوئیں۔ کہ آج تک دنیا میں کسی پر نازل نہ ہوئی ہوگی۔ آپ نے عرب کی پریشا
 جماعتوں کو ایک قوم بنایا۔ اور تمام دنیا کو اخوت اسلامی کے سلسلہ میں منسلک
 کر کے ابد تک مبارک اور برومند ٹھہرایا۔ اور ظاہری باطنی۔ جسمانی اور روحانی تقد
 کامیابی حاصل کی۔ کہ دنیا میں اس کی ہرگز ہرگز نظیر نہیں ہے۔ جس وہ پیشگوئی
 پوری ہوئی۔ جو دانیال ۴ باب ۴۴ میں ہے۔ کہ آخر میں آسمان کا بادشاہ ایک
 سلطنت برپا کرے گا۔ جو تا ابد نیست نہ ہوگی۔ اور وہ سلطنت دوسری قوم کے
 قبضہ میں نہ پڑے گی۔ وہ ان سب مملکتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کرے گی
 اور وہی تا ابد قائم رہے گی۔ وہ پتھر آپ سے آپ پہاڑ سے نکل کر سب کو
 پاش پاش کرے گا۔ ہاں یہ وہی پتھر ہے جسے راجکروں نے ناپسند کیا۔ ہمدہی
 کوٹنے کا سرا ہوا۔ یہ خدا کی طرف سے ہے اور ہماری نظروں میں عجیب۔ یہ وہ
 پتھر ہے کہ جو اسپر گلا پس گیا۔ اور جس پر یہم جاکر گرا اُسے چکنا چور کر دیا۔ ہاں

خانہ کعبہ کی بنیاد تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت سے
موجود تھی۔ مگر طوفان نوح و غیرہ کے باعث اب صرف بنیادیں رہ گئی تھیں حضرت
ابراہیم علیہ السلام نے شہریت اپنے بیٹے اسماعیل کے اس خانہ محترمہ کو از سر نو
تعمیر کیا۔ اور اسی وجہ سے خانہ کعبہ بنائے ابراہیمی کہلاتی ہے۔ باپ بیٹا دونو
عمارت کے بنائے میں شریک تھے۔ اور خدا سے دعائیں مانگتے جاتے تھے کہ
پروردگار! ہماری اس خدمت کو منظور فرما۔ اس دعا کے ضمن میں اللہ تعالیٰ سے
یہہ دعا بھی کی کہ اللہ تعالیٰ نسل اسماعیل سے وہ آخری نبی جس کی بشارت
تمام انبیاء اپنی امتوں کو دیتے آئے پیدا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم دعائے ابراہیمی کہلاتے ہیں +

دعا

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً
مُسْلِمَةً لَكَ وَارْزُقْنَا مِنْكَ وَتُبْ عَلَيْنَا
إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ
وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ
آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ
وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

پروردگار! ہماری یہہ خدمت منظور
فرما۔ یقیناً تو دعا کا سننے والا اور نیات
کا جاننے والا ہے۔ پروردگار! ایسا
ہی کر۔ اور ہم کو اپنا فرمانبردار بندہ
بنا دے۔ اور ہماری نسل میں بھی
ایک گروہ ایسا پیدا ہو۔ جو تیرا سچا
فرمانبردار ہو۔ اور ہم کو ہماری عبادت
کے طریقے بتا دے۔ اور ہمارے

قصود کو معاف فرما۔ یقیناً تو بڑا ہی درگزر کرنے والا مہربان ہے (۴) پروردگار!

اہل مکہ میں ابھی میں سے ایک عظیم الشان رسول پیدا کر۔ جو انہی پر امتداد

کلام پڑھے۔ اُن کو آسمانی کتابِ حکمت کی باتیں سمجھائے۔ اور اُن کو پاک
اور مقدس آدمی بنائے۔ یقیناً تو سب بات کا اختیار رکھتا ہے۔ اور صاحب
تدبیر ہے (سورہ بقرہ۔ ۱۵۱ رکوع ۴)

اور مکہ کی رونق اور آبادی اور حضرت اسماعیلؑ کی بہبودی کے لئے جو کمال
دوسووی اور رقت کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ نے مناجات فرمائی۔ وہ سورہ
ابراہیم میں اس طرح منقول ہے:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ
هَذِهِ الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ
أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ رَبِّ إِنَّهُمْ
أَضَلُّنَا كَثِيرًا وَنَسِيتُ
فَاتَّخَذْتُ مَتًى وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ
رَحِيمٌ رَبَّنَا إِنِّي أَصَلْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي
بِوَادِعِ بَنِي زَمَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ
الْحَرَمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ
أَتِيدَةً مِنَ النَّاسِ نَهَوْنِي إِلَيْهِمْ
وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ
يَشْكُرُونَ رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا
خَفِيَ وَمَا نَعُلُنُ وَمَا يَخْفَى عَلَى
اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا
فِي السَّمَاءِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي
عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ

میرے پروردگار! اس شہر مکہ کو امن کی
جگہ بنا دے۔ اور مجھ کو اور میری اولاد کو
اس ضلالت سے بچا۔ کہ ہم بت پرستی
کرنے لگیں (۱) میرے پروردگار! کچھ
شک نہیں کہ ان بتوں نے اکثر لوگوں
کو گمراہ کر رکھا ہے۔ تو جس نے میری
پیردی کی (اور بت پرستی سے ہٹ گیا)
وہ میرا ہے۔ اور جس نے میری نافرمانی
کی۔ تو یقیناً تو ہی سختی والا مہربان ہے
اسکا معاملہ تیرے سپرد ہے، پروردگار! اے
میں نے تیرے مغز گھر کے پاس اس
بیابان مکہ میں جہاں زراعت وغیرہ کچھ
نہیں۔ اپنی اولاد لاکر بسائی ہے۔ تاکہ
اے پروردگار! یہاں لوگ نمازیں
پڑھیں۔ سو تو ایسا کر کہ لوگوں سے دل

رَبِّیْ لَسَبِّحُ الدُّعَاءِ رَبِّ اجْعَلْنِی
مُفِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا
وَتَقْبَلْ دُعَاءِ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِیْلِیْ
وَلِیَوْمِ یَقُومُ الْحِسَابُ ۝

اُن کی طرف مائل ہوں اور دوسرے مقامات کی پیداوار سے ان لوگوں کو روزی دے۔ تاکہ یہ تیرا شکر ادا کریں (۳) اے پروردگار! جو کچھ ہم چھپا یا ظاہر کرتے ہیں وہ سب تجھے معلوم ہے۔ اور اللہ پر تو کوئی چیز چھپی نہیں رہ سکتی نہ زمین میں نہ آسمان پر (۴) خدا کا شکر ہے۔ جس نے تجھے باوجود بڑھاپے کے اسماعیل اور اسحاق (دو) بیٹے عطا فرمائے۔ کچھ شک نہیں کہ میرا پروردگار دعا سننے والا ہے (۵) پروردگار! مجھ کو توفیق دے کہ میں نماز پڑھتا رہوں۔ اور میری اولاد کو بھی یہ توفیق عطا فرما۔ اور پروردگار! میری دعا منظور فرما (۶) اے پروردگار! جس دن اعمال کا حساب ہونے لگے۔ مجھ کو بھی اور میرے باپ کو بھی اور سب مومنوں کو بخش دیجو ۝

حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے بارہ رئیس پیدا ہوئے جن میں دوسرا قیدار تھا۔ قیدار کی نسل میں سے قریش لوگ سب پر غالب اور سب معزز اور اشراف خاندان سمجھے جاتے تھے۔ یہی لوگ کعبہ کے متولی تھے۔ اُن کا تمام عرب میں بڑا رسوخ تھا۔ کعبہ کی حرمت و عزت کی وجہ سے ان لوگوں کی بھی بڑی عزت و حرمت تھی۔ اور سارا عرب ان کی تعظیم و تکریم اور ہر طرح خدمت سجالاتا۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعا تھی۔ کہ اے خدا اس گھر کو با امن بنامے۔ سو اُن کی یہ دعا ایسی مقبول ہوئی کہ اُس وقت سے آج تک مکہ شریف میں برابر امن قائم رہا۔ اور کسی انقلاب کسی گردش میں کعبہ کی بے حرمتی ہونے نہیں پائی۔ نہ کعبہ پر کبھی تباہی آئی نہ امن میں خلل آیا۔ ایام جاہلیت میں بھی گو عرب کے اور مقامات میں اکثر جنگ و جدال

کا بازار گرم رہتا۔ مگر فائدہ کعبہ میں دشمن دشمن کو بھی پھیر نہیں سکتا تھا۔ اور نہایت درجہ کا امن قائم تھا۔ سورہ قریش میں۔ اپنی احسانات کی طرف قریش کو توجہ دلا کر اللہ تعالیٰ اپنی عبادت اور شکر کی طرف مایل کرتا ہے۔

حضرت اسماعیلؑ ذبیح اللہ کا قربانی کے لئے مخصوص ہونا۔ حضرت اسماعیلؑ کی فضیلت

اور حضرت ہاجرہ کے لٹدی ہوئی کی تردید

عرب کی متواتر روایات۔ تورات کے بعض مقامات اور قرآن وحدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اگرچہ حضرت ابراہیمؑ بنی ہاجرہ اور اسماعیل علیہ السلام کو ارشادِ خداوندی سے دشتِ فاران میں چھوڑ گئے مگر اس کے بعد بھی باپ بیٹے میں برابر ملاقات اور آمد و رفت جاری رہی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ شریف میں کئی دفعہ اپنی بیوی اور بیٹے کے پاس تشریف لاتے رہے۔ دونوں نے ملکر کعبہ کو از سر نو تعمیر کیا اور حج کعبہ کے لئے دنیا کو ترغیب دی۔ اپنی دنوں میں جب کہ ایک دفعہ حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے کے پاس یزین مکہ میں موجود تھے۔ ایک خواب دیکھا۔ کہ حکمِ خداوندی سے اپنے اکوڑے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کر رہے ہیں۔ اور بسکہ نبی کا خواب بھی ایک قسم کی وحی ہوتی ہے۔ اس کی تعبیر یہی تھی۔ کہ آپ ارشادِ الہی کو ہم سر و چشم تسلیم کریں۔ حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کے مقام میں لے گئے۔ اور وہاں قربان کرنا چاہا۔ مگر یہ صرف خدا کی طرف سے ایک ابتلا

تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ کا بال بیگانہ ہوئے دیا اور وہ
 صحیح سلامت بچ رہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیمؑ کی اس اطاعت پر
 کمال خوش ہوا۔ اور اس اطاعت کے بدلے میں دوسرا بیٹا اسحاق اور
 اسحاق کے بعد یعقوب عطا فرمایا۔ مقام منامیں جو اب تک حاجی لوگ
 قربانی کرتے ہیں۔ اس واقعہ کی یادگار ہے ۛ

اہل کتاب کا یہ قول ہے کہ حضرت اسماعیلؑ قربان نہیں ہوئے
 بلکہ حضرت اسحاقؑ۔ اور وہ اس پر دلیل یہ دیتے ہیں کہ اول تو تورات میں
 حضرت اسحاقؑ کا نام لکھا ہے۔ دوسرے مناکخان سے ۴۰ منزل دور
 ہے۔ ممکن نہ تھا۔ کہ حضرت ابراہیمؑ اتنی دور اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے لئے
 جائیں۔ تیسری حضرت ہاجرہ اور ان کا بیٹا اسماعیل وراثت سے خارج ہو چکے
 تھے اور حضرت اسماعیلؑ کو لدھی کا بیٹا تھا۔ اُسے یہ قرب حاصل نہیں ہو
 سکتا تھا۔ کہ خدا اُس کو قربانی کے لئے مخصوص کرے ۛ

قرآن شریف کی سورہ والصفات میں حضرت اسماعیلؑ کا ذبح ہوا لکھا
 ہے اور درحقیقت وہی ذبح کے لئے مخصوص ہوئے۔ ضرور معلوم ہوتا ہے۔ کہ
 ہم اس بارہ میں کسی قدر دلائل لکھیں۔ جس کے روتے اہل کتاب کے خیال
 باطل کا استیصال ہو جائے۔ سو اس امر پہ پہلی دلیل کہ جناب اسماعیلؑ
 قربانی کے لئے مخصوص ہوئے تھے یہ ہے کہ جب تینوں مذہبوں کے
 روتے حضرت اسماعیلؑ اور ان کی والدہ کا ملک حجاز میں پہنچ جانا ثابت
 ہے۔ اور اس کے بعد بھی باپ بیٹے کے درمیان عرب سے کنعان تک
 برابر آمدورفت جاری رہی ہے۔ یہاں تک کہ حضرت ابراہیمؑ کی وفات کے
 وقت بھی حضرت اسماعیلؑ باپ کے پاس موجود تھے (پیدائش ۴۵ باب ۸-۹)

اور حضرت ابراہیمؑ حبشیا اعلیٰ اور مقدس نبی یہ بے جا زیادتی روا رکھ نہیں سکتا۔ کہ جب وہ اپنی بیوی اور بیٹے کو اتنی دُور غیر ملک میں چھوڑ آیا ہے۔ تو پھر وہ اُن کی کبھی خبر تک بھی نہ لے۔ تو حضرت ابراہیمؑ کا بمقام منا قربانی کرنا کچھ بھی بعید نہیں۔ اور قرآن شریف اور عرب کی متواتر روایات سے تو یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ دولہے ملکہ کعبہ شریف تعمیر کیا پس جب باپ بیٹا ملکہ دونوں اتنے بڑے کام سرانجام کرتے رہے۔ تو حضرت ابراہیمؑ کا بیٹے کو وہاں ذبح کے لئے مخصوص کرنا کونسا محلِ تعجب ہے؟

دوسری دلیل پیدائش ۲۲ باب ۱۶-۱۸ میں لکھا ہے کہ خدا نے ابراہیمؑ کو فرمایا۔ میں نے اپنی ذات کی قسم کھائی ہے۔ اس لئے کہ تو نے ایسا کام کیا اور اپنا اکلوتا بیٹا بھی دینے نہ کیا۔ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا۔ اور آسمان کے ستاروں کی مانند تیری نسل کو نہایت فراوانی بخشوں گا۔ اور تیری نسل اپنے دشمنوں کے دروازوں کی وارث ہوگی۔ اور تیری نسل سے زمین کی ساری اُمّتیں برکت پاوئگی۔ انتہے +

چونکہ اکلوتا بیٹا سوا حضرت اسماعیلؑ کے حضرت اسحاقؑ کو نہیں کہہ سکے اس لئے کہ حضرت اسماعیلؑ اپنی پیدائش سے ۱۴ سال تک اپنے باپ کے اکلوتے تھے۔ اور حضرت اسحاقؑ کی پیدائش کے وقت تو حضرت اسماعیلؑ چودہ سال کے موجود تھے۔ پس حضرت اسحاقؑ اکلوتے ہو نہیں سکتے۔ پس حضرت اسماعیلؑ ہی قربانی ہوئے + اور انہیں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دریغ نہ کیا۔ یعنی قربان کرنا چاہا۔ اور آسمان کے تاروں اور مِلّا کی ریت کی مانند حضرت اسماعیلؑ کی نسل کو خدا نے کیا۔ جس سے تمام عرب اور ترکستان بھرا پڑا ہے۔ اور یہودی تو دنیا میں صرف ۹۰ لاکھ رہ گئے ہیں۔ اور انہیں یعنی حضرت

اسماعیل ۲ ہی کی اولاد اپنے دشمنوں کے دروازوں کی یعنی بیت المقدس کی وارث ہوئی۔ اور اسی نسل سے زمین کی ساری اُمتیں ایمان کی برکت حاصل کر رہی ہیں۔ پیدائش ۲۲ باب ۱۸ اس لئے کہ اولاد ابراہیم ۲ میں اب کوئی ایسا پایا نہیں جاتا۔ جو ساری قوموں کی برکت کا باعث ہو۔ سوائے حضرت اسماعیل ۲ کی نسل کے یہودیوں کی بے برکتی ظاہر ہے۔ اور نصارا لوگ اپنا سلسلہ حضرت یافث بن نوح ۲ سے ملاتے ہیں۔ نہ حضرت ابراہیم ۲ سے۔ اور یہہ قوم نسل ابراہیمی سے بالکل منقطع ہے۔ پس دنیا میں نسل اسماعیل ہی ہے جس کے سبب دنیا کی سب قومیں ایمان اور عرفان کی برکتیں حاصل کر رہی ہیں۔ ✽

تیسری دلیل یہ ہے کہ استثناء ۲ باب ۱۵۔ ۱۷ میں لکھا ہے کہ اگر کسی کی دو جو رواں ہوں۔ ایک عجوبہ اور ایک مبغوضہ۔ اور پہلوٹا مبغوضہ سے ہو۔ تو پہلوٹا ہونے کا حق مبغوضہ ہی کے بیٹے کو حاصل ہوگا۔ کیونکہ وہ اُس کی اول حق کا ہے۔ پس جب کہ مبغوضہ کے بیٹے کا پہلوٹے ہوئے کے سبب سے یہ رتبہ ہے۔ تو حضرت ہاجرہ کے بیٹے کا پہلوٹا پن کون چھین سکتا ہے۔ جو حضرت ابراہیم ۲ کے نزدیک محبوب ہی تھیں۔ اور نہ مبغوضہ اور اُن کو پردیس میں نکالنا محض رنج و فساد اور ایک حکمت الہی کے لئے تھا۔ ✽

چوتھی دلیل یہ ہے کہ یہود میں ہمیشہ یہی دستور رہا۔ کہ ہر پہلوٹا خداوند کے لئے سمجھا جاتا تھا۔ (لوقا ۲۴ باب ۴۴۔ چنانچہ خروج ۲۲ باب ۲۴ و ۲۵ میں خدا فرماتا ہے کہ تو اپنے بیٹوں میں پہلوٹا مجھے دیجیو۔ ایسا ہی اپنے بیٹوں اور گوسفندوں سے کیجو۔ اور خروج ۱۳ باب ۲ میں ہے کہ سب پہلوٹے

میرے لئے مخصوص کر لیا۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم ؑ کے پہلوئے یعنی حضرت اسماعیل ؑ ہی خدا تعالیٰ کے لئے مخصوص کئے گئے۔
پانچویں دلیل یہ ہے کہ زمانہ اسلام سے پیشتر عرب میں دو قربانیاں مقرر تھیں۔ ایک عتیرہ یعنی وہ قربانی جو ماہ رجب میں کرتے۔ دوسری فزع یعنی پہلوئے بچے کا قربان کرنا (ارنیانامہ مطبوعہ آلہ آباد ص ۶۷ صفحہ ۲۹۰) پس اس فزع کی اصل بھی وہی قربانی حضرت اسماعیل ؑ کی ہے۔ جس کو حضرت اسماعیل ؑ کی نسل میں اہل عرب اپنی سنت آبائی سمجھ کر کرتے تھے۔ اور پشت در پشت یہ رسم اس بات کی یادگار رہی۔ کہ ہمارے آباد میں سے کوئی پہلوئیوں خدا کے لئے قربان ہونے لگا تھا۔ اور یہ صیح دلیل ہے حضرت ابراہیم ؑ کے پہلوئے یعنی حضرت اسماعیل ؑ کے قربان ہونے کی۔

چھٹی دلیل یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے فاتبعوا ملة ابراهيم حين فاضل حضرت ابراہیم ؑ کی سنت کی پیروی کرو۔ اور حضرت ابراہیم ؑ کی بڑی سنت قربانی کرنا بھی تھی۔ سو یہود و نصارا میں قربانی کا دستور ترک ہو جانے اور مسلمانوں میں اسکا رواج باقی رہنے سے صاف ثابت ہے کہ حضرت اسماعیل ؑ کی قربانی کی وجہ سے مسلمان ہی خدا کے حضور اس خدمت کے متفق ٹھہرے۔ اور سب کو معلوم ہو گیا کہ حضرت اسماعیل ؑ ہی قربان ہوئے کو گئے تھے۔ تب خدا نے مسلمانوں میں اسے ابدی میراث اور دائمی رسم ٹھہرایا۔ اور یہود و نصارا اس سنت ابراہیمی سے ممنوع اور محروم رہے۔
ساتویں دلیل یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انا ابن الذبیحین میں وہ ذبیحوں کا بیٹا ہوں یعنی ایک حضرت اسماعیل ؑ کا جو خدا کی راہ میں قربان ہونے کے لئے مخصوص ہوئے۔ اور دوسرا جناب

عبداللہ کا جو آنحضرت م کے والد کرم تھے اور وہ بی بی وحی ہونے کے لئے مخصوص کئے گئے تھے۔ پس آنحضرت م ایسا ہرگز فرما نہیں سکتے تھے تا وقتے کہ فی الواقعہ یہ دونوں واقعات ظہور میں نہ آئے ہوتے۔ اور آنحضرت م کی قوم یعنی اہل عرب کو تو اثرات سے یہ بات معلوم نہ ہوتی ۔

آٹھویں دلیل یہ ہے کہ رومیوں میں یہ ایک خاص رسم تھی۔ کہ جب ایک بیوی کو وفادار اور نیک جانتے تھے۔ تو اسے درجہ بڑی بیوی کا دیتے تھے۔ اگرچہ وہ لونڈی ہوتی۔ جس وقت وہ ایک لونڈی سے نکاح کرتے تھے۔ اولاد اسکی نکاحی بیوی کے برابر متصور ہوتی تھی۔ اور قرین میں خفیت کی نسبت کچھ فرق نہیں تھا۔ دونوں کی اولاد برابر حق حصہ لینے کا باپ کے مال سے رکھتے تھے۔ لیکن اولاد کھنچی (رنڈی) کی بالکل اس حق سے خارج تھی (سیرالاسلام صفحہ ۲۲۰ باب ۵) ایسا ہی مصریوں میں بھی لونڈی کی اولاد صحیح النسب اور آزاد سمجھی جاتی تھی (قدیم تاریخ مصر ولن مطبوعہ الہ آباد گورنمنٹ پریس ۱۹۶۷ء صفحہ ۱۴۸ نمبر ۴۸) اور پھر یہ کہ حضرت یعقوب کی اولاد دو بیویوں اور دو لونڈیوں سے تھی (پیدائش ۳۵ باب ۲۵-۲۶) اور سب بارہویں فرقے میں اسمائیل کے انہی کی نسل سے ہیں۔ اور بلہ اور زلفہ لونڈیوں کی اولاد باقی اولاد اسمائیل سے کم درجہ نہیں سمجھی جاتی ہے۔ پس اگر نفرض محال حضرت ہاجرہ کو لونڈی بھی قرار دیا جائے۔ تاہم اُن کی اولاد کو حضرات ابراہیم کی وراثت سے خارج کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اور ضرور وہ بھی روحانی اور جسمانی ہر قسم کی برکت کی مستحق اور برآمدی کے لائق ہے اور قربانی کے لئے چھوٹے بچے کے قابل و

نویں دلیل یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی قوم کسی دفعہ ساری کی ساری بت پرستوں وغیرہ کی غلامی میں رہی ہے۔ مثلاً پہلی دفعہ کوشن رستیم کی غلامی میں پڑی (قاضی ۳ باب ۸-۱۰) دوسری دفعہ باریجلون شاہ مواب کی غلامی میں (قاضی ۳ باب ۱۲-۱۳) تیسری دفعہ فلسطیوں کی غلامی میں (قاضی ۳ باب ۲۱) چوتھی دفعہ کنعان کے ایک بادشاہ یمین نامی کے (قاضی ۴ باب ۱-۲) پانچویں دفعہ فلیٹیوں کی غلامی میں (قاضی ۶ باب ۱-۱۰) چھٹی دفعہ فلسطیوں اور امونیوں کی غلامی میں (قاضی ۱۱ باب ۱) اس کے سوا کبھی بابل والوں (۲ تواریخ ۳۴ باب ۲۰) کبھی مصریوں۔ کبھی اسوریوں اور کبھی رومیوں کے ہاتھ بار بار پشت در پشت وہ بکتے اور غلام بنتے رہے۔ یہاں تک کہ دنیا کی کوئی قوم سوا حبشی غلاموں کے یہودوں کی طرح ہرگز پشت در پشت بار بار بکتے نہیں رہے۔

پھر پیدائش ۷ باب ۲۸ میں لکھا ہے کہ حضرت یوسف کو ان کے بھائیوں کے ہاتھ سے اسماعیلی قافلہ نے بیس روپیہ ویکر مول لیا تھا۔ پس بنی اسرائیل کی غلامی کی بنیاد اور شروع حضرت اسماعیل ہی کی اولاد کے ہاتھ سے ہوا۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ حضرت یوسف کو اسماعیلی قافلہ نے مول لیا۔ اور حضرت یوسف ۲ کے آگے مصر میں ان کے سب بھائی غلام بنے تھے۔ چنانچہ حضرت یوسف ۲ کے خواب کی یہی تعبیر تھی (پیدائش ۷ باب ۱۰) اور حضرت یوسف ۲ کے سامنے سب بھائیوں نے اپنی غلامی کا اقرار کیا (پیدائش ۴ باب ۱۰) پس اس حساب سے تمام بنی اسرائیل حضرت یوسف ۲ کے غلام

اور اولاد اسماعیل کے غلام در غلام ٹھہرتے ہیں۔ شاید یہ سزا اسد لعانی کی طرف سے اس لئے ہوئی ہو کہ اہل کتاب حضرت ہاجن کو حقارت کی راہ سے لونڈی کہتے ہیں۔ اب دیکھئے کہ تمام دنیا میں ایسی کوئی قوم نہ سنی ہوگی۔ جو یہود کی طرح انہما ہی سے قوم کی قوم بار بار غلامی میں رہی ہو۔ اور ایسی قوم بھی دنیا میں نہ سنی ہوگی۔ جو ہمیشہ سے غلامی کا تو کیا ذکر ہے۔ کبھی کسی کے ماتحت بھی نہیں رہی۔ اور وہ حضرت اسماعیل کی اولاد اہل عرب میں (کشف الاثر پادری مریم صاحب صفحہ ۳۴۱ باب ۱۱۲)۔

چنانچہ گاڈ فری ہیگنس صاحب اپنی کتاب کی دفعہ ۵۴ میں لکھتے ہیں۔ کہ اگر کلام برحق میں محکوم کچھ اور تعلیم نہ ہوئی ہوتی۔ تو میں اکثر یہی خیال کرتا۔ کہ انصاف کے ساتھ مکانات صرف اہل عرب کی قسمت میں ہوئی۔ جو اولاد حضرت اسماعیل کی ہیں۔ اور قسمت میں یہودیوں سے برتر اب اعلیٰ ہیں۔ کیونکہ یقیناً کوئی ترجیح نہ دے گا۔ ان لوگوں کی تقدیر دنیاوی کو جن پر اب تک خدا کی مہر رہی۔ قسمت پر جنگلی اور خود مختار اور بلند حوصلہ اور مہمان پرور قوموں ملک عرب کے جو کبھی مغتوح نہ ہوا۔ اسماعیل کی اولاد کے نام سے کل دنیا کو لرزہ آتا تھا اور ان کے تھیادوں کو سجدہ کرتے تھے۔ مگر انہوں نے نہ کبھی سجدہ کیا اور نہ لرزے۔ اور محکوم امید ہے۔ کہ وہ کبھی ذکر کریں گے۔ اب دونوں کی تقدیر اور ان کے خاندان کا حال جان کر خارج کیا ہوا اسماعیل بہتر ہے۔ بہ نسبت ناز پروردہ اسحاق کے جو مورث اعلیٰ ان لوگوں کے ہیں۔ جنہ خدا کی مہر ہے۔ یعنی یہود کی دازاپالوجی مفسدہ گاڈ فری ہیگنس صاحب مطبوعہ لندن ۱۸۹۰ء

لے کہ بن اسحاق بن اسماعیل پر فضیلت رکھتے ہیں *

دسویں دلیل یہ ہے۔ کہ بائبل مردہ کے رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُن عورتوں کی نسل میں سے تھے۔ جنکا نام لینا بھی بڑی بے شرمی کا باعث ہے۔ مثلاً اوریا کی جورو بنت سیج (۲ سمویل ۱۱ باب ۲-۵) راحاب فاحشہ (یشوع ۲ باب ۱) یہودا کی بہو تھمر (میدایش ۳۸ باب ۱۸) روت (روت ۴ باب ۴) اور یہہ سب حضرت عیسیٰ کی بلکہ بعض اُن میں سے حضرت داؤد کی پردادیاں انجیل میں لکھی ہیں۔ (متی ۱ باب ۱) پس اگر حضرت عیسیٰ کا رتبہ ایسی فاحشہ عورتوں کے وجود سے کچھ گھٹ نہیں گیا۔ تو حضرت اسماعیل کا مرتبہ حضرت ہجرہ کی وجہ سے بضرر محال وہ لونڈی ہوں بھی۔ تو کیونکر گھٹ سکتا ہے۔ بن کی نسل میں کوئی عورت فاحشہ نہیں گذری۔

یاد رہو یہ دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو انسان کے اعمال نیک اور صالحیت۔ تقویٰ اور طہارت سے تعلق ہے۔ اُسے اس بات سے کیا تعلق۔ کہ کوئی شخص لونڈی کا بیٹا ہے یا آزاد کا۔ اسکے نزدیک جو صالح ہیں وہی شریف ہیں۔ جو ایمان لارہے ہیں۔ ہی ابراہیم کے فرزند ہیں۔ (گلبتی ۳ باب ۵) اِن اکر مکم عند اللہ الفا کہ۔ (تم میں سے سب سے زیادہ ستمی۔ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ شریف ہے۔ پس اگر حضرت اسماعیل خدا کے فرماں بردار ہیں۔ اور خدا ہمیشہ اُن کے ساتھ تھا۔ اور وہ وفات کے بعد بھی اپنے لوگوں میں جاسے۔ اور دنیا میں توحید کو قائم کیا۔ خدا تعالیٰ کے کرم گھر (خانہ کعبہ) کو تعمیر کیا۔ تو وہ کیوں نہ معزز اور شریف۔ خدا کے مقرب اور وعدہ کے وارث ٹھہریں گے۔ خصوصاً جبکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے بار بار برکت اور ہمدردی کا وعدہ فرمایا۔ اور

آخر کار کنعان کا ملک وعدہ کے موافق ہمیشہ کے لئے اُن کی اولاد کو عطا فرمایا۔ اور حضرت محمد بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا ابراہیمی مذہب کا واعظ اُن کی نسل سے پیدا ہوا۔

بارہویں دلیل یہ ہے کہ توریت مروجہ ہے بھی حضرت اسماعیل ؑ کی فضیلت حضرت اسحاق سے کچھ کم ثابت نہیں ہوتی۔ جو یہ کہا جائے کہ حضرت اسماعیل اس قابل نہ تھے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی قربانی کے لئے حکم کرے۔ توریت مروجہ میں جس طرح حضرت اسحاق کے لئے برکت اور برومندی کے وعدے ہیں اُسی طرح حضرت اسماعیل کے لئے بھی موجود ہیں۔ (پیدائش ۲۵ باب ۱۱) (۱۲ باب ۲۰) جس طرح پر اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ پر رحم کی نظر کی۔ اور اسحاق کے عطا فرمائے سے اُن کا دکھ سُن لیا۔ (پیدائش ۲۸ باب ۱) ایسا ہی حضرت ہاجرہ کا دکھ دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل ؑ کا سافرنہا جہند عطا فرمایا۔ (پیدائش ۱۶ باب ۱) جس طرح حضرت اسماعیل ؑ حضرت ابراہیم ؑ کے بڑھاپے میں پیدا ہوئے۔ اُسی طرح حضرت اسحاق ؑ بلکہ حضرت اسماعیل ؑ کی پیدائش کی خوشی زیادہ تھی۔ جو پہلے تھے۔ اور حضرت اسحاق ؑ کی پیدائش پر تو حضرت اسماعیل ؑ ۱۴ سال کے موجود تھے۔ یہ اگر حضرت اسحاق ؑ کی پیدائش پر حضرت سارہ کو ہنسنا نصیب ہوا۔ تو حضرت اسماعیل ؑ کا نام ہی ظاہر کر رہا ہے کہ اُن کے پیدا ہونے سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم ؑ و ہاجرہ کی سُن لی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی رفاقت اور معیت حضرت اسحاق ؑ کے ساتھ تھی اُسی طرح حضرت اسماعیل ؑ کے ساتھ بھی (پیدائش ۲۸ باب ۱) بلکہ حضرت اسماعیل ؑ کی خاطر اللہ تعالیٰ کو زیادہ منظور تھی۔ کہ اُن کی بدولت خداوند کے فرشتے نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارتا۔ اور چشمہ پیدا کر دیا۔ اللہ کی کمال غور پر داخت اور

اور حفاظت کی تاکید کی (پیدائش ۱۱ باب ۴) جس طرح پر اشد تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ کا نام آپ رکھا (پیدائش ۱۷ باب ۱۹) اسی طرح حضرت اسماعیلؑ کا نام بھی آپ رکھا (پیدائش ۱۱ باب ۱۱) دونو بادشاہوں اور قوموں کے باپ تھے (پیدائش ۱۷ باب ۱۷) اپنے باپ کی وفات تک برابر دونو موجود اور خدمات پدیری میں شریک تھے (پیدائش ۲۵ باب ۹) دونو جان بحق ہو کر یکساں اپنے لوگوں میں جا لے اور جنت کے وارث ہوئے (پیدائش ۲۵ باب ۱۷) (۲۳۶ باب ۲۹) *

پھر اشد تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ کے لئے اولاد ابراہیمؑ کو کنعان کی زمین عطا فرمانے کا وعدہ تھا (پیدائش ۱۳ باب ۱۵) (۱۷ باب ۱۷) سوجب وعدہ الہی کنعان کا ملک ایک زمانہ تک حضرت اسحاقؑ کی نسل کے قبضہ میں رہا اور جب تک وہ گنایا نہ اور خدا تعالیٰ کے احکام پر قائم رہے ان سے چھینا نہ گیا۔ پھر جب وہ بچے نبیوں کے برخلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور احکام الہی کی مخالفت کی تو ان سے وہ ملک چھینا گیا۔ اور ان کے بعد دوسرے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد کے قبضہ میں منتقل ہوا۔ چنانچہ تیرہ سو سال سے آج تک انہی کے قبضہ میں ہے۔ جسے ساری دنیا آنکھوں سے دیکھ رہی ہے اگر یہ وعدہ دونوں سے متعلق نہ ہو۔ تو خدا تعالیٰ کے وعدہ میں کذب لازم آتا ہے۔ کہ وعدہ کی زمین ہمیشہ کے لئے بنی اسحاقؑ کو عطا فرمانے کا وعدہ کیا تھا۔ حالانکہ وہ مدت سے ان کے قبضہ سے نکل چکا۔ اور اب بنی اسماعیلؑ کے تصرف میں ہے۔ پس کلام الہی کی صداقت اس وقت ظاہر ہو سکتی ہے جبکہ یہ وعدہ حضرت ابراہیمؑ کے دونو بیٹوں سے متعلق ہو۔ خواہ بنی اسحاقؑ ہوں خواہ بنی اسماعیلؑ۔ ورنہ کلام ربانی میں کذب لازم آتا ہے۔ سنا بقدرت

کے احوال باب ۹ میں لکھا ہے کہ یہ وہی اسماعیل ہے۔ جس سے بارہ رئیس پیدا ہوئے۔ اُسکی اولاد آج تک اسماعیلی کہلاتی ہے اور اُسکے فرقوں میں عربی و ترکہ ہیں۔ اس جہت سے وعدہ کی زمین (کنعان) کے پہلے عرب وارث ہوئے اور اب ترکوں کے قبضہ میں ہے *

پس خدا تعالیٰ کے انتظام کو جو دنیا کی نظروں کے سامنے موجود ہے۔ کون جھٹلا سکتا ہے۔ وہ ملک جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے بار بار حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا تھا درپیدائش ۷ باب ۸ و ۹ باب ۱۸-۲۱ وہ آخر کو حضرت اسماعیلؑ کی اولاد کو بخشا۔ اور وہ مقدس مقام چہاں قربانی گذرانے حضرت ابراہیمؑ گئے تھے۔ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد کا معبد بنایا اور ایام حج میں وہیں قربانی کرنا اس واقعہ کا نشان اور یادگار ٹھہرایا۔ پس جانو کہ جو ایمان والے ہیں وہی ابراہیمؑ کے فرزند ہیں دیکھتی ۳ باب ۷ اور ان بانوں سے حضرت اسماعیلؑ کی فضیلت اور اسلام کی صداقت آفتاب نصف النہار سے روشن تر ہے۔ اور صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ ہی قربان ہونے کے لئے گئے تھے۔ اور حضرت اسحاقؑ کا نام محض تعصب اور عناد سے اہل کتاب نے تورات میں لکھ دیا۔ جس کو دوسرے مقامات اور واقعات صاف جھٹکا رہے ہیں۔ اہل کتاب کو چونکہ بنی اسماعیلؑ ہمیشہ تعصب اور عناد رہے۔ وہ اُن کی فضیلت کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اور روحانی برکت سے اُن کو فایز کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے اس مقام میں بجائے اسماعیلؑ کے اسحاقؑ لکھ دیا۔ اور بالکل بے جوڑ طور پر ایک اور جگہ یہ یہ فقرہ کہ مگر میرا عہد اسحاق سے ہوگا۔ درج کر دیا۔ حالانکہ انتظام الہی اور نفاذ اس بات کو صریحاً جھٹلاتے اور دھکا دے رہے ہیں *

ہارن صاحب کے انٹروڈکشن مطبوعہ لندن ۱۸۴۵ء جلد ۴ صفحہ ۴۴

میں لکھا ہے کہ عہد عتیق و جدید کی کتابیں اور دیگر تمام قدیمی تحریروں بذریعہ نقل کے ہر ایک کے پاس میں اور مروج ہوئی ہیں اس لئے ممکن نہ تھا کہ ان میں غلطیاں داخل نہ ہوئیں اور جس قدر کتابیں کثرت سے پڑھیں۔ اسی قدر غلطیاں ان میں نہیں۔ اور اختلافات عبارت ان میں پیدا ہوئی۔ اور ایسا ہی پادری فائنڈر صاحب اختتام دینی مباحثہ میں لکھتے ہیں کہ بہر حال سہو کا تب بہت ہیں۔ اور یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ صحیح کون ہے؟ پھر یہ کتابیں جن لوگوں کی تصنیف ہیں انہی کی وفات کے حالات ان میں درج ہیں۔ اور کئی جگہ ایسے واقعات جو ان کی وفات کے بعد واقع ہوئے۔ پس اسماعیل کی جگہ اسحاق کا لفظ لکھ دینا یا ایک آدھ فقرہ ہی اسحاق کی فضیلت کے لئے بڑھا دینا۔ کچھ بھی تعجب کی بات نہ تھی نہ تاہم اختلافات ایسا بڑا نہیں ہے کہ جیسے سامریوں یعنی اپنی تورات میں عیال کی جگہ جزیر بن الیا ہے دلفت کتاب مقدس صفحہ ۱۶۵) کیونکہ وہ بیت المقدس انکی اسخراں اور روگردانی کا موجب ہو گیا اور یہ تو ایک معمولی بات ہے کہ اسماعیل کی جگہ اسحاق بنا دیا گیا۔

اگرچہ دونوں بنی زادوں میں سے جو کوئی اس قربانی کے لئے مخصوص کیا گیا ہو۔ ہمارے عین غرض ہے۔ اگر حضرت اسحاق قربانی ہونے کے لئے گئے تھے تو کیا وہ ہمارے دشمن تھے۔ ہمارے نزدیک جیسے حضرت اسحاق ۲ ویسے حضرت اسماعیل ۲۔ جیسی محبت اور ادب ہیں حضرت اسماعیل کا ہے ویسا ہی حضرت اسحاق کا۔ وہ بھی خدا کے مقبول اور یہ بھی خدا کے مقبول تھے۔ وہ بھی ہمارے پیغمبر کے اجداد ہیں سے تھے۔ یہ بھی۔ مگر جب کہ محض تعصب اور عناد سے ایک غلطی کی جا رہی ہو۔ اور واقعات صادقہ اُسکو جھٹکار ہے ہوں تو اس غلطی کا اظہار و اصلاح ضروری ہوتی ہے۔

اور حضرت بی بی ہاجرہ کو جو توریت میں لوندی کر کے لکھا ہے یہم سرچا کسی
 دیندار کی شرارت ہے۔ جس نے محض تعصبت حضرت ہاجرہ کو لوندی لکھ دیا۔ حالانکہ
 بی بی ہاجرہ کے لوندی ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔ توریت میں کہیں نہیں لکھا کہ
 کہ حضرت ہاجرہ کو کسی نے مول لیا ہو۔ یا جہاد میں اسیر ہو کر آئی ہوں۔ اور یہی
 صورتیں لوندی غلام ہونے کی ہیں۔ بلکہ ربیون کی روایات سے ثابت ہے کہ
 حضرت بی بی ہاجرہ فرعون کی بیٹی تھیں اور اُس نے انہیں حضرت ابراہیم
 کی کرامت اور عظمت دیکھ کر دیا تھا۔ دیکھو کتاب بریشیت باب ۱۵۔ اور بی شلوم
 اسحاق نے پیدائش ۱۶ باب ۱ کی تفسیر اس طرح لکھی ہے۔ کہ وہ فرعون کی
 بیٹی تھی۔ جب دیکھا ان کرامات کو جو بوجہ سائرہ واقع ہوئیں۔ تو کہا یہ بہتہستہ
 کہ رہے میری بیٹی اُس کے گھر میں خادمہ ہو کر اس سے کہ ہو دوسرے کے گھر
 میں ملکہ اور یہودیوں کی کتاب سفر لاشار میں لکھا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم
 جب مصر میں تشریف لے گئے۔ تو مصر کے بادشاہ فرعون نے حضرت
 سارہ کو خوبصورت دیکھ کر ان سے شادی کا ارادہ کیا۔ جس سے وہ
 طرح طرح کی صدموں میں گرفتار ہوا۔ اس پر اُس نے اپنی بیٹی بی ہاجرہ
 کو حضرت ابراہیم کی نذر کیا۔ ایتے +

پھر یہ کہ حضرت بی بی قطورہ جو کہ حضرت ابراہیم کی تیسری زوجہ تھیں۔
 جنہیں توریت میں لوندی نہیں لکھا ہے۔ ان کی اولاد کے واسطے کہیں
 توریت میں یہم بزرگی نہیں ہے۔ کہ خدا اُس کے ساتھ تھا۔ مگر بی بی ہاجرہ
 کے واسطے یہم آیت توریت میں موجود ہے پیدائش ۱۲ باب ۲۲ پس جب
 خدا تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کو یہ مرتبہ بخشا۔ کہ جس طرح بارہ فوق حضرت
 اسحاق کی اولاد میں۔ اسی طرح حضرت اسماعیل کی اولاد میں قائم کئے۔ اور

آخر کار وہ ملک بھی انہیں عطا فرمایا۔ جس کے دینے کا بار بار حضرت ابراہیمؑ سے وعدہ فرمایا گیا تھا۔ تو حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ کی فضیلت میں کون کلام کر سکتا ہے؟ علاوہ اس کے اس بات کا کیا جواب ہے کہ قوم بنی اسرائیل ساری کی ساری بارۓ اسیر اور غلام ہوئی۔ اور انہی میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام

حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے بیٹے تھے۔ جو بی سارہ کے بطن سے پیدا ہوئے جس وقت ملائکہ ربانی حضرت لوطؑ کی قوم پر عذاب الہی کی خبر لائے ہیں۔ اُس وقت انہوں نے اُن کی ولادت کی بشارت دی۔ جس پر حضرات سارہ نہں پڑیں۔ کہ کیا بوڑھی ہاتھ کے ہاں بیٹا ہوگا؟ مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ ہی کو صاحبِ اولاد بنا دیا۔ اور یہ اُسکا بڑا فضل و کرم تھا حضرت اسحاق کا نام اس وجہ سے اسحاق ہوا۔ کہ اُن کی والدہ انکی پیدائش کی خبر سن کر نہں پڑیں اور تعجب کرنے لگی تھیں۔ اُن کا ذکر خیر قرآن شریف میں کئی جگہ آیا ہے۔ اور نہایت تعظیم کے ساتھ جو آنحضرتؐ کی نبوت کی صداقت کی بڑی بھاری دلیل ہے۔ اگر وہ خدا کی طرف سے نہ ہوتے۔ تو پھر حضرات اسحاقؑ کی نسبت اُن کو ضرور کچھ نہ کچھ تعصب ہوتا۔ مگر قرآن شریف میں جیسی فضیلت حضرت اسماعیلؑ کی مندرج ہے۔ ویسی حضرت اسحاقؑ کی۔ جیسے حضرت اسماعیلؑ آنحضرتؐ کے آبا و اجداد میں سے

لہ قرآن شریف میں ان کا ذکر خیر ان سورتوں میں ہے۔ بقرہ۔ مریم۔

شمار ہوئے ہیں۔ ویسی ہی حضرت اسحاق ؑ

حضرت یعقوب علیہ السلام

اور

بنی اسرائیل

چونکہ یہ نبی حضرت اسحاق ؑ کے عقب میں بشارت کے موافق پیدا ہوئے۔ اس لئے ان کا نام یعقوب رکھا گیا۔ (وَمِنْ ذُرِّيِّهِ اسحاق یعقوب) ان کا نام اسرائیل بھی ہے (یعنی خدا کا بندہ یا عبد اللہ) ان کی نسل بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ جن کا کئی جگہ ذکر قرآن شریف میں آیا ہے ان میں سے جو لوگ حضرت موسیٰ ؑ کے پیرو ہوئے یہود کہلائے۔ اور بنی اسرائیل بھی۔ حضرت اسماعیل ؑ کی طرح حضرت یعقوب ؑ بھی بارہ بیٹے تھے۔ یہ لوگ حضرت یوسف ؑ کی وجہ سے کنعان سے مصر میں چلے گئے۔ وہاں اُن کی نسل بہت بڑھی اور خوب پھیلی۔ مصر کے وہ بادشاہ جو حضرت یوسف کی خدمات سے واقف اور معترف تھے ان لوگوں کی بہت عزت و عظمت کیا کرتے۔ مگر جب نیا خاندان شاہی قائم ہوا۔ تو وہ یوسف ؑ کی خدمات سے آشنا نہ تھے۔ اُن کو ایک غیر قوم کے لوگوں کا بڑھنا اور پھیلنا نہایت ناگوار ہوا۔ ان کو بہت ایذائیں دینے لگے۔ مصر کا فرعون جو حضرت موسیٰ ؑ کے دامنہ میں تھا۔ ان لوگوں کا سخت دشمن ہو گیا۔ ان سے بیگاریں کام لیا کرتا۔ اُن کے بیٹوں کو ذبح

لہ قرآن شریف میں حضرت یعقوب کا ذکر ان سورتوں میں ہے۔ یوسف۔ یقین۔ لسانہ

کر ڈالتا۔ اور بیٹوں کو زندہ رہنے دیتا۔ اور سخت تکلیف اور ایذا میں دیا کرتا۔ آخر حضرت موسیٰ ؑ جیسے مہتمی قوم کی طفیل یہ لوگ پھر اپنے اصلی وطن کنعان میں چلے آئے۔ اور شام وغیرہ میں پھیل گئے۔ اُن کی بہت سی سلطنتیں قائم ہوئیں۔ اُن میں انبسیا، یداہوسہ۔ اس لئے یہہ خاندان تمام روئے زمین پر منتشر ہو گیا۔ اور مشہور ہو گیا۔ آئندہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں یہہ لوگ دینہ اور اُس کی نواح خبیثہ وغیرہ میں آ رہے تھے۔ قرآن شریف میں انہی لوگوں کی طرف خطابات ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں احسن القصص یعنی تمام قصوں میں سے عمدہ بیان فرمایا ہے اور الحقی کہ یہ قصہ تمام قصوں میں نہایت ہی عجیب اور اسرار الہیات سے بھرا پڑا ہے۔ جس کے مفصل بیان کے لئے ایک دہ فتر چاہئے۔ چونکہ یہ قصہ اُس احسن البشر افضل المخلوقات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بابرکات کے ساتھ کمال مطابقت رکھتا ہے۔ اس لئے اسکا حسن دوبالا ہو رہا ہے۔ حضرت یوسفؑ کا قصہ خدا تعالیٰ کی عجیب حکمت اور نشان قدرت کا ایک بڑا نظارہ ہے۔ خدا تعالیٰ کے ایک برگزیدہ بندے کے ساتھ اُس کے بھائی کس طرح حسد و عداوت سے پیش آئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس حسد و عداوت کو کس طرح حضرت یوسفؑ کے حق میں موجب فیض

و برکت بنا دیا۔ اور وہ مقولہ کیا ٹھیک ثابت ہوا کہ یہ خدو شلو و سببِ غیر
 اگر خدا خواہد کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ کو سرفراز۔ اور اُسکے بھائیوں
 کو سرفراغندہ عجز و نیاز کیا۔ اللہ تعالیٰ اس قصہ کے آخر میں فرماتا ہے۔ کہ
 ان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب۔ ماکان حدیثا یفترون
 و لکن تصدیق الذی بین یدیدہ و تفصیل کل شیئی و ہدی
 و رحمتہ لقوم یؤمنون و یقیناً ان لوگوں کے حالات میں دانشمندوں
 کے لئے بڑی عبرت ہے۔ یہ کوئی بناوٹی بات اور فسانہ نہیں۔ بلکہ کتب
 سابقہ کی تصدیق ہے۔ اور اس میں بڑی بھاری صداقت، موجود
 ہے۔ اور ہر شے کی تفصیل اور اہل ایمان کے لئے ہدایت اور رحمت
 ہے۔ اور بناوٹی بات کا کوئی سرو پا نہیں ہوتا۔ نہ اُسکی تہ میں کوئی حقیقت
 مخفی ہوتی ہے۔ نہ اس کا کوئی واقعی اور عملی نتیجہ ہوتا ہے۔ بلکہ فرضی قصہ
 فرضی کیفیت اور فرضی نتیجہ۔ قرآن شریف حقیقی واقعات بیان کرتا
 ہے۔ جنکا سچ ہونا اس سے ظاہر ہے۔ کہ یہ اگلی کتابوں کے موافق ہیں۔
 اور ان کی عملی نظیر یہ ہے۔ کہ جس طرح ان ۲ نبیاء کا آغاز و انجام ہوا۔
 بالکل اسی طرح اس آخری نبی کا آغاز و انجام ہوگا۔ اس کے مخالف نام
 اور ذیل۔ اور اُس کے ماننے والے غالب اور عزیز ہوں گے۔

حضرت یوسفؑ کا مفصل حال سورہ یوسف میں لکھا ہے
 ناظرین کو وہاں سے بغور پڑھنا چاہئے مختصر یہ ہے۔ کہ حضرت یعقوبؑ
 کے بارہ بیٹے تھے۔ حضرت یوسف اور ان کے سگے بھائی بن یامین
 چونکہ سب سے چھوٹے تھے۔ ان سے حضرت یعقوب بہت محبت
 کرتے۔ اور خصوصاً حضرت یوسفؑ کی جدائی کو وہ دم بھر گواہ کر رہے

حضرت یوسفؑ نے ایک خواب دیکھا۔ کہ گیارہ ستارے اور سوچ اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا۔ کہ گیارہ بھائی اور اُن کا باپ حضرت یوسفؑ کے آگے کسی وقت سر بسجود اور زیر حکومت ہوں گے۔ اس بات سے بھائیوں کو حضرت یوسفؑ پر حسد ہوا۔ وہ اُن کو اُن کے باپ کے پاس بھسلایے گئے۔ اور صلاح مشورہ کے بعد ایک کنوئیں میں ڈال دیا۔ اور باپ سے آکر کہہ دیا۔ کہ اُسے بھڑیا کھا گیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ایک قافلہ اُس کنوئیں کے پاس اُترا۔ اُنہوں نے کنوئیں میں حضرت یوسفؑ کو نکالا۔ یوسفؑ کے بھائیوں کو خبر ہوئی۔ اُنہوں نے باپ کی نظر سے ہمیشہ کے لئے دور کرنے کے خیال سے اُن کے پاس بیچ دیا۔ اُس قافلہ نے مصر میں آکر حضرت یوسفؑ کو بیچ ڈالا۔ عزیز مصر نے خرید لیا۔ اُس کی بیوی اُسپر عاشق ہو گئی۔ اور حضرت یوسفؑ کو اپنے ڈھب پر لانے کے لئے بہتیری کوشش کی۔ مگر یوسفؑ صدیق کے دل صادق نے اس بات کو ہرگز نہ روا رکھا۔ اور بالکل انکار کر دیا۔ یہ بات سارے مصر میں پھیل گئی۔ عزیز مصر نے اپنی عورت پر سے الزام دور کرنے کے لئے حضرت یوسفؑ کو ناحق قید خانہ میں ڈال دیا۔ اسی اثنا میں فرعون مصر نے ایک خواب دیکھا۔ جس کی نہایت ہی عمدہ تعبیر حضرت یوسفؑ نے بیان کی۔ اور وہ تجویز بھی بتا دی۔ جس سے وہ مصیبت ٹل جائے۔ مصر کا بادشاہ حضرت یوسفؑ کے جمال کا مشتاق ہوا۔ اُن کو بڑی عزت کے ساتھ قید خانہ سے نکلوا منگایا۔ اور اپنا وزیر اعظم بنایا۔ اور تمام کاہن و سلطنت اُنہی کے سپرد کر دیا۔ اسی اثنا میں فرعون مصر کی خواب کے

مطابق تمام ملک مصر میں قحط پڑا۔ اور کنعان تک اُسکا اثر پہنچا۔ یوسف کے بھائی بھی کئی دفعہ مصر میں غلہ لینے آئے۔ حضرت یوسف ۴؎ نے پہچانا۔ مگر بتایا نہیں۔ آخر ایک تدبیر سے اپنے چھوٹے بھائی بن یامین کو بھی بلا منگایا۔ اُس وقت اپنے تئیں اُن پر ظاہر کر دیا۔ حضرت یوسف کے بھائی ڈرے کہ کہیں اُس بدی کا جو ہم نے یوسف کے ساتھ کی ہے انتقام نہ لے۔ مگر حضرت یوسف ۴؎ نے عفو اور کرم کو کام فرما کر اُن کے تمام قصور معاف کر دیئے۔ اور صاف کہہ دیا کہ لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وهو ارحم الراحمین۔ تمہارا کوئی قصور نہیں۔ خدا تم کو معاف کرے اور وہ ارحم الراحمین ہے۔ *

حضرت یوسف ۴؎ کے بابا پ بھی مصر میں پہنچ گئے۔ اور گیارہ بھائی اور یوسف کے بابا پ نواب کے مطابق حضرت یوسف ۴؎ کے زیر سایہ آ پہنچے۔ ودفن ابو یوسف علی العرش وخرّوا لہ سجداً وقال یا ابت ہذا وبل رؤیا من قبل۔ قد جعلنا رپی حقاً۔ حضرت یوسف ۴؎ کے حالات میں طالبان حق اور اہل بصیرت کے لئے قدرت الہی اور صداقت نبوی کے بڑے نشان ہیں۔ ان فی ذالک لایات للسانلین ایک نشان تو یہی ہے کہ اُن کے نام ہی ہیں اُن کے انجام حال کی نسبت بڑی پیشین گوئی ہے۔ کیونکہ یہ لفظ اسف سے مشتق ہے۔ جس کے معنی غم و افسوس کے ہیں۔ اور واقعی اُن کو اور اُن کے سبب سے اُن کے باپ حضرت یعقوب ۴؎ کو جو رنج و حزن لاحق ہوا یہ نام ہی اُسکی پیشین گوئی کر رہا تھا۔ حضرت یوسف ۴؎ نے آخر کو بے اختیار ہو کر پکارا کہ یا اسفی علی یوسف یوسف پر افسوس۔ دیکھا چاہئے کہ

اسنے اور یوسف کسطح ایک ہی ماور کے لفظ آفریں آ جمع ہونے پر
اب جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حال کے
ساتھ اس قصہ کو منطبق کرتے ہیں۔ کس طرح حضرت یوسف کے بھائیوں
نے حسد اور عداوت کی راہ سے حضرت یوسف کو باپ کی نظروں سے دور
پھینکا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو حضرت یوسف کا کنعان سے خروج
اُن کی کمال عزت و شوکت حثمت و رفعت کا موجب ہو گیا۔ اور
آخر کار اللہ تعالیٰ نے اُن کے سب بھائیوں کو جنہوں نے عداوت
کی راہ سے انہیں خفیہ اور ذلیل سمجھ کر کنعان سے نکال دیا تھا۔ اُن کے
سامنے بھکایا اور اُن کے قدموں میں گرایا۔ حضرت یوسف نے باوجود
ایسے سلوک کے بھائیوں سے مطلق انتقام نہ لیا۔ اور لا شرب علیکم
الیوم کہہ کر یک لخت صاف کر دیا۔ اور پیشہ کے لئے دل سے بھلا دیا۔ ایسا
ہی جناب رسول کریم کی قوم آنحضرت ص کو بے قدر اور ذلیل سمجھ کر کتل
کے لئے آمادہ ہوئی۔ اور آخر کار مکہ سے ہجرت کا موجب ہوئی۔ مگر
شان امیز دی دیکھو۔ حضرت رسول خدا کی حالت کس طرح حضرت
یوسف کی حالت کے ساتھ مطابقت ہوئی۔ رسالت آپ کی وہی ہجرت
آپ کی کمال عزت و رفعت اور شان و شوکت کا موجب ہو گئی۔ اور آپ
دنیا و دین کے اول درجہ کے بادشاہ بن گئے۔ اور جن لوگوں نے آپ
کو وطن سے نکالا تھا۔ فتح مکہ کے بعد سب کے سب حضور کے
سامنے جھکا نے اور گرائے گئے۔ یہ وہ وقت تھا کہ آپ م چاہتے۔ تو
تمام دشمنان دین کو ایک حکم کے اشارہ سے تہ تیغ کر دیتے مگر اللہ نے
آپ کا حوصلہ اور عفو و رحم۔ کہ مطلق زبان پر نہ لائے۔ اور حضرت یوسف

کی طرح لا تشریب علیکم الیوم کہہ کر دم بھر میں سب کچھ دل سے بھلا دیا۔
ایسا ہی قوم یہود نے اپنے بھائی (بنی اسماعیل کے نذر) حضرت محمد رسول اللہ
صلعم کے ساتھ مدینہ میں سلوک کئے۔ حسد اور ہنسی کی راہ سے اُس شیل
موسیٰ کی مخالفت کی۔ مگر آخر کار سب کے سب آپ کے سامنے جھکائے
اور گرائے گئے۔ اُس رحیم و کریم رسول نے اُن کو کئی دفعہ معاف کیا۔ بہت
دفعہ چاہا کہ یہ قوم ہلاک نہ ہو۔ مگر اپنی متواتر سازشوں۔ بغاوتوں۔ ریشہ
نیالادش۔ عہد شکنیوں کی وجہ سے آخر کار خدا تعالیٰ کی پیشین گوئی و نشان
۱۸ باب ۱۹ کے موافق اُن سے مواخذہ ہوا۔ سب کے سب قتل۔ قید۔
یا جلا وطن کئے گئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یعقوبؑ کے بھائی عیص کی مثل سے ہیں۔ ان کا واقعہ ایک بڑا
نشان ہے اس بات کا کہ جو لوگ خدا کی راہ میں مصائب اور ترکا لیب
کو برداشت کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو ضایع نہیں کرتا۔ بلکہ آگے سے
بڑھ کر عطا فرماتا ہے۔ یہی بنی ہیں جو پہلے بڑے آسودہ حال اور صاحب
مال و اولاد تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے سب کچھ اُن سے چھین لیا۔ اور
آخر کار وہ ایسے سخت امراض میں مبتلا ہو گئے۔ کہ اُس سے مرنا بدرجہا
ترجیح رکھتا تھا۔ مگر وہ ہر حال میں صابر و شاکر اور راضی برضا ہر ایک
امتحان میں کامل نکلے۔ یہاں تک کہ حضرت یوسفؑ کا صبر ضرب المثل

۱۰ حضرت یوسف کا ذکر سورہ انبیاء میں ہے ۔

ہو گیا ہے، پھر خدا تعالیٰ نے اُن کو صحت دی پہلے سے دُگنا مال
 اولاد اور سب کچھ عطا فرمایا۔ اور وہ وعظ و نصیحت سے ایک دنیا کو راہِ راست
 پر لاتے ہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب۔ اہل مدین اور اصحابِ الایکہ (بن والون) کی
 طرہ مبعوث ہوئے۔ اُن کا لقب خطیب الانبیاء ہے۔ بڑے شیریں
 زبان اور فصیح البیان تھے۔ اُن کی اُمت کے لوگ علاوہ بت پرستی کے
 باپ تول میں بھی بڑی کمی کرتے۔ کھوٹے سکے چلاتے اور ڈاکے ہاتھ
 تھے۔ اُن کا وعظ جو قرآن شریف کی سورہ اعراف اور سورہ ہود
 میں موجود ہے۔ ٹیلا ہی عجیب اور پُر اثر ہے۔ انہوں نے ہر چند قوم پر
 وعظ کیا۔ اُن کو طح طح سے سمجھایا۔ مگر سوائے چند لوگوں کے اور کوئی
 ایمان نہ لایا۔ بلکہ اور جگہ کے لوگ جو حضرت شعیب پر ایمان لانا چاہتے۔
 اہل مکہ کی طح اُن کو بھی یہ لوگ ایمان لانے سے روکتے اور بڑی بڑی
 شرارتیں کرتے۔ حضرت شعیبؑ کو ہنسی مخول کرتے۔ استہزا اور تضحیک
 سے پیش آتے۔ اور اگر حضرت شعیب کی برادری کا دباؤ اُن پر نہ ہوتا۔ تو
 وہ اُس مقدس نبی کو سنگسار ہی کر کے رہتے۔ حضرت شعیبؑ
 نے اُن کو سمجھایا کہ اے میری قوم غضب الہی سے ڈرو۔ حضرت
 نوحؑ۔ ہودؑ۔ صالحؑ اور لوطؑ کی قوم کا معاملہ تمہارا نہ ہو۔ مگر وہ سُنے
 والے جن تھے؟ ایسے گستاخ اور شرمیہ کہ حضرت شعیب کو علانیہ کہنے لگے۔

۱۔ حضرت شعیب کا ذکر سوا احداث ہو۔ عذقہ عجز۔ شرایس ہے۔ مدین کے پاس ایک شہرستان ہے ۱۲

کہ اچھا وہ عذاب ابھی لے آ۔ حضرت شعیبؑ نے جناب رسول خداؐ کی طرح ہی فرمایا کہ فاصبرو حتی یحکم اللہ جہننا وہو خیر المحاکمین۔ اچھا صبر کرو۔ یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کرے۔ اور وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور دعا کی کہ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین اے میرے رب ہم میں اور ہماری قوم میں حق حق فیصلہ کر دے۔ جو تیرے مقبول اور صادق لوگ ہیں اُن کو غلبہ دے۔ اور جو تیرے برخلاف اُنھ کھڑے ہیں اور تیری نظر میں کاذب ہیں۔ اُن کو ذلیل کر۔ اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس مقدس نبیؐ کی دعا سنی۔ انجام یہ ہوا کہ ایک ایسا شدید زلزلہ آیا کہ وہ سب کے سب ہلاک ہوئے۔ اور اپنے گھروں میں جیسے بیٹھے تھے۔ بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔ حضرت شعیبؑ اور اُن کے ساتھ والے مومن اس عذاب سے نجات پا گئے۔

حضرت شعیبؑ کا واقعہ سورہ اعراف اور سورہ ہود میں پڑھو۔ حضرت رسول خداؐ کے حالات اور وعظ کے ساتھ کیا مناسبت رکھتا ہے اور کیسی بڑی بھاری بشارت ہے کفار مکہ کی ہلاکت اور جناب رسول خداؐ کی فتح و نصرت کی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جناب رسول خداؐ اور آپ کے ساتھ والے مومن تمام مظفر و منصور ہوئے۔ اور مکہ کے کفار اور معاندان دین حضرت شعیبؑ کی قوم کی طرح سب کے سب فنا اور ہلاک اور تباہ اور برباد ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے ذلیل الشان صاحب شریعت بنی گذرے
ہیں۔ جن پر تورات شریعت نازل ہوئی۔ سینکڑوں انبیاء بنی اسرائیل و عہدین
وہیں تورات ہی کے متبع رہے۔ اور تورات ہی کی تعلیم پر لوگوں کو
چلاتے رہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے فکریں بیان ہو چکا ہے کہ کس طرح حضرت
یوسفؑ کی اولاد (بنی اسرائیل) مصر میں آئے۔ مصر کے وہ فرعون
جو حضرت یوسفؑ کی خدمات سے واقف اور ان کے ممنون تھے۔ بنی
اسرائیل کی بہت رعایت کرتے رہے۔ لیکن جب ایک نیا خاندان شاہی
تخت نشین ہوا۔ تو وہ حضرت یوسفؑ کی خدمات سے واقف اور ان کے
احسانات کے معترف نہ تھے۔ وہ ان سے بہت بد سلوکیاں کرنے لگے۔
مصر میں بنی اسرائیل کثرت سے پھیلے۔ اور ان کی ایک بڑی زبردست قوم
بن گئی۔ مصر کے بادشاہوں کو ان سے بڑا کھشکا ہوا۔ اور غیر قوم کا بڑھنار نکو
سخت ناگوار ہوا۔ ان لوگوں سے ذلیل خدمتیں لے کر ان کی زندگی تلخ کی۔
آخر کار اُس فرعون نے جو حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں ہوا۔ حضرت موسیٰؑ

نہ حضرت موسیٰؑ کا ذکر سورہ بقرہ۔ نسا۔ النام۔ مائدہ۔ اعراف۔ یونس۔ ہود۔ ہود۔ یونس۔ بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ یہاں
موسون۔ دقان۔ شعرا۔ غل۔ قصص۔ عنکبوت۔ مافات۔ مومن۔ یحییٰ۔ ہضن۔ ذاریات۔ صف۔ نازعات
احزاب۔ سبائہ۔ قمر۔ مزمل۔ یز۔ جن جن حضرت موسیٰؑ کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ انکسی ہی کا نام ذکر نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ انکس
حضرت موسیٰؑ کے قبل تھے۔ انان شایستگی کہ انکو ان تفرق مقامات میں کی طرح سے حضرت موسیٰؑ کا حال لاتا ہے۔ یہ فرعون۔ مصر کے ہر ایک
بادشاہ کا لقب تھا۔ یہی اب فرعون مصر کے بیٹے اس فرعون کا نام مصدع بن ولید تھا۔

کی پیدائش سے پیشتر ایک خواب متوحش دیکھا جس کی تعبیر خیمون نے یہہ
 دمی۔ کہ بنی اسرائیل میں ایک بڑا بد دوست شخص قوم کا منہ پید اہونہ والا
 ہے جو مصر کی سلطنت کو دہم برہم کرے گا۔ اور اپنی قوم کو آزاد کرے گا۔
 فرعون یہہ بات سُکر سخت ہراساں ہوا۔ اور اُس نے حکم دیدیا کہ آئندہ
 بنی اسرائیل میں بولہ کا پید اہو وہ قتل کر دیا جائے۔ اور لڑکیوں کو
 زندہ رہنے دیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل ہوئے لگی اور بنی اسرائیل پر
 سخت ظلم ہوئے لگا۔ مگر ارادہ الہی کا کون مقابلہ کر سکتا ہے؟ آخر کار
 قوم کے وہ نجات دینے والے۔ یعنی حضرت موسیٰ ۴ عمران کے گھریا
 پید اہوئے۔ اُن کی ماں نے مارے ڈر کے اُس بچہ کو ایک صندوق میں
 ڈال کر دیا۔ نیل میں بہا دیا۔ یہہ صندوق بہتا بہتا فرعون کے محل کے
 قریب پہونچا۔ فرعون والوں نے اُس کو اٹھا لیا۔ اور قریب تھا کہ اُسے قتل
 کر دیں۔ مگر فرعون کی بیوی آسیہ جو خدا ترس۔ صاحبِ ایمان تھی۔ اُس نے
 قتل سے باز رکھا۔ اور کہا کہ ہم اسے بیٹا بنالیں گے۔ اتفاقات عجیبہ سے حضرت
 موسیٰ کی ماں ہی دائی بنی۔ اور دودھ پلانے لگی۔ جب حضرت موسیٰ ۴ نے
 پرورش پائی۔ تو لوگ انہیں فرعون کا بیٹا کہتے تھے *

اس طرح حضرت موسیٰ ۴ نے اپنے دشمن ہی کے گھر میں پرورش
 پائی۔ اور خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے تربیت کی۔ حضرت موسیٰ ۴ جب
 بڑے ہوئے تو اپنی قوم کی دردناک حالت دیکھ کر نہایت پریشان ہوئے
 اور جہانک اُن سے ہو سکا۔ قوم بنی اسرائیل کی رعایت کرنے لگے۔ ایک دن
 قوم بنی اسرائیل کے ایک آدمی بہہ ایک قبیلہ ظلم کر رہا تھا۔ آپ نے تاویب
 کے لئے اُس قبیلہ کو ایک مُکا مارا۔ وہ مر ہی گیا۔ یہہ خبر رفتہ رفتہ پھیلی۔

فرعون حضرت موسیٰ ؑ کے قتل کے درپے ہوا۔ حضرت موسیٰ ؑ کو ایک شخص نے اُن کے ارادے سے اطلاع دیدی۔ آپ مصر کو چھوڑ کر مدین کی طرف ہجرت کر گئے۔ تھکے ماندے ایک گٹھنیں پر آرام کیا۔ وہاں بہت سے چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے۔ دو لڑکیاں بھی پانی پلانے کے لئے کھڑی تھیں۔ حضرت موسیٰ ؑ نے اُن کے لئے پانی کھینچ کر اُن کی بچیوں کو پانی پلا دیا۔ اُن لڑکیوں نے یہ حقیقت اپنے باپ سے جا بیان کی۔ اُس نے حضرت موسیٰ ؑ کو بلایا۔ اور ایک لڑکی سے نکاح کر دیا وہاں حضرت موسیٰ ؑ دس برس رہے۔ اور بعد اُس کے رخصت چاہی۔ رخصت پانے پر حضرت موسیٰ ؑ اپنے بال بچوں کو لے کر چلے جا کر موسم تھا۔ کوہ طور کے قریب پہنچے۔ تو وہاں ایک روشنی سی نظر آئی بیوی کو کہا۔ کہ یہیں ٹھہرو۔ میں تاپنے کے لئے وہاں سے آگ لاتا ہوں جب بہت قریب پہنچے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ وہ نار نہیں۔ بلکہ الہی نور تھا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی۔ کہ اِنی انا اللہ رب العالمین میں ہوں دنیا کا صاحب اپنی جوتی اُتار کہ تو میدان پاک طوسی میں کھڑے ہو عرض کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ ؑ کو عظیم الشان معجزات اور نبوت عطا فرمائی۔ اور حکم ہوا۔ کہ تو اور تیرا بھائی فرعون کے پاس جاؤ۔ اور اُسے راہ حق کی طرف بلاؤ۔ اور اُسے کہدو۔ کہ بنی اسرائیل کو چھوڑ دے۔ اور اُنہیں ستائے نہیں۔

حضرت موسیٰ ؑ اپنی کمزوری اور بے سامانی جانتے تھے۔ اور اُدھر اُس گردن کش مغرور و متکبر فرعون کو بھی جانتے تھے۔ ادب کے ساتھ بارگاہِ عزت میں عرض کی۔ کہ بار خدا یا! مجھے خوف ہے۔ کہ وہ متکبر و مغرور میری

بات تک نہیں سنے گا۔ اور سرکشی کرے گا۔ اور بدسلوکی سے پیش آئیگا۔
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ کچھ خوف نہ کرو۔ انہی معکما اسمع واری۔ میں تمہارے
 ساتھ ہوں۔ ہر ایک بات سنتا اور ہر ایک چیز دیکھتا ہوں۔ بلا کسی خوف و خطر
 کے فرعون کے پاس جاؤ۔ اس الہام الہی سے حضرت موسیٰ کا دل
 قوی ہو گیا۔ اور تائید الہی کے تیز تر تہتیار کے ساتھ مسلح ہو کر فرعون
 کے حضور میں پہنچے اور اُسے پیغام الہی پہنچایا۔ اور ساتھ ہی یہ
 دھمکی دی۔ کہ اگر میرا کہنا نہیں مانو گے تو عذاب الہی میں گرفتار رہو
 جاؤ گے۔ فرعون ایک زبردست متکبر و مغرور بادشاہ اپنی رعایا میں
 اپنے تئیں رب مشہور کئے ہوئے تھا۔ اپنے امراء و وزراء سے
 خداوند اے خداوند کہلانے کا عادی تھا۔ حضرت موسیٰ کا یہ حکم
 سننے ہی طیش میں آ گیا۔ اُس نے دیکھا۔ کہ وہی موسیٰ جو کل سچے سا اُسی
 کے گھر میں پلا۔ اور ایک عقیم و ذلیل آدمی ہے۔ جس کے ساتھ نہ کوئی جاہ
 و جلال۔ نہ کوئی لشکر نہ زور نہ زر ہے۔ اُسے اس طرح دھمکیاں دے رہا ہے
 کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ کر دے۔ ورنہ تجھ پر عذاب الہی نازل ہوگا۔
 موسیٰ ۱۲ ہے ہی کیا چیز۔ اور پھر اُس کا یہ رب کون ہے؟ چنانچہ اُس نے
 طنز کے ساتھ پوچھا۔ بھلا بتا تیرا رب کون ہے؟ حضرت موسیٰ ۲ نے اپنے
 رب کے ثبوت میں بڑے بڑے دلائل دیئے۔ اور اپنی رسالت کا ثبوت
 دیا۔ مگر فرعون نے نہ مانا۔ وہ دیکھتا تھا۔ کہ نہ موسیٰ ۲ کے ہاتھ میں کنگن
 ہی ہیں نہ زر و لشکر ہے۔ یہ کہہ ہی کیا سکے گا۔ گھسیانا ہو کر جواب دیا۔ کہ اے
 موسیٰ تو یہ چاہتا ہے۔ کہ اپنے جادو سے ہمیں اس سرزمین سے نکال دو
 ہم بھی اپنا جادو تجھے دکھائیں گے۔ ہمارے ساتھ مقابلہ کے لئے کوئی دن

مقرر کر۔ تو اپنے دلائل پیش کر۔ ہم اپنے زبردست دلائل لاتے ہیں دیکھیں
 تو تو کس طرح ہم پر غالب آتا ہے؟ حضرت موسیٰؑ، تو یہی چاہتے تھے بڑی
 خوشی سے دن مقرر کیا۔ اور عید کے دن میدان میں مقابلہ شروع ہوا۔ ایک
 طرف حضرت موسیٰؑ، تاہدات الہی کے آسمانی لشکر کے ساتھ کھڑے ہو گئے
 دوسری طرف فرعون اپنے تمام علما و امراء اور جاوگروں کے ساتھ موجود ہو گیا
 مقابلہ شروع ہوا۔ پہلے کئی گفتگوئیں ہوئیں۔ جس میں فرعون کا فریق
 مغلوب ہو گیا۔ آخر کار گھبرا کر انہوں نے یہہ صلح کی۔ کہ سب مل کر جاو
 کرو۔ کیونکہ فلاح اسی کی ہے۔ جس کی آج فتح ہو گی۔ انہوں نے حضرت
 موسیٰؑ سے پوچھا۔ کہ پہلا وار تم کرنا چاہتے ہو یا ہم کریں۔ حضرت موسیٰؑ
 نے کہا۔ کہ پہلے تم ہی کرو۔ چنانچہ انہوں نے رستیاں اور لالھیاں پھینکیں
 اور توجہ کا اُن پر ایسا زور ڈالا۔ کہ وہ خطرناک چیزیں دکھائی دینے لگیں۔
 حضرت موسیٰؑ نے کفار کا غلبہ دیکھ کر جناب باری کی طرف توجہ کی۔
 ارشاد ہوا۔ کہ جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے تو بھی پھینک دے۔ یہ اُن کی کل
 کارستانیوں کو ننگل جاوے گا۔ حضرت موسیٰؑ نے ایسا ہی کیا۔ فرعون
 والوں پر حضرت موسیٰؑ کی صداقت کھل گئی۔ اور بھری مجلس میں
 کئی ایک جاو کرنے والے سجدہ کرتے ہوئے پکار اُٹھے کہ ہم موسیٰؑ
 اور مارون کے رب پر ایمان لے آئے۔ اس سے فرعون کو سخت شکست
 اور ذلت نصیب ہوئی۔ وہ گھسیانا ہو کر ان ایمان لانے والوں کو کہنے
 لگا۔ تم میری اجازت کے بغیر خود بخود میرے مخالف پر ایمان لے آئے۔
 معلوم ہوتا ہے۔ کہ دراصل وہ تمہارا استاد ہے۔ اور تمہاری اس سازش
 ہے۔ میں اسی دم تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالوں گا اور تمہیں سولی پر

چڑھا دوں گا۔ اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ میں غالب ہوں اور میرا عذاب سخت ہے۔ یا موسیٰ! غالب ہے اور اُس کے رب کی مار سخت ہے۔ فرعون کو اس دھمکی پر اُمید تھی۔ کہ وہ جادوگر توبہ کر لینگے اور اپنی بات پر پشیمان ہو کر اُس کی طرف رجوع کرینگے۔ مگر خدا تعالیٰ کو اُس سخت شعار ابلیس کی گردن توڑنی منظور تھی۔ جادوگر بڑے قوی دل اور حوصلہ کے ساتھ ہوئے۔ کہ جو تیرا جی چاہے کر۔ ہم تو سچی بات سے کبھی پھرنے والے نہیں ہیں۔ تیرا بس تو اسی قدر چلتا ہے کہ ہمارے جہموں کو تکلیف دے۔ مگر ہم اپنی روح کی فکر میں ہیں۔ جہموں کی کچھ پروا نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے۔ تاکہ وہ ہمارے گناہ بخش دے۔ اور ہمارا وہ قصود بھی معاف کر دے۔ جو ہم نے تیرے حکم کے بموجب خدا تعالیٰ کے برگزیدے کے مقابلہ پر سحر دکھانے میں کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے عاجز اور کمزور بندے کو ایسی کامل فتح بمقابلہ ایسے زبردست اور گردن کش بادشاہ کے عطا فرمائی۔ تو وہ نہایت ذلیل ہوا۔ حضرت موسیٰؑ کے برفلاف طع کے منصوبے سوچنے لگا۔ مگر جس کا خدا حافظ ہو۔ انسان اُس کا کیا بگاڑ سکتا ہے! حضرت موسیٰؑ ہر حالت میں مظہر و منصور اور اُس کے مکروں سے محفوظ رہے۔ فرعون والوں پر خدا کی طرف سے کئی بلائیں اور ابتلائیں نازل ہوئیں۔ مگر وہ سو براہ نہ ہوئے اور ویسے سخت کسے سخت رہے۔

آخر کار ایک دن راتوں رات ارشاد الہی سے حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے نکل گئے۔ اور کنعان کا رخ کیا۔ ظالم فرعون جب اس بات پر مطلع ہوا۔ آگ بگولا ہو گیا۔ اپنے سارے لاؤ لشکر سمیت حضرت موسیٰؑ کا تعاقب کیا۔ اور بعد کیا۔ کہ جب تک موسیٰؑ کا استیصال

نہ کر آؤں۔ مَنہ نہ پھیروں گا۔ چنانچہ تعاقب کرتے ہوئے موسیٰ اور اُسکے ساتھیوں کے بہت قریب پہنچ گیا۔ اب بنی اسرائیل کے آگے سمندر سا دشمن غونٹا رہیچھے فرعون کا لشکر جبار۔ یہہ ایسا نازک وقت تھا کہ گھبرا کر پکار اُٹھے انا لدا رکون ہم پکڑے گئے۔ حضرت موسیٰؑ نے بڑی جوشیلی آواز سے فرمایا کلا ان ہمی ربی سیہ مدین۔ وہ ہمیں کبھی نہیں پکڑ سکتا۔ میرا رب میرے ساتھ ہے۔ مجھے وہ نجات دیگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ حضرت موسیٰؑ کو نجات دینے اور کبابیہ کیا تھا۔ وہ پورا کیا۔ حضرت موسیٰؑ کو مدہ ہمایوں کے صحیح و سالم سمندر پار کر دیا۔ مگر جب فرعون اور اس کا لشکر پار ہونے لگا۔ تو انہیں اُس میں غرق کر دیا۔

اب فرعون کو معلوم ہوا کہ موسیٰؑ کا رب بھی کچھ چیز ہے۔ بے اختیار پکار اُٹھا کہ میں بنی اسرائیل کے رب پر ایمان لایا۔ مگر اب ایمان سے کیا فائدہ تھا۔ جب کہ خدا تعالیٰ کا عذاب سامنے نظر آگیا۔ بہر حال وہ سمندر میں غرق ہو گیا۔ اور اُسکی لاش تمام بنی اسرائیل نے دیکھی۔ اور وہ کمزور بندہ جسے وہ صہین لایکا دبیرین و ذلیل جو کلام نہیں کر سکتا، لعنہ دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے منظر و منصور ہوا۔ اور وعدہ الہی پورا ہوا۔

اب بنی اسرائیل کنعان کی طرف چلے۔ مگر اُن کی طبیعت میں سرکشی اور شرارت بہت تھی۔ حضرت موسیٰؑ نے اُن کو کنعانیوں کے ساتھ جہاد وغیرہ کے لئے متیرا کسایا۔ مگر اُنہوں نے ایک نہ مانی۔ جس کی وجہ سے ۴۰ سال تک کنعان کا دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ جنگوں ہی میں حیران و سرگردان جھٹکتے پھرے۔ حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد پھر اپنے اصلی وطن میں پہنچے۔ تورات کا نزول۔ سامری کا گوسالہ بنانا۔ قاروں کا واقعہ

سب اسی سفر میں وقوعیں آیا۔ بنی اسرائیل اگرچہ جنگلوں میں بھٹکتے پھرے۔ مگر تو بھی خدا تعالیٰ کا اُن پر نہایت احسان رہا۔ چنانچہ اُن پر منّ و سلوای اُترتا رہا۔ بادل اکثر سایہ کرتا رہا۔ مگر بے فرامی جو اُن کی جبلت میں مرکوز تھی۔ وہ کبھی اُن کو چین نہیں لینے دیتی تھی +

حضرت موسیٰؑ کے حالات سے جہدِ ایت اور صداقت اور بشارات متنبط ہوتی ہے۔ اب اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اُس مقدس بنی کا حال قریناً حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال کی طرح ہے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ص تو ریت کی بشارات کے موافق مثیل موسیٰ کہلاتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں بھی اُن کو مثیل موسیٰ قرار دیا۔ حضرت موسیٰؑ کا حال آنحضرت ص کے حالات مبارک کے ساتھ اس قدر موافقت رکھتا ہے کہ اور کسی دونبیوں کے حالات اس طرح باہم مطابقت نہیں رکھتے حضرت موسیٰؑ کے حالات سب پیشین گوئیاں پس جناب خاتم الانبیا صلعم کے حالات کی نسبت۔ کہ جس طرح حضرت موسیٰؑ کا حال بمقابلہ فرعون مصوصو قوم مخالف ہوا۔ اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا حال بمقابلہ فرعون کہ (ابو جہل) و قوم مخالف ہوگا۔ جس طرح مصر کا فرعون حضرت موسیٰؑ کے برخلاف اُٹھ کھڑا ہوا۔ اسی طرح مکہ کا فرعون حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی مخالف میں بڑا مرگم ہوا۔ سو جس طرح مصر کے فرعون کے مقابل حضرت موسیٰؑ ہر طرح مظفر و منصور ہوئے۔ اسی طرح مکہ فرعون اور قوم مخالف کے مقابل آنحضرتؐ ہر طرح مظفر و منصور۔ فتح مند اور کامیاب ہوئے۔ جس طرح مصر کا فرعون اور اسکی قوم دریائے نیل میں غرق اور ہلاک ہوئی اسی طرح مکہ کا فرعون اور اسکی قوم جنگِ بدر میں قتل اور اسیر ہوئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ انفال

وغیرہ میں کئی جگہ فرمایا ہے۔ کہ ان لوگوں کا حال فرعون والوں کی طرح ہوگا اور اسی طرح ہوا۔ کذا اب آل فرعون والذین من قبلہم کذبوا بآیات اللہ فاخذہم اللہ واللہ شہید العقاب ہ

پھر جس طرح حضرت موسیٰؑ نے دین میں ہجرت کی۔ اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں۔ جس طرح حضرت موسیٰؑ نے مخالفوں کی بداعت اور تعذیب کے لئے جہاد کئے۔ اسی طرح جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جس طرح حضرت موسیٰؑ کے جانشین زین کے حاکم اور خلیفہ ہوئے۔ اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی کی نسبت پیشین گوئیاں کی گئیں اور اسی طرح وہ خلیفہ ہوئے۔

جس طرح حضرت موسیٰؑ کی امت فاتح کو وعدہ کی زمین عطا فرمائے جانے کا وعدہ ہوا۔ اور آخر عطا فرمائی گئی۔ اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین موعود (شام) کے عطا فرمائے جانے کا قرآن شریف میں وعدہ ہوا۔ اور آخر کار عطا فرمائی گئی۔ جو ۱۳ سو سال سے آج تک انہی کے قبضہ میں ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے گونا گوا سامری کو توڑا۔ جس طرح جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے بتوں کو۔ جس طرح حضرت موسیٰؑ کی شریعت کے ایک متع نبی (حضرت سلیمان) نے خدا کی ہیکل دہیت المقدس کو تعمیر کیا۔ اسی طرح حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ اس جگہ دوبارہ مسجد اقصیٰ کو تعمیر کیا۔

جس طرح حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے کتاب و شریعت مستقل عطا فرمائی۔ اسی طرح آنحضرت کو غرض کہ حضرت موسیٰؑ کے حالات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و ہر بات

کے ساتھ اس قدر مطابقت رکھتے ہیں۔ کہ تفصیل کے لئے ایک جداگانہ کتاب چاہئے۔ طالب حق کو مناسب ہے۔ کہ قرآن شریف پڑھتے وقت اس بات کا خیال رکھے۔ کہ ان ان موقعوں پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کا یہ حال کیوں ذکر فرمایا۔ اور اس حال سے کیا ہدایت اور بشارات اور پیشین گوئی متنبط ہوتی ہے۔ جو آنحضرت صلیع کی نبوت اور صداقت کے ثبوت میں کام آتی ہے۔

قارون

موسیٰ ۲ کی قوم میں سے تھا۔ فرعون کے ۱۱ بڑا بارسوخ۔ بنی اسرائیل کو جو کام بیگار میں ملتا تھا۔ اُس کی مزدوری اُسی کی معرفت اُن کو ملتی تھی۔ اس معاملہ میں اس نے اس قدر دولت کما لی کہ اُس کے خزانوں کی کنجیوں کو کسی دور آور آدمی مشکل اٹھا سکتے تھے یہ نالایق اپنی قوم پر بڑا ظلم و ستم کرتا تھا۔ اور اُسے اپنی قوم سے کچھ ہمدردی نہ تھی۔ آخر کار جب زکوٰۃ کا حکم آیا۔ تو حضرت موسیٰ ۲ نے اسے بھی سنایا۔ وہ بڑے غور میں آ کر اپنی قوم کے جہلا کو بہکانے لگا۔ اور یہ کہنا شروع کیا۔ کہ موسیٰ ۲ اس جیلہ سے چاہتا ہے۔ کہ تمہارا مال وغیرہ چھین کر سب سے بڑا دولت مند بن جائے۔ اُس کی قوم نے کہا۔ غور نہ کر۔ خدا کو اترا نے والے پسند نہیں۔ اور جو کچھ خدا نے تجھے عطا فرمایا ہے۔ اُس سے آخرت کا بھی کچھ فکر کر لے۔ اور جس طرح خدا نے تجھ پر احسان کیا ہے تو بھی اوروں کے ساتھ احسان کر۔ اور دنیا میں فساد نہ مچا۔ قارون نے جواب دیا۔ کہ خدا نے کیا دنیا دلانا ہے۔ میں نے اپنی قابلیت سے کمایا ہے۔ آخر کار بڑے تنگ و شان لے ستھ

ایک دن سوار ہو کر اپنی قوم کے لوگوں پر نکلا۔ جو لوگ دنیا کے طالب تھے بولے۔ کاش۔ جس طرح قارون کو دولت و اقبال ملا ہے۔ ہمیں بھی ملتا تو ہم بھی اسی طرح عیش مناستے۔ ان میں سے جو لوگ اہل علم و فہم تھے کہنے لگے۔ تم پر افسوس! ایمان والوں اور نیکو کاروں کو جو اجر اسد کے یہاں سے ملے گا وہ اسی سے کہیں بہتر اور بڑھ کر ہے۔ انجام یہ ہوا۔ کہ اُس کا محل گر گیا۔ وہ بھی اور اُس کا گھر خزانہ وغیرہ سب زمین میں دھنس گئے۔ اور پھر اُس کا کچھ پتہ نہ ملا۔ کھنڈر ہی کھنڈر نظر آئے۔ لگے۔ خدا کے سونے نہ کوئی جماعت اسکی مدد کو کھڑی ہوئی۔ اور نہ وہ غنیمت الہی سے بچ سکا۔ وہ لوگ جو کل اس بات سے غافل رہے تھے۔ کہ کاش! قارون کی طرح ہم کو بھی دولت و اقبال نصیب ہو۔ اور ہم بھی مائے اُڑا میں۔ اب تو انہیں خوب عبرت حاصل ہوئی۔ لگے کہینے۔ کہ اے ہے روزی کا فراخ یا تنگ ہونا حکمت الہی سے ہے۔ کسکو معلوم تھا۔ کہ اُس کا انجام ایسا ہوگا اگر خدا ہر کم نہ کرتا۔ تو قارون کی طرح بہکے بھی دہنسا دیتا۔ بلاشبہ ناشکرے لوگوں کا انجام بھی اچھا نہیں ہوتا۔ یہ آخرت کا گمراہ نہیں لوگوں کے لئے ہے جو دنیا میں کسی طرح کی شیخی اور بلندی اور فتنہ و فساد کے خواہاں ہیں اور پھر بیزگاروں کا ہی انجام بخیر ہوتا ہے۔

یہی قارون تھا۔ جس نے حضرت موسیٰؑ پر زنا کا الزام بھی لگایا تھا۔ مگر اسد تعالیٰ نے اُن کو اس سے بری کیا۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ قارون نے حضرت موسیٰؑ کو بدنام کرنے کے لئے ایک فاحشہ عورت کو لالچ دیکر آمادہ کیا۔ کہ حضرت موسیٰؑ کو شہم کرے۔ جب لوگ جمع ہوئے تو اس پر حضرت موسیٰؑ کی عظمت اور عظمت کا ایسا رعب چھایا۔ کہ موسیٰؑ کو شہم

کرنے کے عوض قاروں کا سارا راز فاش کر دیا۔ اور اٹا نادم اور شرمندہ ہوا
 قبلہ اللہ ما قالوا وکان عند اللہ وخیما۔

قاروں کے قصہ کو جناب رسالت مآبؐ کے حالات کے ساتھ یہ تعلق ہے
 کہ اس قصہ کے ضمن میں سورہ قصص کے اندر اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے
 کہ اولم یعلم ان اللہ قد اهلك من قبلہ من القرون من هو
 اشد منه قوة واکثر جمعا۔ ولا یستل عن ذنوبہم الجرمون قاروں
 خدا کے اس طرح بر خلاف اُنھ کھڑا ہوا۔ کیا اُسے معلوم نہیں تھا۔ کہ اس سے پہلے
 خدا اُن سے زیادہ قوی اور زیادہ جمع پونجی بھی اُن کے پاس بہت زیادہ
 تھی۔ اور مجرموں پر حجب غضب الہی آتا ہے۔ تو چپ چاپ ذمہ آجاتا ہے۔
 اُن سے پوچھ پاچھ کر نہیں آتا۔ یہہ ارشاد الہی کفار مکہ کے لئے بڑی تنبیہ اور
 انذار اور ایک ببردست پیشین گوئی کا اظہار ہے۔ کہ اسی طرح کہ کے مجرم
 عنقریب ہلاک ہو جائیں گے۔ اور منقین انجام کار مظفر و منصور ہوں گے۔

حضرت سمویل علیہ السلام

حضرت موسیٰؑ کے بعد کچھ دنوں تک بنی اسرائیل کی حالت بہتر رہی کہ
 وہ برابر فتومات کرتے چلے جاتے تھے۔ مگر یہ لوگ تھے بے چین۔ مفسد
 وضع استقامت پر قائم نہیں رہتے تھے۔ اُن کی بنی و فساد کی وجہ سے
 خدا نے اُن کے دشمنوں کو اُن پر غالب کیا۔ اور اُن کے مخالف جالوت
 بادشاہ نے اُن کو بہت وق کیا۔ اس وقت ان لوگوں میں سمویلؑ پنجم

تھے۔ اُن کی طرف رجوع کیا۔ اور درخواست کی کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے۔ کہ اُس کے سہارے سے ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور اپنے کھوئی ہوئی عزت اور شوکت پھر حاصل کریں۔ حضرت سموئیل نے کہا کیا عجب ہے کہ اگر تم پر جہاد فرض کیا جائے تو تم لڑو ہی نہیں۔ اور پھر جہاد سے جی چڑا جاوے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم کیوں نہ خدا کے راستہ میں جہاد کریں گے۔ حالانکہ ہم اپنے گھروں اور اپنے بال بچوں سے تو نکالے جا چکے۔ پھر جب جہاد فرض ہوا۔ تو جیسا اُس نبی نے کہا تھا فی الواقع ویسا ہی ظہور میں آیا۔ کہ بغیر مدد و سہارے چند آدمیوں کے سب جی چڑا گئے۔ حضرت سموئیل نے کہا۔ کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے طالوت (چرواہے) کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔ اب اس بادشاہ کے تقرر میں جیلہ و حوالہ کرنے لگے۔ اور لگے کہنے کہ یہ ایک غریب آدمی ہمارا کیا بادشاہ ہوگا؟ ہم اُس سے زیادہ حقدار ہیں۔ چاہئے کہ کوئی نئی حیثیت بادشاہ ہو۔ سموئیل نے کہا کہ خدا نے اس کو تم پر حکمرانی کے لئے پسند کیا ہے۔ اور علم اور حلم میں خدا تم نے اس کو حصہ وافر عطا فرمایا ہے۔ یہ استحقاق ہے اس کے بادشاہ ہونیکا اور اُس کے بجانب اللہ بادشاہ ہونے کا یہ نشان ہے۔ کہ وہ صندوق جس میں تورات اور تہذیب کا انبیاء ہیں۔ ملائکہ ربانی اُن کو تمہاری طرف اُنھا لائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ جالوت بادشاہ نے اُس صندوق کو جو پہلی لڑائی میں بنی اسرائیل سے چھین کر لے گیا تھا۔ خود بخود چھکڑوں پر لا کر بنی اسرائیل کی طرف دھکیل دیا۔ اس خیال سے کہ ہمارے حق میں منحوس اور مایہ فساد یہی ہے۔ پھر جب لڑائی ٹھیری۔ تو کوئی ہزار آدمی طالوت کے ساتھ ہوئے۔ چونکہ اُن میں سے بہت سے لوگ بزدل اور

فن جنگ سے بالکل ناواقف تھے اور خواہ مخواہ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے ضرورتاً کہ طالوت مستقل رہنے والوں اور بزدل لوگوں کو متیز کر دے۔ اور یہ اس کی دانائی اور تجربہ کاری کا اعلیٰ نشان تھا۔ راہ میں آئی ایک نہر۔ اُن کو بھی لگی ہوئی شدت کی پیاس۔ حکم دیدیا۔ کہ جو اس نہر سے پانی پئے گا۔ وہ ہمارا نہیں۔ اور جو نہ پئے گا وہی ہمارا ساتھ دے سکے گا۔ مگر اُس ایک چلو بہر پانی پی لے۔ تو کچھ مضائقہ نہیں۔ جتنے بے صبر اور غیر مستقل لوگ تھے۔ سب نے پانی پی لیا۔ باقی صرف ۳۱۳ آدمی رہ گئے۔ جنہوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ پھر جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔ تو جالوت کا بڑا لاؤ لشکر تھا۔ اور طالوت کے ساتھ والے صرف ۳۱۳ تھے۔ گھبرائے کہ اتنے لاؤ لشکر کے ساتھ ہم کیا مقابلہ کر سکتے ہیں؟ خدا کے صادق اور وفادار بندے جنکو یقین تھا۔ کہ ایک خدا ہے۔ جو اپنے بندوں کو مدد دیا کرتا ہے۔ کہنے لگے کہ کچھ پروا نہیں۔ خدا کی مدد چاہیو فتح ہماری ہے۔ بسا اوقات حکم الہی سے تھوڑے سے آدمی بہت سے آدمیوں پر فتح پا جاتے ہیں۔ اور خدا صبر کرنے والوں اور مستقل رہنے والوں کے ساتھ ہے۔ آخر یہ لوگ خدا سے فتح و نصرت اور استقلال کی دعا مانگ کر جالوت کے لشکر کے مقابل ہوئے۔ جالوت اس تھوڑی سی جماعت کو دیکھ کر ہنسے لگا۔ اور تنہا سوار ہو کر میدان میں آیا۔ مگر خدا تعالیٰ نے طالوت کو فتح دی۔ حضرت داؤدؑ نے جالوت کو مار ڈالا۔ اُس کا لشکر سب ترتر ہو گیا۔ دو برس کے بعد طالوت بھی مر گیا۔ اور بنی اسرائیل کی سلطنت حضرت داؤدؑ کے قبضہ میں آئی۔

یہ واقعہ بالکل حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مال کے

مطابق ہے اور آپ کی فتح و نصرت کی زبردست بشارت ہے۔ جناب رسول کریم م کے صحابی بھی اپنے اولاد اور وطن سے مکا لے گئے تھے۔ اور اسی وجہ سے اُن کو بھی اُن کی درخواست کے مطابق قتال و جہاد کا حکم ہوا۔ مگر حکم ہونے کے بعد بعض اُن میں سے ہچکچانے لگے کہ کیا یساقون الی الموت و ہم یبظرون۔ کتب علیکم القتال و هو کفر لکم۔ مگر انجام یہ ہوا کہ وہ لوگ آنحضرت م کے شریک حال ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو فتح و نصرت عطا فرمائی ۔

اور عجیب مطابقت دونو حالوں میں یہ ہے کہ جنگ بدر میں بھی ۳۱۳ آدمی ہی آنحضرت م کے ساتھ تھے۔ جس قدر اس لڑائی میں طالوت کے ساتھ تھے۔ اور کفار مکہ کے پاس جمعیت اور دولت کثیر تھی۔ جس طرح کہ جالوت کے پاس۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول کے موافق کہ **مَنْ مِّنْهُمْ فِتْنَةٌ قَلِيلَةٌ غَلِبَتْ فِتْنَةُ كَثِيرَةٍ** باذن اللہ واللہ مع الصابرين۔ جناب رسول کریم صلعم اور مسلمانوں کو فتح دی۔ اور کفار مکہ کے جالوت ابو جہل کو قتل کیا۔ ۶۰ آدمی اسیر اور ۷۰ قتل ہوئے۔ اور یہ لڑائی اسلام کی مدت کا ایک بڑا نشان ٹھہری۔ اور آئندہ کی فتوحات کی تمہید اور سارے عرب میں اسلام کی تسلط کا موجب ۔

سورہ بقرہ میں جہاں اللہ تعالیٰ نے یہہ قصہ بیان فرمایا ہے۔ آخر میں جہاد کا اصول بھی بیان کر دیا ہے۔ کہ اسلامی جہاد است اور نہ یہی محاربات کا کیا باعث ہوا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَلَوْلَا دَفَعَ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضُهُمْ** **بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ۔ وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ** ۔ اگر خدا کا یہہ قانون نہ ہوتا۔ کہ بعض لوگوں (ظالموں) کو بعض لوگوں (مظلوموں)

بذریعہ جہادات ہٹاتا رہے۔ تو زمین کا انتظام بگڑ گیا ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ
 دنیا پر بڑا مہربان ہے۔ کہ اس نے دنیا کے انتظام کے لئے سزا اور سیاست
 کے قانون بھی معین کئے۔ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ تَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَ
 اِنَّكَ لَمِنَ الْمُسْلِمِينَ۔ یہ خدا تعالیٰ کی آیتیں ہیں۔ جو تمہارے حق کے ساتھ
 پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ اور یقیناً تو رسولوں میں سے ہے۔ پس جس طرح
 اگلے رسولوں کو فتح و نصرت حاصل ہوئی۔ ایسے ہی تجھ کو بھی دنیا اور دین
 میں کامیابی اور نصرت عطا ہوگی *

حضرت داؤد علیہ السلام

یہ نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی۔ جس طرح کہ ہمارے رسول کریم صلعم
 رسول بھی ہوئے اور بادشاہ بھی۔ اُن کو زبور عطا ہوئی۔ جس میں ورد
 و ناطیف۔ دعائیں اور مناجاتیں اور جناب رسول کریم صلعم کی بشارات
 ہیں۔ جبکہ ذکر بشارات نبویؐ میں موجود ہے۔ یہ نبی بڑے خوش آواز
 تھے۔ اور باوجودے کہ بادشاہ تھے۔ مگر زہیں بنا کر اُس کی اجرت سے اپنا
 خچہ چلاتے۔ *

جناب رسول خدام کے حالات کے ساتھ ان کے قصہ کو یہی تعلق ہے
 کہ انہوں نے خدا کی راہ میں جہادات کئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا
 اور دین کی سلطنت عطا فرمائی۔ جس طرح ہمارے رسول کریم صلعم اور صحابہ کرام
 کو۔ بیکل یعنی بیت المقدس کی بنا انہوں نے ڈالی۔ جسکی تکمیل حضرت سلیمان کے

۱۲ حضرت داؤد کا ذکر سورہ بقرہ۔ بنی اسرائیل۔ سبأ۔ جن اور نمل میں ہے

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ نبی بھی اور بادشاہ بھی۔ انہوں نے
 بیت المقدس کو تعمیر کیا۔ جس کی بنا حضرت داؤد اُن کے باپ نے
 اُن کی تمہ اُن کے وزیر کا نام آصف بن برخیا ہے جو آسمانی کتابوں
 سے خوب ماہر تھا۔ سب کی ملکہ بلقیس جو آفتاب پرست تھی۔ اُس کی نظر
 انہوں نے خط لکھا۔ کہ مطیع اور مسلمان ہو جا۔ بلقیس نے اپنے وزراء
 سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا۔ کہ ہم لڑنے کے لئے بالکل تیار ہیں۔ آئندہ
 جو حضور کا حکم۔ بلقیس نے کہا۔ ان الملوک اذا دخلوا قریتنا فسدوا
 وجعلوا اعزق اهلنا اذلہ وکذا الک یفعلون ہ بادشاہ لوگ جب کسی
 شہر میں داخل ہوا کرتے ہیں۔ تو اُن کا دستور ہے کہ اُسے برباد کر دیتے ہیں
 اور وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں۔ اور اُن کا یہی کام ہے
 بہتر ہے۔ کہ صلح کر لی جائے۔ چنانچہ انہوں نے تحفہ تحائف بھیج کر صلح کر لینی
 غنیمت سمجھی۔ مگر حضرت سلیمان نے کہا۔ کہ دنیا کے مال و متاع کی ہمیں
 پروا نہیں بہتر ہے کہ وہ مسلمان ہکر چلی آئے۔ چنانچہ آخر کار مطیع ہو کر وہ چلی آئی حضرت سلیمان نے
 اُسے ایک محل میں جلد دی۔ جس کا فرش شیشے کا تھا۔ بلقیس نے اُسے
 پانی سمجھا۔ اور گدڑنے کے لئے پانیچے اٹھا کر اپنی پنڈلیاں کھول دیں حضرت
 سلیمان نے کہا۔ یہ تو شیش محل ہے۔ جس کے فرش میں بھی شیشے بڑے ہیں۔

یہ اشارہ تھا۔ اس بات کا کہ توشیح محل کو پانی یعنی آفتاب کو جو خدا کی قدرت کا ایک مظہر ہے۔ خدا سمجھ رہی ہے۔ اُس وقت بلقیس کو اپنی غلطی معلوم ہوئی۔ اور لگی خدا کے دربار میں عرض کرنے۔ کہ خدایا میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور اب میں سلیمان کے ساتھ ہو کر خدائے رب العالمین پر ایمان لے آئی۔

اس قصہ میں ہدایت ہے اس بات کی کہ جو لوگ خدا کے سوا اور چیزوں کو پوج رہے ہیں۔ وہ تیش محل کو پانی سمجھ رہے ہیں۔ یہ دنیا سب تیش محل ہے اور خدا تعالیٰ کی طاقت عظمیٰ کا پانی اُس کے نیچے جاری ہے۔ بہتر ہے۔ کہ مخلوق پرست لوگ تیش اور پانی میں تمیز کریں۔ اور مظاہر قدرت کی پرستش چھوڑ کر قادر مطلق کی پرستش کی طرف توجہ کریں۔ اور آنحضرت ص کی نبوت کے ساتھ اس قصہ کو یہ تعلق ہے کہ اگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف آنحضرت ص کے مطیع ہو جائیں اور اسلام قبول کر لیں۔ تو خدا تعالیٰ کے غضب سے نجات پائیں گے۔ ورنہ سب کے سب غضب الہی کی نارحہ میں جلا کر جسم گئے جائیں گے۔ اور اُن کا انجام وہی ہوگا جو مخالفت کی صورت بلقیس نے اپنا انجام سوچا تھا۔ کہ ان الملوك اذا دخلوا قرنتہ انفسہم وجعلوا عزة اہلہا ذلہ +

حضرت لقمان حکیم

حضرت لقمان بڑے عظیم الشان حکیم گذرے ہیں۔ حضرت داؤد

کے ہم عصر تھے۔ اُن کے نصایح امثال و حکایات ساری دنیا میں مشہور ہیں۔ یہ حکمائے ربانی میں سے تھے۔ الہامِ الہی کے مورد اور قوم کے مصلح و مجدد۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اُن کا ذکر خیر بیان فرمایا ہے *

قرآن شریف کے کلامِ الہی ہونے اور اسلام کی صداقت - اور آنحضرتؐ کی حقیقت کی بڑی دلیل یہ ہے کہ قرآن شریف میں کوئی قصہ اس حیثیت سے ہرگز بیان نہیں ہوا کہ لوگوں کو ایک قصہ یا کہانی یا تاریخی واقعہ سنا کر خوش کیا جائے۔ بلکہ اُس کے ہر ایک قصہ میں عجیب عجیب حکمت اور نصیحت اور ہدایت اور صداقت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اسی لقمان کے قصہ کو دیکھو۔ اور جس کتاب میں تم لقمان کا مذکور پاؤ گے۔ ضرور اُس کی قومیت - مسکن وغیرہ امور کا ذکر سب سے پہلے ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو ان امور کے بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ وہ ہر ایک شخص کے حالات اور واقعات سے اُسی قدر چُپن لیتا۔ اور اتنا ہی حصہ بیان کرتا ہے جس کا نفس اسلام یا اسلام کی صداقت سے تعلق ہوتا ہے۔ آریہ اور عیسائی قرآن شریف پر یہ بڑا اعتراض کرتے ہیں۔ کہ قرآن میں ہے ہی کیا؟ گذشتہ لوگوں کے قصوں کا ایک مجموعہ ہے۔ یہی بات ناعاقبت اندیش کفار عرب نے کہی تھی ان ہذا الا اساطیر الاولین دیہ نہیں ہیں۔ مگر اگلے لوگوں کے افسانے، مگر جن لوگوں میں غور کا مادہ ہے اور اُن کی طبیعتوں میں الہیات کا مذاق ہے وہ لوگ اگر ذرا بھی غور کریں تو معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ قرآن شریف میں یہ قصے نہیں ہیں۔ بلکہ ایک عجیب قسم کی صداقتیں اور ہدایتیں

ہیں۔ جبکہ مقابلہ دنیا کی کوئی کتاب نہیں کر سکتی +

جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر آئے ہیں۔ قرآن شریف میں جہاں جہاں کوئی قصہ موجود ہے۔ خدا تعالیٰ نے عجیب عجیب غرضوں اور مصلحتوں کے لئے وہاں بیان فرمایا ہے۔ اسی لقمان کے قصہ کو لو۔ نام کو ایک ساری سورت سورۃ لقمان کے نام سے موسوم ہے۔ مگر اس قصہ نے دیگر ہدایات و نصائح بیان کرتے کرتے لقمان کے حالات کا اُسی قدر حصہ لے لیا ہے۔ جو اُس کے تمام واقعات کی جان۔ کل نصیحت کا لب لباب۔ اور ساری حکمت کا عطر اور سورت کے اسلوب کے ساتھ متعلق تھا۔ اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے :-

اور ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی۔ وہ یہ بھی تھی۔ کہ اللہ کا پورا پورا شکر گزار ہو جا۔ اور جو شخص شکر کرتا ہے۔ تو اپنے ہی جملے کے لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے۔ تو خدا کو تو کچھ پرہیز نہیں۔ اس لئے کہ وہ ہر حال میں بے نیاز اور سزاوار حمد و ثنا ہے اور جب کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے کرتے کہا۔ کہ اے میرے بیٹے! اُمید کے ساتھ شریک نہ کر۔ تعیناً شک بڑا بہار می ظلم ہے۔ اور ہم نے انسان کو اُس کے ماں باپ کے بارہ	وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلَّهِ وَمَن يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۖ وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَكَهْرَبِطْلُهُ يَبْنِي لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۖ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَسَنَةً أُمَّهُ وَهَنَّا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفَضَّلَهُ فِي عَمَلَيْنِ إِنَّ اشْكُرِّي وَلَوْلَا دَيْنُكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۖ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۖ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ
---	--

اَلَيْسَ لَكُمْ اَيُّ مَرْجِعٍ كُمْ وَ اَنْتُمْ كُمْ
 بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ . يٰ بَنِي اٰدَمَ
 اِن تَدْعُوْهُمْ فَاٰتِهِمْ مِنْ حَرِّ دِلِّ
 فَتَكُنْ فِيْ صَحْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ
 اَوْ فِي الْاَرْضِ يٰ اَيُّهَا الَّذِي
 اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ . يٰ بَنِي
 اٰدَمَ الصَّلُوْا وَ اَمُرُّ بِالْعُرُوْبِ
 وَ اَنْتُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرُوْا عَلٰى مَا
 اَصَابَكُمْ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ
 وَ لَا تَتَّبِعُوْا خَلْقَكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمُشْ
 فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ
 كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ . وَ اَقْصِدْ فِي
 مَشِيْكَ وَ اَعْصِصْ مِنْ صَوْتِكَ
 اِنَّ اَنْتُمْ لَاصْرٰتٍ لِّصَوْتِ
 الْحَبِيْبِ .

میں تاکید کی ہے۔ کہ اُس کے حقوق
 کا خیال رکھے۔ اُس کی ماں اُسے
 نو ماہ تک پیٹ میں اٹھائے رکھتی
 ہے اور مصیبت پر مصیبت اٹھاتی
 ہے۔ اور پھر جننے کے بعد کہیں برس
 کے بعد اُس کا دودھ چھوٹتا ہے۔ اسی
 لحاظ سے ہم نے انسان کو حکم دیا۔ کہ
 ہمارا بھی شکر گزار رہ اور اپنے والدین
 کا بھی۔ آخر کار تم سب نے ہماری ہی
 طرف لوٹ کر آنا ہے۔ ہاں اگر تیرے
 باپ اس بات کے لئے مجبور کریں۔ کہ تو
 ہمارے ساتھ کسی کو شریک فدائی
 بنائے۔ جس کی تیرے پاس کوئی دلیل
 ہے ہی نہیں۔ تو اس میں اُن کا کہا
 نہ مان۔ البتہ دنیا میں اُن سے سعاد

سلوک کر۔ اور اُن لوگوں کی راہ پر چل۔ جو ہر مات میں ہماری طرف رجوع
 لاتے ہیں۔ پھر آخر کار تم سب نے ہماری ہی طرف آنا ہے۔ تو جیسے جیسے
 تم عمل کرتے تھے۔ اُس وقت اُن کا بُرا بھلا سب ہم تم کو بتا دیں گے۔ بیٹا!
 علم الہی کا تہیہ حال ہے۔ کہ اگر رائی کے دانہ کے قدر یہی کوئی عمل ہو۔ پہنچن
 کر۔ کہ وہ کسی پتھر کے اندر رکھا ہو۔ یا آسمانوں میں یا زمین میں۔ تو اسکو بھی
 حساب لیتے وقت خدا لا عاف کرے گا۔ کچھ شبہ نہیں۔ کہ اللہ بڑا ہی بایکدین

خبردار ہے۔ بیٹا! غار پڑھا کر اور لوگوں کو بھلے کام کا حکم دیا کہ امد بڑے کاموں سے منع کیا کر۔ اور دنیا یا دین میں جو کچھ تجھے لگا بیف اور مصائب پہنچیں اُن پر صبر کر۔ بے شک یہہ بڑے ہی ہمت کے کام ہیں۔ اور لوگوں سے بے رنجی نہ کر۔ اور زمین پر اترا کر نہ چل۔ کیونکہ امد کسی اترانے والے شیخی خور سے کو پسند نہیں کرتا۔ اور اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر۔ ہر بات میں اعتدال کو مد نظر رکھ۔ اور کسی سے بات کرے تو نجیدگی اور آہستگی کے ساتھ بول۔ چلا چلا کر بولنا کوئی بہلی بات نہیں۔ دیکھ گدھے کی آواز کیسی اونچی ہوتی ہے باگہ سب سے بڑی اور کڑی معلوم ہوتی ہے۔

اب دیکھ کہ نام کو یہہ لقمان کا قصہ کہلاتا ہے۔ مگر اس میں کئی نصائح اور حکمتیں بھری پڑی ہیں۔ کہ گویا ساری آسمانی کتابوں۔ تمام حکماء کی حکمت آمیز باتوں کا لب لباب اور عطر جمع کر دیا گیا ہے۔ ان سات آٹھ آیتوں میں اس قدر سنہری نصائح اور حکمتوں کے جواہر بھرے ہیں کہ دنیا کی کوئی کتاب۔ کوئی معیضہ آسمانی اس کا مقابلہ ہرگز ہرگز نہیں کر سکتا۔ اس قدر قلیل الفاظ میں اتنی نصیحتیں فصاحت و بلاغت متانت و سلاست اور شان و شوکت کے ساتھ اور کسی کتاب میں ہرگز مل نہیں سکتیں۔

(۱) امد تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی۔ اور یہہ وہ حکمت نہ تھی جو خشک فلاسفہ کو نصیب ہوتی ہے۔ بلکہ وہ حقانی حکمت تھی کہ علمی اور عملی طور پر امد کا شکر گزار بن جائے حقیقت میں تمام آسمانی کتابوں کا لب لباب یہی ہے کہ انسان خدا کا چا شکر گزار بن جائے

مذاقِ تعالیٰ کی روحانی اور جسمانی تہلکے مقابل اپنی ساری جان اور سارے دل اور سارے جسم سے اس کے شکرِ یہ میں غو جو جانے۔ اپنا روٹھا روٹھا اور ذرہ ذرہ اسکی خدمتِ اطاعت اور عبادت میں لگا دے۔ اپنے تئیں بطور قربانی کے اُس کے آگے رکھ دے۔ اُسی کا ذکر کرے اور اُسی کا دم بھرے اور اپنی روحانی اور جسمانی قوا سے سب اُسی کے راستہ میں لگا دے۔ یہی اصلی و انانی اور یہی سچی حکمت ہے اور اسی حکمتِ حقہ کی وجہ سے لقمانِ حکیم تمام حکیموں سے ممتاز اور سرفراز تھے۔ اور یہی اُن پر اللہ تعالیٰ کی بڑی عطا اور بہاری احسان تھا۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے یہاں مذکور فرمایا۔

(۴) جو شخص اللہ کا شکر گزار ہوتا ہے۔ اسکی شکر گزار سی کا پھل اُسی کو ملتا ہے اور وہی عبودیت کا حق ادا کرتا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کو تو کسی شکر گزار سی یا ناشکر گزار سی کی پرواہ ہی نہیں۔ اس لئے کہ اُس کی ذات تو ہر حال میں غنی و حمید ہے۔ کسی کے شکریہ کی اُسکو پرواہ نہیں۔ کسی کی تعریف کرنے کی اُسکو حاجت نہیں۔ انسان اگر شکر گزار ہوگا۔ تو اپنے ہی فائدہ کے لئے ناشکری کرے گا۔ تو اپنا ہی بُرا کرے گا۔

(۵) اس کے بعد لقمان کی اُن نصائح کا ذکر ہے۔ جو انہوں نے اثنائِ وعظ میں اپنے بیٹے کو ارشاد فرمائیں۔ منجملہ ایک نصیحت یہ تھی۔ کہ تو اللہ کے ساتھ ہرگز کسی کو شریک نہ کر۔ ذات و صفات میں کسی کو اُس کے برابر نہ جان۔ ایسے مربی اور محسن خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک کرنا۔ اسکی دی ہوئی نعمتوں کو کسی اور کی طرف منسوب کرنا۔ اُسکو چھوڑ کر کسی امر میں غیر کی اطاعت یا عبادت کرنا واقعی بڑا بھاری ظلم ہے۔

(۴) چونکہ لقمان حکیم اپنے بیٹے کو اطاعت والدین کی نصیحت اپنی طرف سے نہیں کر سکتے تھے۔ کہ اُس میں ایک غرض پائی جاتی تھی۔ اس لئے استدعا نے اُن کے سلسلہ نصیحت کو مکمل کرنے کے لئے اطاعت والدین کا ذکر اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے اور فرمایا ہے۔ کہ ہم نے انسان کو باپ کے ساتھ ہر حال میں خوش سلوکی کرنے اور اُن کے حقوق کی نگہداشت کا حکم دیا ہے اس لئے کہ اکی ماں اُسے نو ماہ تک پیٹ میں رکھتی ہے۔ تکلیف پر تکلیف اُٹھاتی ہے۔ پھر دو سال تک دودھ پلاتی ہے۔ اور اپنا کھانا پینا۔ نیند حرام کر کے اُس کی پرورش اور حفاظت کرتی اور ہر حال میں اُس کے آرام کو مقدم سمجھتی ہے۔ اس لئے ہر ایک انسان پر واجب ہے کہ وہ اپنے حقیقی رب کا بھی سچے دل سے شکریہ ادا کرے۔ اور باپ کا بھی جو اُس کے وجود کا ظاہری سبب اور تعلیم و تربیت کے کفیل۔ اور بڑے محسن و مربی ہیں۔

(۵) ہر ایک انسان کھلے اندہی کے پاس جاتا ہے۔ اُسی کے تخت کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ انسان کے سارے اعمال اُسکے زیر نظر ہیں۔ اس لئے چاہئے کہ خدا کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرے۔ اور خدا اور باپ کا ہر طرح شکریہ ادا کرے۔

(۶) البتہ اگر ماں باپ کفر و شرک یا بڑے کاموں کی ہدایت کریں۔ تو ان باتوں میں ان کی اطاعت ہرگز نہیں کرنی چاہئے۔ لا طاعة لمخلوق فی معصیۃ الخالق خالق کی نافرمانی ہوتی ہے تو کسی مخلوق کی اطاعت ہرگز نہ کرے معرفت انہی لوگوں کی دنیا میں اطاعت کرے۔ جو خدا کی طرف رجوع لانے والے۔ اُس کے سچے فرمانبردار۔ اور اُس کے خواص عباد میں سے ہیں ناس دنیا کے کاموں اور اسباب معاشرت وغیرہ میں پھر بھی ما باپ کو مدد

مے۔ باب کا فراموش نہ ہوں۔ تاہم اُن کا ادب۔ اُن کی تعظیم۔ انکی
دو معاملہ انسان پر واجب ہے *

(۷) پھر لقمان حکیم وسعت معلومات الہی احاطت تامہ اور خدا تعالیٰ کے علم
ہے پایاں کا ذکر کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کے علم کی یہ شان
ہے کہ زمین و آسمان اور پتھر کے اندر جو چیز ہو وہ بھی اُسے معلوم ہے۔
وہ بڑا ہی لطیف و خبیر ہے انسان کے تمام اعمال سے واقف ہے۔
پس اے عالم الغیبات ذات سے ڈرنا چاہئے اور بدی اور بُرے کاموں کی
طوٹ ہرگز جھکنا نہیں چاہئے *

(۸) ہمارے قائلہ کرنے اور عبادت الہی بجا لانے کا حکم ہے جو خدا تعالیٰ
کی شکر گزاری کا ایک بڑا بھاری نشان ہے *

(۹) اس کے بعد امر معروف اور نہی عن المنکر کی ہدایت ہے۔ جو علماء
ربانی اور حکماء حقانی کا کام ہے۔ اور بھروسے اس حدیث کے **مَزِدَلْ**
عَلٰی خَيْرٍ فَلَهُ اَجْرٌ مِّثْلُ فاعِلہ جو کسی کو نیکی بتائے اُسکو کرنے والے
کے برابر ثواب ہوتا ہے، ایک اعلیٰ درجہ کے اجر فزیل اور ثواب کمال کا
کام ہے *

(۱۰) پھر معینوں پر مبر کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ریاضات شاقہ
کو برداشت کرنے اور عبادات خاصہ میں تکلیفات کے سہارنے کے
لئے ارشاد فرمایا ہے۔ اور اُس کو بڑا ہمت کا کام بتایا گیا ہے۔ صبر اور
استقلال کی تاکید کی گئی ہے *

(۱۱) لوگوں سے بے رنجی کرنے اُن کے ساتھ جیں سبجین ہونے سے نعمت
کی گئی ہے (دعوتی کے بدلے نرمی کرنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔

اور ہر طرح خوش سلوکی اور حسن معاشرت کی تاکید فرمائی گئی ہے *
 (۱۲) متکبر - مغرور اور زمین پر اکر کر چلنے کی مانعت کی گئی ہے - اور جلیبی - تواضع
 اور فروتنی کی ہدایت فرمائی گئی ہے - اور متکبر - مغرور اور شیخی خورے
 آدمی سے نفرت ظاہر کی گئی ہے *

(۱۳) آہستہ چلنے اور ہر امر میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنے کی ہدایت
 کی گئی ہے - اور فضول خرچی - اسراف - بخل - کنجوسی اور رذایل سے
 مانعت کی گئی ہے *

(۱۴) متانت - بنجیدگی اور آہستگی کے ساتھ بولنے کی ہدایت کی گئی
 ہے - اور چھچھور پن - چلا چلا کر بولنے سے مانعت فرمائی گئی ہے - اور ارشاد
 فرمایا گیا ہے کہ چلا چلا کر بولنا اور چھچھوروں کی طرح لوگوں سے کلام کرنا کچھ
 ٹھیک نہیں - بلکہ احمقانہ اور گدھوں کی حرکت ہے *

(۱۵) اثناء وعظ میں - خدا تعالیٰ کی عالم الغیبی اُس کے لطیف و خبیما
 ہونے - انسان کی بُری حرکتوں پر ناراض ہونے - بدی سے نفرت
 کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے - اور اُسکی غنی و حمید ذات کی تعریف کی گئی
 ہے اور بتایا گیا ہے کہ سب انسان خدا کے حضور میں ضرور ضرور حاضر ہونگے
 اور اُس لطیف و خبیر خدا کے سامنے اپنے عملوں کی جوابدہی کریں گے *

حضرت الیاس علیہ السلام

مقدس رسولوں میں سے ہیں - جب بنی اسرائیل میں سخت دبدبہ
 کی بُت پرستی شروع ہوئی یکے بعد دیگرے انبیاء ان میں تشریف لائے

اور مار ڈالے گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس علیہ السلام کو اُن میں ایک عظیم الشان رسول بنا کر بھیجا۔ یہہ رسول اخی اب بادشاہ اور اُس کی دعوت کی ہدایت کے لئے دنیا میں تشریف لائے تھے۔ یہہ بادشاہ سخت درجہ کا بُت پرست تھا۔ وہ اور اُس کی قوم طح طرح کی گندی بُت پرستیوں اور بدکاریوں اور شرارتوں میں مصروف تھے۔ اُس نے اپنی مملکت میں عظیم الشان مندر بتوں کے لئے بنوائے۔ بعل سب سے بُرا بُت تھا۔ جو ہم گزاونچا تھا۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے اُن کو بہت سنبھلایا۔ بہت وعظ کیا۔ مگر وہ راہِ راست پر نہ آئے۔ بلکہ خدا پرست جماعت کو جو حضرت الیاس پر ایمان لائی تھی۔ جان سے مار ڈالا۔ اور حضرت الیاس کو بھی قتل کرنا چاہا۔

حضرت الیاسؑ نے اپنے خدا کے حضور شکایت کی۔ کہ اے میرے محسن اور مولے ان لوگوں نے میرے احکام کو جھٹلایا۔ تیری جماعت کو قتل کیا۔ اب صرف میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ اور یہہ میری جان کے بھی لاگو ہیں۔ انہیں اپنی قدرت کا کوئی کرشمہ دکھا۔ چنانچہ الہام الہی سے آگاہی پا کر حضرت الیاسؑ نے پیشین گوئی کی۔ کہ میرا حی و قیوم خدا یوں فرماتا ہے۔ کہ اگر تم اپنی حرکات ناشایستہ سے باز نہ آؤ گے۔ تو

جب تک میں وعانہ کروں۔ تم پر آسمان بند رہے گا۔ اور ایک ہوند نہیں پڑے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ تین سال تک ایک ہوند آسمان سے نہ ہری اور سخت درجہ کا قحط پڑ گیا۔ کہ لوگ جان سے تنگ آ گئے۔ مگر یہہ لوگ اب بھی رو برا نہ ہوئے۔ بت پرستی اور شرارت سے منہ پھیرا۔ بلکہ پیش از پیش بتوں کے سامنے سر جھکایا۔ حضرت الیاسؑ اس آیت میں کہیں

پھاڑوں اور غاروں میں پناہ گزین رہے۔ اور وہیں اللہ تعالیٰ اُن کو اپنی قدرت سے روزی پہنچاتا رہا۔ الہام الہی سے تین برس کے بعد جب قوم میں پھر آئے۔ اور شاہ اخی اب سے ملے۔ تو بچائے اس کے کہ وہ عبرت پکڑتا۔ حضرت الیاس ۲ سے یوں کہنے لگا۔ کہ او منحوس اسرائیل کا بگاڑنے والا تو ہی ہے؟ حضرت الیاس ۲ نے جواب دیا کہ بنی اسرائیل کا بگاڑنے والا میں نہیں۔ بلکہ تو ہے۔ جس نے خداوند کے حکموں کو ترک کیا۔ قوم کو گمراہ کیا۔ اور بتوں کو پوجا۔ اندھوں بھلاؤ تذر و نوح احسن الخالقین۔ اللہ ربکم ورب آبائکم الاولین کیا تم بعل کو پکارتے اور اُس کے آگے سر ٹیکتے ہو۔ اور سب سے عمدہ صورتیں پیدا کرنے والے خدا کو چھوڑ بیٹھے ہو۔ جو ہمارا بھی رب ہے اور تمہارے گذشتہ آبا و اجداد کا بھی آؤ آج امتحان کر لیں۔ جس کا خدا سچا ہو گا۔ اُسکی سُنے گا۔ میں بھی خدا کے آگے دُعا کرتا ہوں۔ تم بھی بتوں سے التجا کرو۔ دیکھو کس کے حکم سے مینہ برستا ہے۔ چنانچہ بعل کے سچاریوں نے بہتیرا گڑا کر بعل سے التجا کی۔ مگر مینہ ہرگز نہ برسا۔ مگر جس دن حضرت الیاس ۲ نے بارگاہ الہی میں دعا کی۔ وہیں آثارِ ابرہ نمایاں ہوئے۔ کالی کالی گھٹائیں آئیں۔ اور شدت سے مینہ برسا۔

ان نشانات کے دیکھنے سے بھی اخی اب ایمان نہ لایا۔ بلکہ اُس کی بیوی نے قطعی ارادہ کر لیا کہ حضرت الیاس ۲ کو ضرور قتل کرنا چاہئے۔ تاکہ ہمارے بتوں کی عزت قائم رہے۔ مگر حضرت الیاس ۲ ارشاد الہی سے جنگل میں نکل گئے۔ اور ایک مدعت کے نیچے خدا کے حضور دُعا مانگی۔ کہ او میرے مالک! تو میرا حال جانتا ہی ہے۔ سب خدا پرستوں کو انہوں نے

ہلاک کیا۔ اور صرف میں اکیللا رہ گیا ہوں۔ اور یہ میری جان کے بھی دریچے
 ہیں۔ میں ان لوگوں کے ہاتھ سے بچ نہیں سکتا۔ نہ یہ تیرے راستے پر
 چلنے والے ہیں۔ بہتر ہے کہ تو مجھے اپنے پاس بلا لے۔ خدا تعالیٰ کی
 طرف سے ان کو بشارت پہنچی کہ تو کچھ پروا نہ کر۔ تیرے دشمن ہلاک
 ہو جائیں گے۔ اور تیرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔ چنانچہ حضرات
 الیاسؑ اور ایشا والہی کے موافق ایک دفعہ پھر انہی اب بادشاہ کے پاس آئے
 اور پیشین گوئی کی کہ میرے خدا نے فرمایا ہے کہ اگر تو اپنی شرارتوں سے
 باز نہیں آئے گا۔ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے تجھ پر ایک بڑی آفت نازل
 ہوگی۔ تو اگر تیری نسل نابود ہو جائے گی۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کے موافق
 وہ آپ بھی بڑی دولت کے ساتھ ہلاک ہوا۔ اور اس کے بعد اس کا
 بیٹا بھی جھوکے سے گر کر لاؤدہ مر گیا۔ خدا تعالیٰ کے وعدے پورے ہوئے
 اور حضرت الیاسؑ کو خدا تعالیٰ نے ہر میدان میں مظفر و منصور فرمایا۔
 حضرت الیاسؑ کا قصہ قرآن شریف کی سورہ الصافات
 میں اور بائبل کی کتاب سلطین میں ہے۔ ان کے حالات سے ظاہر ہے
 کہ خدا تعالیٰ اپنے خواص عباد کی کس طرح دعائیں سنتا ہے اور کس طرح
 دشمنوں کے ہاتھ سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور دشمنانِ دین کو کس طرح
 تباہ اور ذلیل کرتا ہے۔ یہی بنی ہیں جنکی نسبت بائبل میں لکھا ہے
 کہ وہ آسمان پر زندہ بلائے گئے۔ اور حضرت عیسیٰؑ کی بعثت سے
 پیشتر دنیا میں ایک دفعہ پھر تشریف لائیں گے (دعا کی ۴ باب ۵) مگر ان کا
 آسمان پر جانا اور وہاں سے تشریف لانا کسی اور ہی رنگ میں تھا۔
 یعنی یہ یسعین گوئی حضرت الیاسؑ کے شیل حضرت یحییٰؑ کے آنے

سے پوری ہوئی۔ (متی ۱۷ باب ۱۲) جو الیاس کی روح اور اُسی کی
قوت سے معمور ہو کر دنیا میں تشریف لائے (متی ۱۷ باب ۱۰) ❖

حضرت الیسع علیہ السلام

حضرت الیاسؑ کے خلیفہ تھے۔ اُن کے بعد ایک عظیم الشان اور صاحب
بیعت نبی ہوئے۔ باوجود مخالفت نامہ کے بنی اسرائیلؑ پر تورات پڑھتے
رہے اور یہاں تک اُن سے ممکن ہوا۔ بنی اسرائیلؑ کے سدھارنے کے
لئے کوشش کی۔ ایک دفعہ وہ ایک ایسے شہر میں وعظ کرنے گئے۔ جہاں لوگ
سوئے کے پتھر کو پوجتے۔ راستے میں کئی کینے لڑکے اُن کے
گرد ہو گئے۔ اور اُن کو سخت تنگ کیا۔ شاید اُس نبیؑ کے سر پر بال کم ہونے
ٹھٹھے میں اڑا کر کہنے لگے۔ کہ او گنجے نبی چلا جا۔ حضرت الیسعؑ نے اُن کو
بتھیرا سمجھایا۔ کہ شہادت سے باز آئیں۔ گروہ ہاتھ دھو کر اُس نبیؑ کے گرد
ہو گئے۔ حضرت الیسعؑ نے تنگ ہو کر اُن پر رحمت کی۔ وہیں دو رچھ
نکلے اور اُن میں سے ۴۲ شیر لڑکوں کو چھڑ گئے ❖

اُن کے زمانہ میں بنی اسرائیلؑ کے ساتھ اُن کا ایک مخالف بادشاہ لڑتا تھا
جو معاملہ دشمن کے لشکر میں واقعہ ہوتا۔ یہہ الہام الہی سے شاہ اسرائیلؑ کو
اُس سے مطلع کر دیتے۔ آخر کار اُنہی کی دعا اور برکت سے اس تلخ لڑائی
بنی اسرائیلؑ کے دشمنوں کو پس پا کیا۔ اور اُن کو ہر ایک میدان میں فتح
و نصرت عطا فرمائی ❖

حضرت الیسعؑ کا ذکر تورات کتاب التلمید اور تفسیر سولہ انبیاء میں ہے ۱۲

حضرت یونسؑ (ذوالنون) علیہ السلام

حضرت یونسؑ جن کو تورات میں یونہ لکھا ہے۔ اہل نینوہ کی بہت سے لئے مبعوث ہوئے۔ انہوں نے اپنی قوم کو بہتیرا سمجھایا۔ مگر وہ روبرو نہ ہوئے بلکہ ہمیشہ تکذیب اور تضحیک اور استہزاء سے پیش آئے۔ جب اُس قوم کا پیمانہ بھر گیا۔ تو آخر کار اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم پہنچا۔ کہ اگر یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ تو ہم دن کے بعد اُن پر عذاب الہی نازل ہوگا۔ حضرت یونسؑ علیہ السلام ارشاد الہی کے موافق مع اہل دعیال اُس بستی سے نکل گئے۔ ۴۰ دن کے بعد اُن پر کچھ عذاب الہی کی صورت نمودار ہونے لگی۔ تب سب نے ایمان لانے میں جلدی کی۔ کھانا پینا چھوڑ دیا۔ ٹاٹ کے کپڑے پہنے۔ اور خدا کے حضور میں بڑی عاجزی سے گر گزرائے۔ اللہ تعالیٰ کو اُن پر رحم آیا۔ اور اُن پر سے عذاب ہٹا لیا۔ جیسا کہ وہ سورہ یونس کی ۹۸ آیت میں فرماتا ہے *

اب حضرت یونسؑ کا حال سنو۔ وہ ایک پہاڑ کی کھوہ میں جا بسے تھے۔ اور وعدہ الہی کے منتظر تھے۔ جب اُن کو معلوم ہوا۔ کہ ۴۰ دن ہو چکے مگر اُن پر عذاب نہیں آیا۔ تو بڑے پریشان ہوئے۔ سمجھا کہ اب کس منہ سے نینوہ کو جاؤں؟ اور کیا منہ دکھاؤں۔ حکم الہی کا بھی انتظار نہ کیا۔ ترسیں کا سُخ کیا۔ راہ میں ایک جہاز پر سوار ہوئے۔ سمندریں طوفان آیا۔ جہاز ڈوبنے لگا۔ بہت چلائے اور گر گزرائے آخر ملج نے کہا۔ کہ کوئی شخص ان میں ایسا ہے۔ جو اپنے آقا سے بھاگ کر

آیا ہے۔ انہوں نے قرعہ ڈالا۔ حضرت یونس کے نام آیا۔ سمندر میں پھینکے گئے۔ ایک مچھلی منہ کھولے تھی۔ اُس نے نگل لیا۔ مگر کھایا نہیں۔ بلکہ کچھ عرصہ بعد کنارہ پر پھینک دیا۔ اسی وجہ سے اُن کو ذوالنون کہتے ہیں + حضرت یونس کو اپنی غلطی معلوم ہوئی۔ لگے مچھلی کے پیٹ میں گر گئے اور خدا کے حضور چلانے کہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔ تیرے سوائے کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تیری ذات پاک ہے۔ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ حضرت یونس اپنی غلطی کی وجہ سے ابتلا میں پڑ گئے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس دعا کی کثرت سے اُن کی وہ مصیبت دفع کی + دھوپ سے اُن کو تکلیف ہوئی۔ تو ایک کدو کی بیل کے نیچے پناہ گزیں ہوئے۔ وہ سوکھ گئی۔ تو حضرت یونس گر گرائے۔ اللہ تعالیٰ نے (جو بڑا رحیم کریم ہے) غتاب کیا۔ کہ اس کدو کی بیل ضایع ہونے سے تجھے اتنا غم ہوا۔ اور نینوہ کے ایک لاکھ آدمیوں کو میں ضایع کر دیتا؟

حضرت یونس ۲ میں جب قوت پیدا ہوئی۔ تو پھر نینوہ کی طرف بھیجے گئے۔ اُن کی قوم آگے ہی اُن کے دیدار کو ترستی تھی۔ دور ہی سے اُس مقبول صورت کو دیکھ کر خوش ہو گئی۔ اور اس طرح اللہ کا عذاب اُس قوم پر سے مٹ گیا +

اس قصہ میں یہ ہدایت و بصیرت ہے۔ کہ اگر اہل مکہ بھی نزول ہدایت سے پیتر ایمان لانے میں جلدی کریں۔ تو خدا کے غضب سے جو اُنپر آئے والا ہے۔ نجات پا جائیں۔ ورنہ کوئی صورت اُن کی رٹائی کی نہیں :-

اس قصہ میں خدا تعالیٰ کی عظیم الشان رحمت کا بھی بھید کھلتا ہے کہ وہ کیسا رحیم و کریم ہے۔ جو کبھی انسان کو ہلاک کرنا نہیں چاہتا۔ بس اُسکی طرف جھکنے کی دیر ہے اور مغفرت کرنے میں دیر نہیں۔ بہت بات بھی ظاہر ہوتی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی وعید یعنی (دعۂ عذاب) میعاد سے پیشتر ایمان لانے اور خدا کی طرف رجوع کرنے سے ٹل جانا ہے۔ یہ بات بھی کہ خدا تعالیٰ اپنے خاصوں پر بھی اُن کی غلطیوں کی وجہ سے خطاب و عتاب کرتا ہے۔ لیکن سختی مانگنے اور گڑ گڑانے سے جھٹ ماضی سے دگڑتا ہے۔ اور وہ بڑی غفور و رحیم ذات ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام

اُن کا قصہ ایک بڑا نشان ہے۔ اس بات کا۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقدسین کی کس طرح دعائیں سنتا ہے۔ اُن کی بیوی بائجھ تھی۔ اور آپ بھی بڑے بوڑھے تھے۔ چونکہ اُن کی دعا محض دین کے لئے تھی اور وہ دین کی حمایت و شاعت کے لئے ایک فرزند سعید کے طلبگار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعا سنی۔ اُن کی عورت کا بائجھ پن دور کر دیا اور بڑھاپے میں اُن کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا نام بھی خدا کے حکم کے بموجب وہ رکھا گیا۔ جو آج تک کسی کا نہیں رکھا گیا تھا یعنی یحییٰ جو دعائیہ نام ہے۔ یعنی جیتا جاگتا رہے۔

لے حضرت زکریا کا ذکر سورہ عمران و مریم میں ہے اُن کا نام ذوالکفل بھی ہے۔ اس لئے کہ حضرت مریم کی پرورش کے کفیل ہوئے تھے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و کفیلہا ذکر یا بد

ن کے حال سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے خالص بندے اولاد
غیرہ کو کچھ مانگتے ہیں۔ دین کی اصلاح اور صلاح آخرت کے لئے۔ نہ
نیا کی خاطر۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا نام ایسیات تھا۔ حضرت اُن
کا بہن تھی۔ جن کی بیٹی حضرت مریم تھیں۔ جو جناب عیسیٰ علیہ السلام
کا ماں تھیں۔ حضرت مریم کی پرورش بذریعہ قرعہ اندازی کے حضرت
کریم نے کی تھی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام

خدا تعالیٰ نے اُن کی تعریف میں سید (مردار) اور حضور -
نفس کش، اور نبی صالح کے الفاظ بیان فرمائے ہیں۔ یہی نبی ہیں جنکو لڑکپن
ی میں خدا تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی۔ انہوں نے جناب عیسیٰ علیہ السلام
در جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارت دی۔

توریت میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ م کی تشریف آوری
سے پیشتر حضرت الیاس پھر آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ خدا تعالیٰ نے
حضرت یحییٰ کے پیدا ہونے سے اس بشارت کو پورا کیا۔ جو حضرت
الیاس کے مثیل اور الیاس ہی کی طبیعت اور قوت کے ساتھ
نیا میں تشریف لائے (لوقا باب ۷)۔ یہود کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام
سے انکار کا ایک بڑا موجب یہ بھی تھا۔ کہ وہ حضرت عیسیٰ م سے پیشتر

حضرت یحییٰ م کا ذکر سورہ عمران و مریم میں ہے۔

حضرت الیاسؑ کا آنا ضروری سمجھتے تھے۔ حالانکہ حضرت یحییٰ کے آنے سے

یہہ پیشین گوئی پوری ہو چکی (متی ۱۱ باب ۱۴) ✽

اس زمانہ کے حاکم ہیرودس نامی نے ایک لڑکی سے نکاح

کرنا چاہا۔ جو اس کے لئے شمع کے رو سے ناجائز تھی۔ حضرت یحییٰؑ

نے اُس حاکم کو اس بات سے منع کیا۔ جس کی وجہ سے اُس نے پہلے

انہیں قید کیا۔ پھر ایک دن بد ہستی کی حالت میں اُس لڑکی کے

کہنے سے حضرت یحییٰؑ کو قتل کر ڈالا (متی ۱۴ باب ۱۰-۱۲ آیت) ✽

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰؑ بڑے عظیم الشان نبی گذرے ہیں۔ جب یہود میں

قساوت قلبی اور مکاری اور ریاکاری اور شور و پستی حد سے بڑھ گئی۔

تو اللہ تعالیٰ نے اُس مقدس نبی کو مبعوث کیا۔ انہوں نے یہود کو

قسم قسم کے نشان دکھائے۔ مگر اُس غلیظ طبع قوم میں سے بہت ہی

کم ایمان لائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قوم کی تندہی اور شور و پستی

دور کرنے کے لئے اکثر احکام ایسے بیان فرماتے۔ جن میں نرمی اور ملامت

کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہوتی۔ یہہ لوگ ان ہدایتوں کو نورات کے بغلاف

سمجھے۔ چونکہ یہہ لوگ بالکل ظاہر پرست اور ریاکار تھے۔ اور حضرت عیسیٰؑ

کے کلام میں اکثر اسرار تصوف اور علم باطن کی باتیں بھی ہوتیں۔ یہہ لوگ

ان کا ذکر سورہ بقرہ۔ عمران۔ نسا۔ زمر۔ صافات۔ صافات۔ حدید

مومنون۔ یسین انہی میں ہے ✽

ان باتوں کو بھی کفر سمجھتے۔ اور جس طرح آج کل لٹائے لوگ ذرا ذرا بات پر کفر کے فتوے لگانے پر تیار ہوتے ہیں۔ ان لوگوں نے بھی حضرت عیسیٰؑ کے کفر پر فتوے دیے۔ حضرت عیسیٰؑ کی بے لاگ نصیحت اور ازادانہ منہبہ و ہدایت سے یہ لڑک اس قدر ہرا فروخت ہوئے۔ کہ حاکم وقت کے سامنے اُن کی سخت شکایتیں کیں۔ اور یہ بھی کہہ دیا۔ کہ درپردہ یہ شخص قصاص کا مخالف ہے۔ یہاں تک کہ حاکم وقت بھی صلیب دینے پر مجبور ہو گیا۔

تورات میں لکھا ہے کہ جو شخص کا ٹھہر لٹکایا جائے وہ لعنتی ہے۔ اور صلیبی موت۔ لعنتی موت ہوتی ہے۔ یہی نے حضرت عیسیٰؑ کی صلیب دلانا چاہا۔ تاکہ تورات کے بیان کے موافق اُن کو لعنتی موت سے قتل کرے۔ مگر چونکہ وہ اسد نعلے کے خاص الخاص بندے تھے۔ خدا تعالیٰ کو کب منظور تھا۔ کہ اُن کو لعنتی موت سے قتل کرے۔ اور اُن کا رفعِ عزت سے نہ ہو۔ اسد نعلے نے اُن کی تدبیر بالکل نیکی اور بودی کر دی۔ یعنی صلیب کے وقت سخت درجہ کی اندھیری آگئی۔ دنیا میں تاریکی چھا گئی اس عذاب الہی کی اندھیری نے اُن کے اپنے ہی ہوش لٹکانے نہ رہنے دیئے۔ حضرت عیسیٰؑ کی تصلیب اُنہیں کیا سوچھتی؟ جناب عیسیٰؑ اس آفت سے بال بال بچ گئے۔ اور یہود و مردود کے زعم کے برخلاف اُن کا رفعِ آسمان پر کمال عزت و حرمت کے ساتھ ہوا۔ و ما قتلوا و ما صلیبوا و لکن شبہ لهم و مکروا و مکرا اللہ واللہ خیر الماکرین ہ

انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو نہ قتل کیا نہ صلیب دیا۔ بلکہ اُنہیں التباس پہنچا اور انہوں نے خدا کے برخلاف تدبیریں کیں اور اسد نے بھی ایک تدبیر کی اور اسد کی تدبیر غالب نہ گئی۔

یوں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کے مخالفوں کی ننداہیں کو باطل اور
مکھڑا کیا۔ اور حضرت عیسیٰؑ کو عزت کے تخت پر بٹھایا۔ حضرت عیسیٰؑ کے
بعد آپ کے حواریوں نے دین عیسوی کو بڑی مشقت سے پھیلایا۔ اور
ایک دنیا کو عیسائی بنایا۔

حضرت عیسیٰؑ پر جو کتاب نازل ہوئی اُس کا نام انجیل ہے۔ جناب
رسالت مآبؑ کی نبوت کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ کے حالات کو یہ تعلق
ہے۔ اور یہ بشارت ہے۔ کہ جس طرح قوم یہود اُن کے برخلاف اٹھ کھڑی
ہوئی۔ اور آئینہ جنابؑ کو قتل کرنا چاہا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس منصوبہ کو
بالکل باطل کر دیا۔ اور اُن کا بال بال بچا لیا۔

اسی طرح حضرت محمدؐ رسول اللہؐ کے برخلاف یہ مردود قوم اٹھ
کھڑی ہوئی۔ اور اُنہوں نے بھی جناب رسالت مآبؐ کو کئی دفعہ ہلاک کرنا
چاہا۔ نہرو دیا۔ آپؐ کے اوپر پتھر گرانا چاہا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو انہی شرارتوں
سے بچا لیا۔

جس طرح اس قوم فاسق نے حضرت عیسیٰؑ کو صلیب دے کر اُنکو لعنتی
موت سے مارنا چاہا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کو ذلت کی موت سے بچا لیا
اور اُن کا رفع آسمان پر عزت سے ہوا۔ اسی طرح حضرت محمدؐ رسول اللہؐ صلعم
اس بدکار قوم نے ہلاک کر کے توریت کی پیشگوئی کو باطل اور آپؐ کو مثیل
کاذب ثابت کرنا چاہا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اُن کی شرارتوں سے سجات
دی اور آپؐ کا رفع عزت سے ہوا۔ موسیٰؑ کے مثیل برحق ثابت ہوئے۔ جس طرح اللہ
نے یہود نامساعد کے ہاتھ حضرت عیسیٰؑ کو بچا لیا تھا۔ اور حضرت عیسیٰؑ
کو اُس مکان سے جس میں اُن کو بند کیا تھا۔ اپنی قدرت سے نکال باہر کیا تھا۔

اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی قوم رات کو آپ کے مکان میں آکر قتل کرنا چاہتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچا لیا۔ اور کھڑکی کے راستہ سے آپ نکل کر مدینہ کو روانہ ہوئے ویکون ویکون واللہ خیر الماکرین۔
 (وہ جناب رسول خدا ص کے برخلاف منصوبہ باندھ رہے تھے۔ اور اللہ بھی بچاؤ کی تدبیر میں لگا تھا۔ آخر اللہ کی تدبیر بہتر ثابت ہوئی اور سب پرغا آگئی)۔

جس طرح حضرت عیسیٰ کے حواریوں نے دین الہی کو آپ کے بعد بڑی کوشش سے پھیلایا۔ اور عامی دین کہلائے۔ اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے آپ کے بعد بڑی کوشش سے دین کو دنیا میں پھیلایا۔ اور انصار دین مبین خطاب پایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورہ صف میں فرماتا ہے :-
 یا ایہا الذین آمنوا کو انصار اللہ كما قال عیسیٰ ابن مریم للحواریین من انصادی الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ فامنت طائفة من بنی اسرائیل وکفرت طائفة فابعدنا الذین آمنوا علی عدوهم فاصبحوا ظاہرین

انطاکیہ والوں کا حال

اہل انطاکیہ فکر سرور لیس میں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اُس وقت نازل فرمایا جبکہ مکہ والوں کی کفر اور تکذیب کی شامت سے عرب میں منبوا ترسات ہوئی تھیں۔ اب اس سخت قحط پڑا کہ لوگوں نے بڑیاں پیس پیس کر کھائیں۔ اور جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے سورہ دخان میں پیشین گوئی فرمادی تھی۔ وعبدا الہی کے شرائط قحط پڑا۔ کفار بلبلا اٹھے۔ اب مناسب

تھا کہ وہ خدا کے رحمان و رحیم کی طرف جھکتے اپنے گناہوں سے توبہ کرتے۔ اور
 خدا کے پیچھے رسول پر ایمان لاتے تاکہ اللہ تعالیٰ اُن پر سے یہ عذاب الیم
 دُفع کرتا۔ مگر اُنہوں نے آنحضرت ص اور آپ کے صحابہ کرام کو پہلے سے بڑھکر
 تکلیفیں اور ایذائیں دینی شروع کر دیں۔ اور اس قحط کو آنحضرت ص کے وجود
 سراپا جو دکی طرف منسوب کیا۔ کہ گویا آپؐ کی شامت اور نحوست کی وجہ سے پڑا
 ہے۔ انا تطیرنا بکم سپہ اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ سن کر اُن کو عبرت دلائی۔ اور فرمایا
 کہ واصر بکم امثلاً اصحاب الفزیزۃ اے بنی منال کے طور پر انکوار اہل الطاہرۃ
 کا حال سننا تاکہ وہ اپنے افعال بد پر متنبہ ہو کر حق کی طرف رجوع کریں۔ اور
 آپؐ سے عذاب دُفع ہو۔ ورنہ اُن کا بھی وہی انجام ہو گا جو اہل انطاکیہ کا ہوا۔
 مختصر واقعہ انطاکیہ والوں کا یہ ہے کہ یہ لوگ پرے درجہ کی گھنونی بت پرستی
 اور بد اعمالیوں میں گرفتار تھے۔ نجات الہی کو حرکت ہوئی۔ اُس گندمی بت پرستی
 اور شرارتوں سے روکنے کے لئے ان کی طرف اپنے دو مرسل بھیجے۔ مگر اُنہوں نے
 اُن کی بُری طرح تکذیب کی۔ سنایا۔ اور ٹھٹھوں میں اڑایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے
 ایک تیسرا مرسل اُن دونوں کی تقویت اور تائید کے لئے بھیجا۔ اب تینوں نے
 ملکر بڑے زور کے ساتھ بت پرستی کے برخلاف وعظ کئے۔ غضب الہی سے
 ڈرایا۔ مگر وہ مطلقاً رو برا نہ ہوئے۔ وعید الہی کے موافق بڑا سخت قحط پڑا۔
 سخت تنگ و ناچار ہوئے۔ مگر بعض اس کے کہ اُن حقائق مرسلوں
 کی تصدیق کریں۔ خدا کے آگے گر گرائیں۔ ان مرسلوں کو اور دُکھ دینا
 شروع کیا۔ اور قحط کی مصیبت کو اُن کے وجود پاک کی نحوست کی وجہ سے
 قرار دیا۔ اور سنگسار کرنے کو تیار ہو گئے۔ مرسلین الہی نے جواب دیا۔ کہ یہ
 سب مصیبت تمہارے شامت اعمال کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف

جھکو اُس کے حضور میں گر گزراؤ۔ ابھی سب قحط دور ہو جاتے ہیں۔ مگر اُن پر اس نصیحت نے کچھ اثر نہ کیا۔ بلکہ اُن کے قتل کرنے پر اصرار کیا۔ ایک مومن آدمی نے جو سنا کہ لوگ اُن رسولوں کی ہلاکت کے درپے ہیں۔ تو شہر کے پرلے سرے سے دوڑتا ہوا آیا۔ اور اپنی قوم کو سمجھایا۔ توحید الہی کا وعظ کیا۔ غضب الہی سے ڈرایا۔ مگر اُنکی قوم بجائے اسکے کہ اس شخص کے وعظ سے عبرت پکڑتی۔ اُس کے ساتھ کمال بدسلوکی سے پیش آئی۔ اور مار مار کر اُسے جان ہی سے مار ڈالا۔ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُسے جنت کی بشارت دی۔ یہہ جان نثار قوم اللہ تعالیٰ سے یہہ بشارت پا کر اب بھی اپنی قوم کو نہ بھولا۔ بلکہ بڑی ہمدردی اور دلسوزی سے کہنے لگا کہ یا لیت قومی یعلمون بما غفلی ربی وجعلنی من المکرمین اللہ تعالیٰ نے جو مجھے بخش دیا۔ اور اپنی مقرب اور مغزز جماعت الہی میں شامل کیا۔ کاش میری قوم کو بھی اس مال سے یہہ خبر ہوتی۔ تو وہ بھی رسول پر ایمان لاتی۔ اور مغفرت اور انعام الہی سے حصہ پاتی۔

اہل انطاکیہ نے اُس مومن کو شہید کر دیا۔ خدا کے مرسلوں کو قتل کرنے کے درپے ہوئے۔ چنانہ بھر گیا۔ غضب الہی جوش میں آیا۔ اُن پر بجلی گری۔ کڑک کی ایک ہی آواز سے سب آگ کی طرح بجھ کر رہ گئے۔

اصحابِ خود گردی کے شہیدوں کا ذکر

ان کا ذکر قرآن شریف کی سورہ بروج میں ہے۔ مختصر حال ان کا یہ ہے کہ ایک عیسائی لڑکا بڑا خدا پرست اور صاحب کرامت تھا۔ چنانچہ کئی

آدمی اُس کی کرامتیں دیکھ کر اور وعظ سن کر ایمان لے آئے۔ اُس وقت کا بادشاہ جو بڑا بت پرست تھا۔ لوگوں کو بت پرستی کے لئے مجبور کرتا تھا۔ چنانچہ اُس نے جب ان لوگوں کا حال سنا۔ تو اُن کو بھی بُرا بھلا کہا۔ اور بت پرستی کے لئے مجبور کیا۔ جب اُنہوں نے نہ مانا۔ تو زمین میں ایک لبنا گرھا کھدوایا۔ اور اُسے آگ سے بھرا اُن آدمیوں کو وہاں ڈلوادیا۔ وہ یہہ ظلم کر ہی رہا تھا کہ دفعۃً وہ آگ اس شدت سے مشتعل ہوئی کہ اُسکی لپٹ بادشاہ اور امرا تک جا پہنچی۔ سب کے سب تہر الہی کی آگ میں بھسم ہو گئے۔ یہہ قصہ ایک عبرتناک واقعہ ہے۔ کفار مکہ کے لئے جو مسلمانوں کو سخت تنگ کرتے اور طرح طرح کی تکالیف دیتے۔ اور زندوں کو قتل ہوتی ریت میں ڈال دیتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے اُن کو اس قصہ سے عبرت دلائی۔ اور ڈرایا کہ ان بطش ربك لشديد تیرے خدا کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ چنانچہ امد تعالیٰ نے آخر کار ان کفار کو ایسا پکڑا کہ سب کے سب فنا اور نیست و نابود ہو گئے۔

اصحاب فیل کا واقعہ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے ۵۰ دن پیشتر اصحاب فیل کا واقعہ وقوع میں آیا۔ اور آپ کی تشریف آوری کی بشارت عظیمہ لایا۔ مختصر کیفیت اسکی یہہ ہے کہ ابراہہ حبشی جو نجاشی شاہ ابی سینیا کی طرف سے یمن کا گورنر تھا۔ اُس نے دیکھا کہ اطراف و جوارہب سے یمن اور عرب کے بے شمار لوگ کعبہ کی زیارت کو جاتے ہیں۔

اور کعبہ کی کمال تعظیم سجالا تے ہیں۔ حسد اور کینہ کی آگ اُس کے سینہ میں
 شعلہ زن ہوئی۔ چاء کہ میری رعایا اور دوسرے اہل عرب کعبہ کی زیارت
 اور اُسکی تعظیم و تکریم سے ہٹ جائیں۔ اور سب کی بدعنوان میری طرف ہو جائے
 کعبہ کے جواب میں ایک بڑا بھاری گرجا قلیس نامی بنوایا۔ اور اُس کے
 در و دیوار کو زرد و جاہر سے مرصع کر کے خوب سجایا۔ اور تمام رعایا اور دیگر لوگوں
 کو اُس کی زیارت کے لئے اکسایا۔ مگر از بسکہ قبولیت خدا داد ہوتی ہے۔ جو
 حرمت خانہ کعبہ کی اہل عرب کے دلوں میں تھی۔ ایک عیسائی گرجا کی
 کیسے ہو سکتی تھی ہر کسی نے اُدھر رخ پھٹکے کیا۔ سب کعبہ ہی کو ہایا کئے۔ آخر
 یہ نہ تھا نا۔ کہ کسی طرح کعبہ کی عمارت کو سرے ہی سے گرا کر اسکا نام و نشان
 ہی مٹا دے۔ تاکہ مجبوراً سب کو قلیس ہی کی طرف جانا پڑے۔ اس منصوبہ
 کے پورا کرنے کے لئے حرم مختصاً پر ایک زبردست فوج چڑھا لایا۔ اور
 بہت سے خونی اور مہیب ہاتھی ساتھ لایا۔ جو لشکر اصحاب فیل کہلایا راستہ
 میں جو قوم مانع و مزاحم ہوئی سب کو مار ہٹایا۔ مگر جس کا وہ مقابلہ کیا چاہتا
 تھا۔ وہ اُس سے کہیں زبردست تھا۔

مکن نہیں کسی سے خدا کا مقابلہ

ہاں وہ جس نے حق سے کیا کچھ جادلہ

جب حرم محترم کی حد میں داخل ہوا۔ قدرت الہیہ سے عجیب شکل
 و صورت کے دریائی پرندے نمودار ہوئے۔ جن کے پنجوں اور چونچوں
 میں کنکر تھے۔ ان پرندوں نے ان لوگوں کے سروں پر وہ کنکر چھینکے
 شروع کئے۔ اب تو سب کے ہوش اُڑے۔ جس شخص کے سر پر آکھ پر
 وہ کنکر لگتا۔ وہیں ڈھیر ہو جاتا۔ اس طرح دم کے دم میں سارا لشکر

تباہ - ویران اور تتر بتر ہو کر کھصف ماکول دکھائے ہوئے مجھس کی
مانند ہو گیا۔ اور اصحاب فیل اپنے ارادہ میں بالکل ناکام بے نیل مرام
نخنہ و خوار ہوئے ۔

ہیں گو نہ کارِ خدا ئی نمود

ہر خالق چہ زود آزمائی نمود

اللہ تعالیٰ نے اپنے حرم محترم کی عزت و حرمت برقرار رکھی اور ابراہیم
خدا کے بر غلاف اُٹھ کھڑا ہونے سے تباہ اور برباد ہو گیا۔ اور یہہ بشارت
عظیمہ تھی۔ آنحضرت ص کی ولادت با سعادت کی۔ چنانچہ اس واقعہ سے
۵۰ دن بعد آنحضرت ص متولد ہوئے۔ اور آپ کی برکت اور طفیل سے
خدا تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو ایسے مہیب دشمنوں کے ہاتھ سے محفوظ
رکھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ یہہ واقعہ آنحضرت ص کو قرآن شریف
میں یاد دلاتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ کہ الم تر کیف فعل ربك باصحاب الفیل
تو نے دیکھا نہیں؟ کہ تیرے ربی و محسن خدا نے محض تیرے لئے
اصحاب فیل کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اور کس طرح پیش آیا۔ الم یجعل
کید ہم فی تضلیل کیا ان کے تمام حیلوں اور تدابیر کو تھما اور ضائع نہ کر دیا۔
و ارسل علیہم طیراً ابابیل ترمیم بجماعة من سجنیل فجعلہم کھصف
ماکول ان پر پرندوں کے غول کے غول بھیجے۔ جو کنکر پتھروں سے اُنکی خوب
خبر لیتے تھے اور اس طرح ان کے لشکر کو آن کی آن میں تباہ اور غارت تتر بتر

لہ نہ صرت اصحاب نیل کے ہاتھ سے بلکہ جو شخص خانہ کعبہ کی بے حرمتی کے ارادہ سے اُس پر

حملہ آور ہوا۔ تباہ اور نخنہ ہوا اور یہ فیلیت صرف خانہ کعبہ سے خاص ہے ورنہ بیت المقدس

کئی دفعہ دشمنوں کے ہاتھ سے تباہ اور برباد ہو چکا ہے۔

اور پریشان کر دیا ۔

الحق کہ مکان کی حرمت مکین ہی کی جہت سے ہوتی ہے ۔
 اللہ تعالیٰ نے جو مکہ کی محافظت کی ۔ اور مخالفین کے ہاتھ سے حرم محترم
 کی حرمت برقرار رکھی ۔ یہ سب آپ ہی کے وجود فیض نمود کی طفیل اور
 حضور ہی کی ولادت با سعادت کی ایک زبردست بشارت اور جناب
 علیہ السلام ہی کی تشریف آوری کا ایک پیش نیمہ تھا ۔ انجیل میں جو لکھا
 ہے ۔ کہ یہ وہ پتھر ہے ۔ کہ جو اس پر گرے گا چکنا چور ہو جائے گا (متی ۲۷ باب
 ۴۴) اس مضمون کی صداقت یہیں سے معلوم ہوتی ہے ۔ جس شخص
 نے اس مکان محترم (خانہ کعبہ) کی ۔ یا اُس کرم معظم (حضرت رسول کریم ص)
 کی گستاخی کی ۔ اور مخالفت سے پیش آیا ۔ مورد غضب الہی ہو کر چکنا چور
 ہو گیا ۔ یہ خدائی کام ہے ۔ اور ہماری نظروں میں عجیب ۔ یہ ایسا واقعہ
 ہے ۔ اور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ کا ایسا عظیم الشان معجزہ ۔ جس کی
 تسلیم میں کسی مخالف و موافق کو ہرگز کلام نہیں ۔ اور اُس زمانہ کی اُس تاریخ
 میں مندرج ہے ۔ جو دنیا کی ساری تواریخ سے معتبر اور جس کا لفظ لفظ
 یقینی اور متواتر ہے ۔ اور جو اہل عرب میں ایسا مشہور و متواتر تھا کہ اُسکی
 عام شہرت اور تواثر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بھی اُس واقعہ کو اس
 پیرایہ میں یو دلایا ۔ کہ الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل تو نے دیکھا
 نہیں ۔ یعنی یہ ایسا واقعہ مشہور ہے ۔ کہ گویا آنکھوں دیکھا سے سمجھنا
 چاہئے ۔ فتفک وایا اولی الالباب ۔

دوسری حصہ

رسولوں کے سردار نبیوں کے خاتم
رحمتِ عالمین - شافع مذنبین - حضرت
محمد رسول اللہ صلع کا ذکر

آنحضرت کی پیدائش

۱۲ ربیع الاول ستہ جلوسِ نوحید والی مطابق شہد کوسو دو کہ دن وہ بڑا عظیم الشان
پیغمبر جس کی تشریف آوری کی خبر تمام انبیاء و رسل ابتدا و دنیا سے
اس وقت تک دیتے چلے آئے۔ اور اُس کی تعریف و توصیف
کے گیت گاتے رہے۔ قریش کے اشرف الشرفاء خاندان میں عبد اللہ
بن عبدالمطلب کے مشکوئے معلے میں پیدا ہوا۔ وہ آخری نبی

جو آسمانی کتابوں میں حضرت ابراہیمؑ کی دُعا۔ حضرت موسیٰؑ کا مثیل
حضرت داؤدؑ کا پہلوان۔ حضرت سلیمانؑ کا حچیم۔ حضرت یسعیاہؑ کا
سنودہ اور برگزیدہ۔ حضرت حبشوق کا قدوس۔ حضرت حچی کا
حمد و ثناء (احمد) حضرت عیسیٰؑ کا فارقلیط کہلاتا ہے۔ فاران کے بیابان

حالیہ ص ۱۵ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات مبارک سے سارا قرآن شریف جبرائیلؑ نے دیا میں
کسی شخص کی لایف وہ باہر نہیں رکھتی۔ عیسیٰؑ کہ آنحضرت ص کی۔ اگر احادیث سے بالکل قطع نظر کریں
صرف قرآن شریف سے آنحضرت ص کی اس قدر سوانح عری لکھی جا سکتی ہے جس کا ثبوت نبوت
اور اسلام کی صداقت سے تعلق ہے۔ اور قرآن شریف وہ کتاب ہے جس پر دنیا کے تمام
مخالفین تک متفق الرائے ہیں کہ اسکا لفظ لفظ ایسا حفظ و ضبط کیا ہوا ہے اور اسکا سلسلہ زبانی
و کتابی ایسا اتوار ہے کہ اس کے کسی واقعہ میں عقل کے رومے احتمال کی مجال نہیں۔ اب ہم بقیہ کو غاٹ
آنحضرت ص کے حالات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

(۱) آنحضرت ص ابراہیمؑ کی دُعا ہیں بقرہ ۵۔ حضرت موسیٰؑ کے شیل ہیں (منزل) حضرت عیسیٰ
کی بشارت ہیں (ص ۱۱) آنحضرت ص کا ذکر اہل کتاب و قرآن و انجیل میں پاتے ہیں (اعوان ۱۹-۲۰)
آنحضرت ص کو اہل کتاب بیٹوں کی مانند پھانتے ہیں (بقرہ ۱۷۱) آنحضرت ص بنی اُمی ہیں (اعوان)
جدا۔ شورے ۵۔ عنکبوت ۵۔ آنحضرت ص ساری دنیا کے لئے بنی دعوای ۲۰ خاتم النبیین
ہیں (احزاب ۵) رحمت عالمین ہیں (انبیاء ۱) رؤف و رحیم ہیں (توبہ ۱۲) خلق عظیم پر مخلوق ہیں
(علقم) بشیر و نذیر و ربّہ ۶۔ ہود ۱۔ زکات ۵۔ نوح ۱۔ مائدہ ۲۳۔ ہود ۲۔ رعد ۲۱۔ حجر
۶۔ حج ۲۔ یس ۶۱۔ ص ۳۳۔ ۶۶۔ احقاف ۱۔ ذاریات ۲۷۔ نجم ۳۳۔ تک ۲۔ انعام ۲۲
آنحضرت ص کو خلعت نبوت عطا ہوئی علق ۱۔ مدثر ۱۰ آپ کا کام صرت تبلیغ ہے۔ جبر و اکراہ
نہیں بقرہ ۳۳۔ عمران ۲۔ نسا ۱۱۔ مائدہ ۱۰۔ ۱۲۔ ۱۳۔ احزاب ۱۔ رعد ۲۷۔ نحل
۱۱۔ قی ۳۔ بقرہ ۱۔ احزاب ۶۔ نمل ۲۔ شورے ۵۔ ذاریات ۴۔ غاشیہ ۱۔

(یعنی کہ) سے جلوہ گر ہوا۔ آسمان کے فرشتے اُس مولود مسعود پر مبارکباد دینے لگے۔ روحانی دنیا میں خوشی اور خورمی کے نعرے بلند ہوئے۔ ان اذہوں کو بینائی بخشنے والا۔ بہروں کے کان کھولنے والا۔ گنگوں کی زبان پر اسرارِ معرفت چلانے والا۔ مردوں کو جلانے والا۔ اسیران کو چھوڑنے والا۔ دنیا کا شیفہ اور سچا منجی پیدا ہوا۔

بغیر حاشیہ نیریل ۱۔ آنحضرت کی تبلیغ کا بے غرض اور محض اللہ ہونا انعام ۱۰۔ یوسف ۱۱۔ موسیٰ ۱۲۔

فرقان ۵۔ سبا ۶۔ ص ۵۔ شوریٰ ۳۔ طہ ۲۔

آنحضرت م نے قرآن آپ نہیں نیا ہوا ۳۔ آنحضرت کا حوصلہ اور شجاعت صدر ۱۸۔ انشراح ۱۱۔ کفار

کا ایذا رسانی پر آنحضرت م کو خدا کی طرف سے تکیں اور بشارت عمران ۱۸۔ انعام ۱۱۔ ص ۳۔

انفال ۴۔ توبہ ۲۔ یونس ۴۔ ہود ۲۔ حجر ۶۔ نحل ۱۶۔ طہ ۸۔ انبیاء

۳۔ حج ۶۔ فرقان ۳۔ شعرا ۱۔ نحل ۶۔ احزاب ۶۔ فاطر ۱۔ یسین ۵۔ مؤمن ۱۸۔

حم سجہ ۵۔ زحزح ۳۔ ذاریات ۳۔ متحنہ ۱۔ قلم ۱۔ کوثر ۱۔ اسب ۲۔

مسلمانوں کو تسکین عمران ۱۷۔ حج ۶۔ مؤمن ۶۔ مجادلہ ۲۔

کفار اور مشرکین کا آپ کے ساتھ سلوک بقرہ ۲۔ ۹۔ ۱۱۔ ۱۳۔ ۱۷۔ عمران ۳۔ ۸۔ ۱۰۔ انعام

۸۔ ۹۔ مائدہ ۱۱۔ انعام ۳۔ ۱۵۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

انبیاء ۳۔ حج ۹۔ نور ۲۔ فرقان ۴۔ لقمان ۱۔ صافات ۱۔ ص ۳۔ مؤمن ۶۔

حم سجہ ۴۔ شوریٰ ۲۔ مجادلہ ۲۔ متحنہ ۱۔ منافقون ۱۔ قلم ۲۔ مدیش ۱۔

تطہیف ۱۔ بیتہ ۱۔

اہل کتاب اور مشرکین کا آپ کو صادق ماننا۔ بقرہ ۵۔ ۹۔ ۱۱۔ ۱۳۔ ۱۷۔ عمران ۹۔ انعام

عدد ۵۔ قصص ۶۔

اہل کتاب کا طبع دنیا سے دین چھوڑنا بقرہ ۵۔ ۹۔ ۱۱۔ عمران ۱۹۔ ۲۰۔ توبہ ۵۔

کی سلطنت کا ایوان گر کر وہاں اسلام اور اسلامی سلطنت کا جھنڈا
 قائم ہو جائے گا۔ جیسا کہ آنحضرت م کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد غلیفہ
 ثانی حضرت عمر خطاب رض کے زمانہ میں واقع ہوا۔ جس کی نسبت
 آنحضرت م آپ ہی پیش گوئی کر چکے تھے۔ کہ اذ اهلك کسرے فلا
 کسرے بعدہ جب کسرے ہلاک ہو جائے گا۔ تو پھر اُس کے بعد کوئی
 کسرے نہ ہوگا۔ بلکہ وہاں اسلام اور اسلامی سلطنت قائم ہو جائیگی۔*

آپ کی پیدائش سے پیشتر آپ کی والدہ مغظمہ نے ایک رویا صادقہ
 دیکھا۔ کہ کوئی روحانی فرشتہ اُن سے کہہ رہا ہے اِنَّکَ حلت خیر العالمین
 فاذا ولدته فسمیہ محمداً واکتبی شانہ تو تو خیر العالمین سے حاملہ ہے
 سو جب وہ برگزیدہ عالم پیدا ہو۔ تو اُس کا نام محمد (سنوودہ بہت تعریف کیا گیا)
 رکھو اور اُس کی شان کو چھپاؤ۔ آپ کی پیدائش سے پہلے عرب میں
 اکثر قحط رہا کرتا۔ جس سال آپ پیدا ہوئے ہیں۔ سماں ایسا عمد تھا
 کہ اُس سال کا نام ہی سنندہ الفقم والا بتماج فتح اور خوشی کا برس
 سمیرا +

حضرت رسول صلعم فرماتے ہیں۔ کہ میں دعا ہوں حضرت ابراہیم م کی
 اور بشادت ہوں عیسیٰ م کی۔ اور رویا ہوں اپنی ماں کا۔ آپ کی پیدائش وقت
 عرب کے لوگ سخت جہالت میں پھنسے ہوئے تھے۔ تمام قبائل شرک

بنفیشہ نبرا قہ ۶-۱۰-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵۱۸-۱۵۱۹-۱۵۲۰-۱۵۲۱-۱۵۲۲-۱۵۲۳-۱۵۲۴-۱۵۲۵-۱۵۲۶-۱۵۲۷-۱۵۲۸-۱۵۲۹-۱۵۳۰-۱۵۳۱-۱۵۳۲-۱۵۳۳-۱۵۳۴-۱۵۳۵-۱۵۳۶-۱۵۳۷-۱۵۳۸-۱۵۳۹-۱۵۴۰-۱۵۴۱-۱۵۴۲-۱۵۴۳-۱۵۴۴-۱۵۴۵-۱۵۴۶-۱۵۴۷-۱۵۴۸-۱۵۴۹-۱۵۵۰-۱۵۵۱-۱۵۵۲-۱۵۵۳-۱۵۵۴-۱۵۵۵-

و بت پرستی میں غرق تھے۔ یہود۔ نصاریٰ۔ مجوسی وغیرہ تمام فرقے سخت
جہالت اور بطلان کے جنگل میں سرسار رہے تھے۔ ظہور الفساد فی البر
والبحر تری اور خشکی سب بگڑ چکی تھی۔ دفعۃً فاران کے بیابان میں
بوقییس پہاڑ کے مغرب کی طرف فدا کا نور چمکا۔

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت
بڑھا جانبِ بوقییس ابرِ رحمت
ادِ خاک بطحائے کی وہ امانت
چلے آئے تھے جس کی دیتے شہادت
ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نویدِ مسیحا

مکہ کی زندگی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیمبری پرورشِ تعلیمِ شام کا سفر

خدا تعالیٰ کی شان دیکھو۔ انسان کا سارا نفع۔ سارا ناز و باپ پر ہوتا
ہے۔ وہی پوری جانفشانی کے ساتھ اُس کی پرورش کرتے۔ ہر طرح تعلیم
و تربیت میں سعی ہوتے اور آئندہ کی زندگی کو یہ آسائش کاٹنے کے
قابل بناتے ہیں۔ حضراتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی
بطنِ مادر ہی میں تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ قضا کرتے

اور یوں آپ ہمیشہ کے لئے سایہ عاطفت پدری سے محروم ہو گئے آپ
چھ برس کے تھے کہ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بھی سر سے گزر گئیں
اور اس طرح ماں اور باپ دونوں کا سایہ ہمیشہ کے لئے آپ م کے سر سے
اُٹھ گیا۔ اللہ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے آپ یتیم ہو گئے۔

سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس بچپن ہی میں بے مادر و پدر
رہ جانا۔ اور یتیمی اور لاوارثی کی حالت میں پرورش پانا۔ اور آخر کار دنیا
اور دین کا بادشاہ بن جانا۔ خدا تعالیٰ کی زبردست قدرت کا ایک
عظیم الشان نشان ہے۔ اس کس میری اور بے بسی کی حالت میں
پرورش پائے ہوئے یتیم کی نسبت کس شخص کو خیال آ سکتا تھا۔ کہ ایک
وقت ایسا آئے گا۔ جب کہ اُس کی قسمت کا ورق یک بیک ایسا
اُٹ جائیگا۔ کہ جس کی نظیر آج تک دنیا میں نہ ہوئی۔ نہ ہوگی۔ کس کو معلوم
تھا۔ کہ یہ یتیم اُن پُرہد ہاشمی نسل کا بچہ ایک اولوالعزم دنیا و دین
کا بادشاہ ہوگا۔ جس کے سامنے تمام گردن کشوں کی گردنیں جھک جائیں گی
سارے جہان میں نامی اور معزز۔ اعلیٰ درجہ کا فاتح پر لے درجہ کا واعظ
اور خطیب اکمل درجہ کا فصیح و بلیغ۔ زبردست پہلوان۔ سب سے
بڑا مصلح اور مجدد۔ قوم کا حقیقی نجات دینے والا۔ افضل البشر سید
الرسل اور خاتم الانبیاء۔ اور سارے جہان کے لئے رحمت اور برکت ہوگا۔
آنحضرت م کا بچپن ہی میں یتیم ہو جانا خدا تعالیٰ کی قدرت عالیہ کا ایک
عظیم الشان بھید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ اُس سرور عالم کا ظاہری سیا
دنیا میں قائم رہے۔ بلکہ ہر طرح اور ہر حال میں اُس کا حقیقی مربی۔ بچا
بتالیق اور متکفل صرف وہ ذات ربی ہی ہو۔ اور وہی اپنی تربیت گاہ فاضل

اُس کی پرورش کر کے اور بڑا ادبی فاضل دیو علمک مالک نکلن تعلم سے اُسکی تادیب کر کے سخت عظمت پر مہم کو جلوہ گر کر دے۔ اور اہل دنیا کو اپنی فلاح کاملہ کا ایک بڑا کرشمہ دکھائے۔ یہی وجہ ہوئی کہ آپ سچین ہی میں یتیم ہو گئے تاکہ اُس۔ ب۔ فدوس کی ربوبیت خاصہ کے سایہ تلے آجائیں۔ چنانچہ اس ربوبیت کی طرف اللہ تعالیٰ بھی قرآن کریم کی سورہ واسطیٰ میں اشارہ فرماتا ہے کہ الم یجدک یتیمًا فاولیٰ کیا تجھے یتیم نہ پایا۔ پھر اپنے سایہ ربوبیت کے نیچے جگہ دی۔

اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ حضورؐ کے والد آپ کی ولادت سے پہلے ہی فضا کر چکے تھے۔ اور آپ کی والدہ نے آپ کو ۶ سال کا بچہ چھوڑ کر سفر آخرت اختیار کیا۔ اور آپ یتیم ہو گئے۔ اس خاندان ہاشمی میں اس وقت بزرگ خاندان عبد المطلب حضورؐ کے جد امجد تھے۔ وہ آپ کے کفیل ہوئے۔ مگر دو سال کے بعد وہ بھی داغ مفارقت دے گئے۔ پھر آپ کا چچا ابوطالب آپ کا تکفل ہوا۔ خدا نے اُس کے دل میں آپ کی محبت ڈال دی۔ اور وہ نہ دل سے آپ کی پرورش کرنے لگا۔ یہ سب کچھ تو تھا۔ مگر آپ کی تعلیم کی طرف سے سب کو اس قدر توجہ نہ تھی۔ کہ کسی استاد کے پاس آپ کو پڑھنے کے لئے نہ بٹھایا۔ نہ پڑھنا سکھایا اور اس طرح آپ پڑھنے لکھنے سے ہمیشہ کے لئے محروم رہے اور کبھی آپ کو لکھنے پڑھنے کا موقع نہ ملا۔ اور یہ بات آپ کے لئے موجب خسر ہوئی۔ کہ اگرچہ ظاہری تعلیم سے آپ محروم رہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو وہ علم لدنی سکھایا کہ اولین و آخرین کے علوم پر سبقت لے گئے یہی وجہ ہے کہ آسمانی کتبوں میں آپ کا لقب

اقی (یعنی ان پڑھ) ہے سہ

نگار من کہ یہ کتب زلفت و خط منوشت

بہ غمزہ مسئلہ آموز صد معلم شد

حضور علیہ السلام اور آپ کے چچا ابوطالب میں باہم اس قدر محبت ہو گئی تھی کہ وہ ایک دم آپ کو اپنے سے جدا کرنا نہیں چاہتے تھے چنانچہ حضور کی ۹ سال کی عمر تھی کہ وہ شام کو تجارت کے لئے چلے۔ مگر آپ کی جدائی گوارا نہ کر سکے۔ آپ م کو بھی ساتھ ہی لے گئے جب شام کے شہر بصرے میں پہنچے۔ تو وہاں ایک گرجا میں ٹھہرے وہاں کا ایک راہب (پادری) بڑا نامی و گرامی آدمی۔ اور تو سریت و انجیل کا بڑا فاضل تھا۔ وہ نبی آخر الزمان کی بعثت کا منتظر اور آپ کی علامات مہر نبوت وغیرہ سے خوب واقف تھا۔ اُس نے

لے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے البقی الا حق الذی یجد و نہ مکتوبا عندہ فی السموات والارضین وہ نبی حبیب ذکر وہ اپنے اس توریت و انجیل میں لکھا پاتے ہیں اور پھر فرمایا و ما کنتم تلو من قبلہ من کتاب ولا یحیط بہ بینا اذ الا کتابا و ان توریت سے پیشتر نہ کوئی کتاب پڑھ سکتا تھا نہ اپنے اُنھ سے لکھنا جانتا تھا۔ ایسا ہوتا تو اہل باطل کو شبہ کی گنجائش بھی تھی کہ یہ قرآن آپ بنالیا۔

لکھ دیا۔ ۹۰ باب میں ہر نبوت کا بیان اسطرح ہے کہ لکھا ہوا۔ کہ کمرانی کا نشان اُس کے کندھے پر ہو گا۔ آپ کے شانہ مبارک پر مہر نبوت تھی۔ ۱۰۰ اسکان ارن نے جو بائبل کا ترجمہ سنہ ۱۱۰۰ء میں کیا ہے اُس میں یہ فقرہ بھی موجود ہے و ان سلطنت علی ظہرہ و اسمہ احمد کی سلطنت کا نشان اُن کی پیٹھ پر ہو گا اسم کا نام احمد ہے۔ اس قسم کی علامات سے خبر لے کر اُن کے بعد کچھ باتیں صفحہ ۱۱۰ پر لکھی ہیں اور اُن کے بعد کچھ اشارات و علامات مضافاً موجود ہیں گزشتہ کتاب کی تشریح پر یہ میں رفتہ رفتہ بدلتے گئے۔ اور کچھ کا کچھ

کر دیا +

جب آپ کی طرف غور سے دیکھا۔ تو آپ کے قیافہ اور علامات کو دیکھ کر آپ کی عظمت شان کو جو منصب رسالت اور نبوت کے لحاظ سے آئندہ قائم ہوئی تھی۔ مانگ گیا۔ اُس نے اُس قافلہ کی محض حضور کی طفیل ضیافت کی۔ اور ابوطالب کو ہدایت کی۔ کہ اسے شام میں نہ لے جاؤ۔ ایسا نہو کہ قوم یہود جو ہمیشہ سے صادقوں کی دشمن اور نبیوں کی تکلیف و ایذا دہی کے لئے مستعد۔ اور ہمیشہ بغی و حسد کے عادی ہے اس کے بھی کوئی بد سلوکی کرے۔ اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ کہ یہ لڑکا ملک کا آزاد کرنے والا اور نجات دینے والا۔ خدا کا رسول اور رحمت عالمین۔ اور خاتم انبیاء ہوگا۔ اُس راہب نے اپنا ایک کشف بھی بیان کیا۔ کہ میں نے عالم کشف میں دیکھا۔ کہ جس راستہ سے یہ لڑکا آ رہا تھا۔ تمام شجر و حجر اس کے سامنے سر بسجود ہیں۔ اس نبی کی صفت ہم اپنی کتابوں میں لکھی پاتے ہیں۔ اور ابوطالب کو پھر ہدایت کی۔ کہ اسے شام میں مت لے جاؤ۔ چنانچہ ابوطالب نے آپ کو مکہ کی طرف روانہ کر دیا۔

۵

عہد طفلی ہی سے ظاہر تھے نبوت کے نشان

اسد اسد! تیری محبوب خدا عظمتِ شاں

حضور کے لڑکپن میں ایک دفعہ مکہ معظمہ میں سخت قحط پڑا۔ ابوطالب آپ کو اپنے ساتھ میدان میں لے گئے۔ اور آپ کو دُعا کے لئے کہا۔ آپ نے خدا کے حضور مینہ برسنے کے لئے دُعا کی۔ اسد تعالیٰ نے

لے تو آن شریف میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو سب سے زیادہ دشمن اسلام کا یہود کو پائے گا اور زیادہ دوست انصار کو۔ مگر انکی کراس آخری زمانہ میں انصار کو اسلام سے بچانے ہمدی کے سخت نفرت ہے۔

آپ کی طفیل سے یہاں تک خوب مینہ برسا یا کہ سارا ملک سیراب ہو گیا۔ اور قحط دفع ہو گیا۔ حضرت ابوطالب کا اس باب میں ایک قصیدہ ہے جس کے ایک شعر کا ترجمہ یہ ہے۔ نرجسہ سفید رنگ گورا گورا پانی مانگتا ہے اپنے منہ سے۔ جانے پناہ ہے یتیموں کی۔ عصمت ہے بیوہ عورتوں کی۔

حالات شباب

آپ کی گلہ بانی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح۔ کعبہ کا از سر نو تعمیر ہونا

جب حضورؐ جوان ہوئے۔ ان تمام باتوں سے جو جوانوں میں خلافت تہذیب پائی جاسکتی ہیں۔ بالکل مندر اور پاک تھے۔ آپ اپنی قوم میں صدق و امانت و دیانت اور جملہ صفات حمیدہ و اخلاق پسندیدہ سے مشہور و معروف ہو گئے۔ قریش آپ کو کبیلہ تماشوں کی محفلوں میں بلاتے۔ آپ ہرگز شریک نہ ہوتے۔ اور سب قریش کو آپ کی صدق و امانت کا جہاں تک اقرار تھا۔ کہ آپ کے نام (محمل) کے ساتھ امین کا لفظ شامل ہو کر محمد امین ہی نام ہو گیا۔

یہ عجیب اور فی الحقیقت بے نظیر بات ہے۔ کہ آپ اپنی قوم میں ابتدا ہی سے امین اور مامون پکارے جاتے تھے۔ چنانچہ کفار عرب کے وہ اشعار جو انہوں نے آنحضرتؐ کی مذمت میں نظم کئے۔

لہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام ارگن ہی سے بیوہ عورتوں اور یتیموں سے بہت خوش سلوک کیا کرتے تھے۔

ان اشعار میں برابر امین اور مامون آپ کا لقب موجود ہے۔ کل قوم آپ کو ہر ہم و مشکل کے وقت مرجع و ماوے سمجھتی تھی۔ پیر و جوان آپ کو ایسی عزت و عظمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ کہ عرب کے تاسیخ و ان پڑھ کر حیران رہ جاتے ہیں۔ وہ قوم جس کا پیشہ ہی عیوب گیری اور قبایح شماری ہے بچپن ہی سے آپ کو صادق و امین کے لقب سے پکارتی ہے۔ بعثت کا زمانہ ابھی دور ہے۔ خدائے جلال کے سائے تبلیغ رسالت کرنا ابھی مرحلوں پر ہے۔ کوئی نہیں جانتا۔ کہ اس ابن عبد اللہ بن عبد المطلب کے مدارج کیا ہونے ہیں۔ مگر صادق۔ مصدوق۔ امین و مامون ابھی سے خطاب دیا جا رہا ہے۔ اور آپ کے دامن عصمت پر کسی اخلاقی یا قومی عیب کا ذرا بھی دھبہ نہیں لگا۔ مکہ میں عام دستور تھا۔ کہ جس شخص کے پاس کوئی عجیب اور بیش قیمت چیز ہوتی۔ جسے وہ آپ محفوظ نہ رکھ سکتا۔ وہ آپ کے پاس امانت رکھتا۔ اور اس بات کی یہاں تک شہرت ہو گئی کہ قوم کے پیر و جوان کی زبان پر اکھین۔ المامون کے سوائے آپ کی نسبت کوئی اور لفظ نہ آتا۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ عرب کی ایک شریف اور دنیہ (خدیجہ نامی) نے آپ کی امانت۔ دیانت اور صداقت کا شہرہ سن کر آپ کو اپنے مال تجارت کا محافظ بنایا۔ اور آخر کار آپ کی فوق العادہ صداقتوں اور نشانوں کو دیکھ کر آپ کے ساتھ نکاح ہی کر لیا۔ اور

۱۔ حضرت خدیجہ رحمہاں کا مال تجارت لے کر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شام کو تشریف لے گئے ہیں۔ اس وقت مدینہ رہنے ہی جو جاراہب کی مگر نہ نشین تھا اچھی بوت و رسالت کی شہادت دی اور آپ کے جلیقہ کو سابقہ سہاکی تاجوں کے ساتھ مطابق پایا حضرت خدیجہ رحمہاں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کرنے کی بڑی وجہ یہ بھی ہوئی۔

بعثت کے وقت سب سے پہلے آپ پر وہی ایمان لائیں۔ کیونکہ آپؐ کی صداقت و امانت و دیانت کے نشان پہلے سے دیکھ چکی تھی۔ آپ کی امانت و دیانت۔ سچائی اور صداقت کا اس بڑے معیار کا ثبوت ہو گا کہ آپؐ کے چاہنے والے اپنی وفات کے وقت آپؐ کی نسبت یوں شہادت دیتا ہے۔ میں تم کو محمدؐ سے اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ قریش میں امین ہے۔ اور عرب میں صدیق ہے۔ وہ ایسا امر لایا۔ جس کو دل نے تو مانا۔ مگر زبان نے بدنامی کے ڈر سے اس کا انکار کیا۔

ابنی ایام میں ایک دفعہ حضورؐ نے اُجرت پر بکریاں بھی چرائیں اور یہ خدمت آپؐ نے محض ایک ملازمانہ حالت میں ادا کی۔ تاکہ آپؐ کی ظاہری تنگی و معاش رنج ہو۔ واصل اُس گلہ بانیؐ میں جو حضورؐ کے سپرد ہوئی۔ ایک عجیب روحانی حکمت تھی۔ الہامی کتابوں میں انبیاءؑ کو اکثر راعی دیکھنا چرانے والا، کا خطاب دیا گیا ہے۔ یہ گلہ بانیؐ کی خدمت اور انبیاءؑ سے بھی ظہور میں آچکی ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے بھی گلہ بانیؐ کی (خروج ۳ باب ۱) اور حضرت عیسیٰؑ نے بھی یہ محاورہ استعمال فرمایا۔ کہ میں بنی اسرائیل کی کھوٹی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں آیا (متی ۱۵ باب ۲) یہ جماعت انبیاءؑ چونکہ مخلوق خدا کی گلہ بانیؐ کرنے والی ہوتی ہے۔ اور جو بھیڑیں اطاعت مولے سے سرکشی کر کے گم ہونا چاہتی ہیں۔ ان کو اکٹھا کر کے راہ پر لاتی ہیں۔ اس لئے پہلے کچھ دن اُن کو گلہ بانیؐ کی خدمت بھی ادا کرنی پڑتی ہے۔ چونکہ حضرات محمدؐ رسول اللہؐ صلعم نے تمام جہان کا گلہ بان ہونا تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے حضورؐ کے دل میں گلہ بانیؐ کی خدمت ادا کرنا لگا دیا گیا۔ ظاہری گلہ بانیؐ کو ابھیڑیں چرانے لگے بانیؐ کیلئے

ایک تعلیم بخش جو حضور کو آئندہ سپرد ہونے والی تھی سارے واقعہ آپ نے انسانی نگاہ بانی کی خدمت کو ایسا پورے طور پر ادا کیا۔ کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی +

۲۵ سال کی عمر میں آنحضرت م نے حضرت خدیجہ سے نکاح کیا اس وقت حضرت خدیجہ رضی کی عمر ۴۰ سال کی تھی۔ ۵۰ سال کی عمر تک آنحضرت م کے نکاح میں صرف خدیجہ ہی رہیں۔ حضرت خدیجہ رحمہم آنحضرت م کے دوا لکے اور ہم بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ جن میں سے سب سے چھوٹی فاطمہ رضی آپ کی وفات کے بعد باقی رہی۔ اور باقی سب بچے آپ کی حین حیات ہی میں فوت ہو گئے +

آنحضرت م کی عمر مبارک ۴۵ سال کی تھی۔ کہ قریش نے از سر نو کعبہ کو تعمیر کیا۔ اس تعمیر میں آنحضرت م بھی پتھر اٹھا کر لاتے رہے اور پوری مدد دیتے رہے۔ کعبہ کی تعمیر میں مقدس پتھر حجر اسود کے رکھنے میں تمام قبائل حجاز میں اس بات پر مخالفت شروع ہوئی۔ کہ اس کو نے کے پتھر کو کون شخص اٹھا کر رکھے۔ تو یہ تھا کہ تمام قوم کٹ کر ہلاک ہو۔ اس حقیقی کو نے کے پتھر جس کی پیشین گوئی کے لئے تقویری زبان میں دانیال ۲ باب ۳۴۔ متی ۲۱ باب ۴۲۔ لیسجاہ ۲۸ باب ۱۶ میں مذکور ہے۔ اور جو قدیم سے عرب کے مقام مکہ معظمہ کے کو نے میں دھرا تھا۔ اس کا آنحضرت م نے ایسا فیصلہ کیا۔ کہ قوم پر ثابت کر دیا۔ کہ

۱۔ متی ۲۱ باب ۴۲ میں ہے۔ کہ وہ پتھر جسے را مگیوں نے ناپسند کیا۔ وہی کو نے کا سرا ہوا۔ ایک جو اس پتھر پر گرتے گا۔ چور ہو گا اور میں پر وہ گرتے ہے۔ پس خود اے کا یثی بنی اسماعیل جیکو تم اسرائیل وغیرہ قوموں نے ناپسند کیا وہی کو نے کا سرا یعنی سب نبیوں کا نورا و سرا ہوا۔ اس قدیم زمانے میں تقویری زبان کا بہت مداح تھا۔ حجر اسود جو کے میں (بقیہ باب ۱۴)

میرے ہاتھ کے چھونے سے تم کو آرام اور نجات ہے۔ بات یہہ چوری کہ جب قوموں میں اس پتھر کے رکھنے میں اختلاف ہوا۔ کہ اس پتھر کو کون رکھے۔ تو آخر ان لوگوں نے یہہ فیصلہ کیا۔ کہ جو سب سے پہلے دروازہ سے اندر آوے وہی اس کا رکھنے والا ٹھیرے۔ اتنے میں حضور م آ نکلے۔ آپ نے اپنی چادر بچھا دی۔ اور پتھر اس میں رکھ کر حکم دیا۔ کہ تمام قوموں کے سردار یہ اتفاق اس چادر کو اٹھالیں۔ اس فیصلہ پر تمام قوم خوش ہو گئی اور اس نبوت کی آخری اینٹ اور کونے کے پتھر نے اس فیصلہ سے تمام قوم کو آفتِ جہالِ قاتل سے نجات بخشی +

۴۰ برس کی عمر تک آنحضرت م کے حالات کے متعلق اسی قدر قابل ذکر ہے۔ کہ آپ اپنی قوم میں اول درجہ کے متدین۔ امین۔ تریف الافلاقی۔ اور مرجع امام تھے۔ اور چال چلن میں تمام عرب میں ضرب المثل اور شہر آفاق آپ کو غور اور فکر کی بہت عادت تھی۔ ہمیشہ خدا کی قدرتوں۔ صنعتوں اور حکمتوں میں غور کرتے اور مراقبہ اور مکاشفہ میں مشغول رہتے۔ رفتہ رفتہ یہہ دستور ہو گیا تھا۔ کہ کچھ دنوں کا کھانا لیکر آپ کو حرا میں خلوت اختیار کرتے اور وہیں خدا کے گیبان دھیان میں مصروف رہتے۔

بقیہ ماہیہ ذرا۔ کو نہ پتھر تھا، اسلام پہلے سا با سال سے موجود تھا، لوگ اچھے پتھر سے اوروں کے ساتھ خدا تھے گویا یہ پتھر کوئے کا سرا کہیں تصویر ی زبان پر کتبِ مقدسہ وہ فقرہ تھا۔ وہ پتھر جسے حمار کھنڈی رو کیا وہی کوئیا سر ابراہیم اچھے تھے اور صاحب کتاب نہ تھا جو کئے جانے کتابی پتھر کو ایک کلام الہی کی آیت اور نشانی تھی یہی وجہ کہ اس ہی اس پتھر کو چوتھے اور آیت سے اشاء کردہ تھیں۔ گویا یہ تصویر ی زبان میں آنحضرت م کی اہمیت اور قدرت کا ایک زبردست نشان ہے اور دنیا میں خدا کی محبت کے لئے تنگ آتا ہے۔

۱۔ ان نزلت میں، فقہ بشت فیکم ہو امن قبل ان لا تعقلون میں نہیں اس کے چلے ایک ترکہ را میرے چال چال میں عصمت خداوند اور امانت کی تم شاہد ہے۔ یہہی جانتے ہو کہ کچھ ایسا مذہب تک کا خیال نہیں آیا۔ پس یہہ نوعیت رسالت کے لئے حق زود، ناعرف خدا کا کام ہے۔

اس وقت تک آپ کو یہ مطلق خبر نہیں تھی۔ کہ میں کسی اُمّت کا بنی بنوں گا۔ یا مجھ پر کوئی کتاب نازل ہوٹ والی ہے۔ مگر اللہ کی شان دیکھو اُس بنی اُمتی کو اللہ تعالیٰ اپنی نبیّت و رسالت خاصہ سے مخصوص و ممتاز کیا اور اسقدر عظمت و جلالت عروج و رفعت عطا فرمائی۔ کہ آپ کو نبیوں کا سردار۔ انبیاء کا خاتم و نیا کا فخر۔ افضل البشر بنا کر آپ کا درجہ اور فلک الالہات سے فائق اور بلند کر دیا اور بہت آسمان آپ کے رفعت اور مرتبہ کا زینہ بنے۔

نبوت و شریعت کا عطا ہونا

شریعت

کامل ۴۰ سال کی عمر میں آپ غار حرا میں خلوت گزین تھے۔ کہ حضرت جبریلؑ آپ کے پاس تشریف لائے۔ اور سب سے پہلے سووہ علق کی یہ پانچ آیتیں آپ پر نازل ہوئیں اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْبَرُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔ تو اپنے اُس عظیم الشان رب کا نام کے پڑھ جس نے مخلوقات کو پیدا کیا۔ انسان کو خونِ نبٹہ سے بنایا۔ پڑھ اور تیرا رب بڑا ہی صاحبِ کرم ہے۔ جس نے انسان کو قلم کا استعمال (یعنی کمالِ علم) سکھایا۔ پھر الہام اور عدمِ لدنی کے ذریعہ سے انسان کو وہ باتیں سکھائیں۔ جن کا اُسے علم تک نہیں تھا۔

حضرت خدیجہ رضی کی شہادت

حضور علیہ السلام نے جب یہہ ندائے الہی سنی - تو اُس وقت آپ کو سخت گھبراہٹ لاحق ہوئی۔ اس گھبراہٹ کی حالت میں حضورؐ حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے۔ اور کہا کہ مجھے تو اپنی جان پر خوف بن گیا۔ اس وقت حضرت خدیجہؓ نے کہا البشر فواللہ لا یخذلک اللہ بدأ انک لتصل الرحم وتصدق الحديث وتحمل الکمل تکسب المعدوم وتقرئ الضیف وتعين على نواب الحق (بخاری، خوش ہو جائے۔ خدا کی قسم اسد آپ کو کبھی ضایع اور رسوا نہ کرے گا۔ آپ صلہ رحم کرتے ہیں۔ سچ بولتے ہیں۔ دکھ والے کا دکھ برداشت کرتے ہیں۔ مفلس کو دیتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور بھلے کاموں میں مدد کرتے ہیں۔ انتہے +

غور کیجئے۔ پچپن سالہ بی بی آپ کی ہم شہر۔ ہم قوم جو ۵۱ سال سے آپ کے سایہ میں ہے۔ کیسی شہادت دی ہے؟ خدیجہ کی شہادت ایسے وقت میں جبکہ آپ غمگین اور مضطرب تھے۔ غور کے قابل ہے۔ اگر حضورؐ میں نے واقعہ یہہ صفات نہ ہوتے۔ تو حضرت خدیجہؓ کا بیان اس وقت ہرگز موجب تسلی نہ ہوتا۔ نہ حضرت خدیجہؓ اس طرح آپ کی تسلی کر سکتیں۔ اور ایسی شہادت دے سکتیں +

اس کے بعد حضرت خدیجہؓ آپ کو اپنے چچا ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو توریت و انجیل کا فاضل تھا۔ اُس نے آنحضرتؐ کو بشارت دی کہ تمہیں مژدہ ہو۔ کہ تو ہی نبی آخر الزمان ہے۔ جس کا

ذکر کتب سابقہ میں ہے۔ اور آپ کی نسبت جو بائبل میں بشارات تھیں۔
 اُن میں سے چند ایک بشارات کا ذکر کیا..... اور یہ بھی کہا کہ ایک
 وقت ہوگا جبکہ تم کو تمہاری قوم تمہارے وطن سے باہر نکال دیگی۔
 اور مکہ سے نہیں ہجرت کرنی پڑے گی۔ اس کے بعد سورہ فاتحہ نازل
 ہوئی۔ اور حضرت جبریلؑ نے آپؐ کو نازل پڑھنے کا طریقہ بھی سکھایا۔
 نازل شروع ہی سے آنحضرتؐ صلعم پر فہم ہوئی ہے۔ گو اوقات خمسہ
 کی تعیین کیا رکھیں سال نبوت میں ہوئی..... اس کے بعد متواتر
 آنحضرتؐ پر وحی نازل ہونی شروع ہوئی۔ سورہ منزل میں شب بیداری
 اور قیام لیل کا حکم ہوا۔ اور سورہ مدثر میں امدتِ تعالیٰ نے ان احکام
 کی تعمیل کے لئے ارشاد فرمایا۔ یا ایہا المدثر قم فانذر۔ و ربك فکبر
 وثیابك فطرس۔ والرجز فاهجر۔ ولا تمنن تستكثر۔ ولربك فاصبر
 اے خلعتِ نبوت سے منہلیس تعمیل احکام کے لئے کھڑا ہو جا۔ اور اپنی قوم
 کو آنے والے غضب سے ڈرا۔ اور اپنے رب کی غفلت اور کبریا کی بیان
 کر۔ اور اپنا لباس پاک صاف رکھ۔ اور ہر قسم کی رومانی اور جمانی خباثت
 سے الگ رہو۔ اور تبلیغِ رسالت یا کشمکش پر احسان اس خیال سے نہ کر کہ تجھے
 اُس کا عوض ملے۔ اور اپنے رب کے لئے تمام ڈکھ جو اُس کے راستہ میں
 آئیں برداشت کر *

سب سے پہلے آپ کی نبوت کا اقرار حضرت خدیجہ رحمہ نے کیا۔ جو
 آپ کی محنت بیوی تھیں۔ اهل البيت البصر بما فی البيت (گھر والے
 گھر کے مال سے خوب واقف ہوتے ہیں) ایک مشہور مقولہ ہے۔ اس
 پہلو سے دیکھا جائے تو آدمی وہی بنا چاہے۔ جس کو اُس کے گھر والے

سچا مائیں۔ پیغمبر صاحب کی اُس وقت کی حالت۔ اہل عرب کا طرز تمدن جس میں زناشوکی غفلت کی کچھ وقعت ہی نہ تھی۔ اور پھر مذہبی معاملہ۔ یہ سب باتیں پیش نظر ہوں۔ تو حدیچۃ الکیرائے کا ایمان لانا سب پر تفوق رکھتا ہے حدیچۃ الکیرائے بڑی نالدار بی بی تھیں۔ اور آنحضرت ص کی دنیاوی و دینی منفعت تھی۔ انہی کے قول پر کہ انہوں نے آنحضرت ص کو اپنا معتمد بنا کر تجارت کے لئے شام کی طرف روانہ کیا تھا۔ حدیچۃ الکیرائے کا میکا دینار میکا تھا۔ اور ان کے چچا زاد بھائی و رفیق بن نوفل کتب عہد عتیق جو جدید یعنی توریت و انجیل کے بڑے عالم تھے۔ حدیچۃ الکیرائے عمر میں آنحضرت ص سے ۵ برس بڑی بھی تھیں۔ اور پرلے درجہ کی عقیلہ۔ شکیلہ اور سمجھدار۔ ایسی عورت کا اپنے تئیں آنحضرت ص کی زوجیت میں دینا اور ان کے مذہبی خیالات کی بگرانی رکھنا اور آخر کار ان کی نبوت کو تسلیم کرنا۔ آنحضرت ص کی ماستبازی اور صداقت کی کچھ کم شہادت نہیں ہے۔ ان کے آگے مشرکین۔ مشرکین۔ جان دین پوٹ گاد فری ہگنس کی شہادت بھی کیا وقعت رکھتی ہے؟

حضرت حدیچۃ الکیرائے کے بعد آپ کا غلام زید ایمان لایا۔ پھر حضرت علی رضایان لائے۔ پھر حضرت ابوبکر رحمہ صلیو کو آپ نے دعوت کی۔ اور کامیاب ہوئے۔ ابوبکر خالدان قریش میں بڑے امیر اور دینی معاہدہ تھے۔ اُس وقت مکہ کے اور لوگ بھی حضرت ابوبکر رحمہ کی وعظ و ہدایت سے مشرف باسلام ہوئے۔

آنحضرت ص کی صداقت کے دلائل میں سے بڑھ کر ایک یہ دلیل ہے کہ سب سے پہلے جو لوگ آپ پر ایمان لائے۔ وہ آپ کے دوست اور اہل خاندان تھے۔ اور آپ کی عادات سے خوب واقف تھے۔ اگر معاملہ

آپ فریبی ہوتے۔ تو یہ لوگ ہرگز آپ پر ایمان نہ لاتے۔ اور اُن پر یہ فریب آپ کا ظاہر ہوتا۔ آپ کے عزیزان قریب یعنی آپ کی زوجہ آپ کا چچا زاد بھائی حضرات علیؑ اور ایک عالم و فاضل اور فصیح و بلیغ آدمی تھے۔ اور دیگر مخصوص اور واقف کار اصحاب آپ کی رسالت کا کامل اعتقاد اور آپ کے ملہم من اللہ ہونے کا دائمیقین رکھتے تھے۔ یہ لوگ آپ کے حال سے خوب واقف تھے۔ اور آپ کی حرکات سکنت کے ہنگام رہتے تھے اور یہی سب سے پہلے اور وفادار پیرو آپ کے تھے۔ اگر یہ مرد اور عورتیں جو نہایت مثربیف المقوم اور فہیدہ و سنجیدہ تھیں۔ اور یقیناً دریائے جلیل کے ماہی گیروں سے زیادہ عقل و فہم رکھتی تھیں۔ ذرا بھی مکر و فریب یا ریاکاری یا تصنع کا شائبہ آپ کی زندگی میں پائیں۔ تو آپ کے تہذیب اخلاق و اصلاح بھی آدم کی حقدار آرزوئیں تھیں۔ خاک میں مل جاتیں۔ ان لوگوں نے آپ کی خاطر کیا کیا مصائب اور صدمات اٹھائے۔ اور کیسی کیسی عقوبات جسمانی و ملام روحانی کے متحمل ہوئے۔ اور اپنی قوم و قبیلہ سے خارج کر دئے گئے۔ یہاں تک کہ موت کے منہ میں پڑنا گوارا کیا۔ مگر آپ کی رسالت پر جو اُن کو پکا یقین تھا اُس میں ذرا بھی لغزش اور جنبش نہ آئی۔

حضرت عیسیٰؑ کو دیکھئے۔ تو اپنے عزیزان قریب سے اُن کی کچھ پیش نہ چلی۔ اُن کے بھائی ہرگز ان پر ایمان نہ لائے۔ بلکہ ایک دفعہ انہوش مسیحؑ کو مسلوب الحواس سمجھ کر گرفتار کرنا چاہا۔ اور ایسا ہی آپ کے خاص الحواس حواری بھی ہمیشہ بد اعتقاد اور ضعیف الایمان ہی رہے جس کا ذکر انجیل میں ہے۔ اور جس کا خود منتقصب عیسائیوں اور صاحبان دین کو اقار ہے۔ چنانچہ مرولیم میر صاحب اپنی اردو تواریخ کلیسیا میں لکھتے ہیں

کہ مسیحؑ کے حواریوں اور شاگردوں نے اب تک اُس کی تعلیم کی حقیقت کو بالکل نہیں سمجھا تھا۔ اور اُن کا سست ایمان دنیوی نعمتوں اور فائدوں کی اُمید میں لگا ہوا تھا۔ اُس کے گرفتار ہونے ہی سے سب بھاگ گئے۔ اور پطرس نے جو عدالت میں گیا۔ وہاں اپنے مذاوند کا انکار کیا۔ پھر مسیحؑ کی مصلوبی کے بعد سب بالکل مایوس اور نومید ہو گئے۔ وہ عہدہ اور عجیب بات جسے مسیحؑ برابر سکھاتا تھا۔ مہنوز اُنہوں نے نہیں سمجھی تھی کہ اُسکا مرنا دنیا کی زندگی اور نجات ہوگی +

طامس کارڈائل صاحب اپنے دوسرے لکچر میں لکھتے ہیں۔ کہ محمدؐ صاحب کا تمام حوصلہ یہی تھا۔ کہ راستبازی سے دنیا میں گزران کریں۔ اُن کا شہرہ جمیل۔ یعنی اُن کی جان پہچان والوں کا حُسنِ ظن اُن کے حق میں کافی تھا۔ ابھی وہ کہولت کے سنہ تک نہ پہنچنے پائے تھے۔ کہ اُن کی تمام خواہشیں بچھ گئی تھیں۔ اور جو کچھ اُن کا اس دنیا میں حصہ تھا۔ وہ یہی تھا۔ کہ روز بروز اُن میں صلح اور آشتی بڑھتی جاتی تھی۔ تو کیا اُنہوں نے طریق ہوسنا کی شروع کیا۔ اور سب گزشتہ نیکنامی کو چھوڑ کر فریبی اور مزور بن گئے۔ حاشا میں اس کو کبھی یاد نہ کروں گا +

داؤد ذیل صاحب مترجم قرآن اپنی ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔ کہ دلائل سے ثابت ہے کہ محمدؐ کے سب کام اس نیک نیتی کی تحریک سے ہوتے تھے کہ اپنے ملک کے لوگوں کو جہالت اور ذلت کی بت پرستی سے چھڑاویں۔ اور یہ کہ نہایت مرتبہ کی خواہش آپ کی یہ تھی۔ کہ سب سے بڑے امر حق یعنی توحید الہی کا جو اُن کی روح پر بدرجہ غایت مستولے ہو رہی تھی اشتہار کریں۔ حضرات محمدؐ کی سیرت ایک عجیب نمونہ ہے۔ اس

(۱) ذیل صاحب دیباچہ ترجمہ قرآن میں لکھتے ہیں کہ خواہ کوئی کچھ ہی کہے۔ مگر محمدؐ میں ضرور اسی صفات موجود تھیں۔ جو نبی کیلئے رہنے چاہیے +

قوت اور صداقت کا جو ایسے شخص میں ہوتی ہے۔ جس کو خدا اور قیامت پر اعتقاد کامل ہوتا ہے۔ آپ کی ذات کریم اور سیرت صداقت شون سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ہمیشہ آپ کو ان لوگوں میں تصور کیا جائے جن کو ایمان اور اخلاق اور اپنے انبائے جنس کی تمام حیات دنیوی پر ایسا اختیار حاصل ہے جو سچر کسی حقیقت میں بڑے اولوالعزم کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ انتہے۔

علانیہ دعوتِ اسلام ۲

آپ اور آپ کے رفقاء کے سخت مصائب اور

ابتدایات سے گزشتہ تک

ابتداء بعثت میں آنحضرت ص اسلام کی دعوت پوشیدہ طور پر کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ فاصدا غمنا فیہ جو کچھ مجھے حکم ہوتا ہے اُسے علانیہ اور صاف صاف بیان کر۔ تب آپ ص اسلام کی دعوت علانیہ شروع کی۔ اور توحید کی خوبیاں اور بت پرستی اور کفر و شرک کی برائیاں بڑے زور و شور سے بیان کرنے لگے۔ آپ کا دغظ بڑا فصیح اور نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا پڑا اثر ہوا کرتا۔ چنانچہ مشہور متون ص سلیم ص ص اپنی تاریخ محمدی میں لکھتے ہیں۔ کہ چونکہ آنحضرت ص کو اپنی رسالت کا نہایت قوی اور مضبوط اعتقاد تھا۔ اس لئے آپ کی طرف سے اس دین کی نصیحتوں میں بڑی قوت اور شدت ظاہر ہوتی تھی۔ اور چونکہ فصاحت

میں بھی آپ کو کمال تھا۔ لہذا آپ کا کلام عربی زبان میں نہایت خالص اور نہایت ناصحانہ تھا۔ ان کے ملکہ زبان آوری نے روحانی حقیقتوں کو عالم تصویر بنا دیا اور ان کے زندہ خیالات نے قیامت اور روز جزا اور نعمتے بہشت اور عذاب جہنم کو سامعین کے نہایت قریب تر بلکہ پیش نظر کر دکھلایا۔ معمولی گفتگو میں آپ کا کلام مفصل اور ٹوسی تھا۔ مگر ہنگام و غلط آپ کی آنکھیں سُرخ اور آواز بھاری اور بلند ہو جاتی تھی۔ اور تمام جسم آپ کا ایسی حالت جوش و خروش میں ہو جاتا تھا۔ کہ گویا آپ لوگوں کو کسی شیم کے آنے کی خبر دیتے ہیں۔ کہ وہ غنیم دوسرے روز یا اسی شب کو اپنے آپ پرے گا۔ اور ہم اسکو بھی بہ مشعدی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ پہلے محمدؐ کا اعتقاد تھا یا باور کر لیا۔ کہ ان کی ہکا شفات خدا کی جانب سے ہوتے ہیں۔ آپ کے مکہ میں رہنے کے زمانے میں تو یقیناً کوئی ذاتی اغراض یا تالیق اسباب اس نتیجہ کے بطلان میں پائے نہیں جاتے۔ وہاں پر تو آپ جیسا خود بھی کہتے تھے۔ بشیر و نذیر تھے۔ اور بظاہر تو بجران لوگوں کی اصلاح کے آپ کا اور کوئی مقصد نہ تھا۔ محمدؐ نے گواہ اپنے اس ارادہ کو صبح ذریعوں سے اتر پذیر کرتے میں۔ خطا کی ہو۔ مگر اس میں شبہ کر سنے کی کوئی کافی وجہ نہیں ہے کہ وہ ان ذریعوں کو نیک نیتی اور دیانت داری سے عمل میں لاتے تھے۔

ڈاکٹر اے سپہنگر اپنی کتاب سیرت محمدی کے صفحہ ۴۹ میں لکھتے ہیں۔ کہ محمدؐ تین فہم اور نہایت درجے کے عالی نظر تھے۔ صاحب رکائب اور عالی مذاق تھے۔ گو وہ شاعر کے نام کو ناپسند کرتے تھے مگر بہت کر کے تو شاعر تھے۔ اور قرآن کی عبارت باہم متشابہ اور مضامین عالی اس کے مشہور فضائل ہیں۔ ان کے خیال میں ہمیشہ خدا کا تصور رہتا تھا۔ دن کو نکلتے ہوئے

آفتاب۔ برستے ہوئے پانی اور اُگتی ہوئی روئیدگی میں خدا ہی کا یہ قدرت
 نظر آتا تھا۔ اور بجلی کی کڑک اور پانی کی آواز اور پرندوں کے نغموں
 میں خدا ہی کی آواز سنائی دیتے تھے۔ اور سنان جنگلوں اور پہاڑوں
 شہروں کے خوابات میں خدا ہی کے تہر کے آثار دکھائی دیتے تھے۔
 جس وقت حضورؐ نے علانیہ دعوت اسلام شروع کی اور بت پرستی
 کی برائیاں بیان کرنے لگے۔ قریش کے بت پرست اور تمام قبائل عرب
 آپ کے سخت مخالف ہو گئے۔ اور طحطیح کی جسمانی اور دوحافی تکفیر
 دینی شروع کیں۔ چنانچہ آپ کو شاعر۔ ساحر۔ مفتی۔ کذاب۔ کاہن
 وغیرہ القاب سے یاد کرنے لگے درحالے کہ اسی زبان سے پہلے آپ کو
 صادق اور احسن کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔

جب آپ پر آئینہ والذرعشیرتاک الاقدین۔ اپنے قریبی رشتہ داروں
 کو بھی غضب الہی نازل ہوئی۔ تو اُس وقت آپ نے کوہ صفا پر
 پڑھ کر اپنے قبیلہ کے تمام لوگوں کو نام بنام پکارا۔ جب سب لوگ
 حاضر ہو گئے۔ تو آپ م نے اُن سے ارشاد فرمایا۔ کہ لوگو! اگر تم کو میں
 اس بات کی خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک خطرناک دشمن تمہیں
 قتل کیا چاہتا ہے۔ تو تم میری اس بات کو باور کرو گے یا نہیں؟ سب نے
 بالاتفاق کہا کہ ہم ضرور اس بات کو باور کریں گے۔ اس لئے کہ ہم نے آج تک
 تیری زبان سے کبھی جھوٹ سنا ہی نہیں۔

اُس وقت آنحضرتؐ نے نہایت ہمدردانہ الفاظ میں فرمایا۔ کہ اگر
 میرے کہنے کا ایسا ہی یقین ہے۔ تو انی نذیرکم من بین یدہ عذاب
 شدید۔ میں تم کو اُس عذاب الہی سے جو تم پر وارد ہونے والا ہے اُس کے

آنے سے پہلے ہی ڈرنا ہوں۔ اگر خدا پر ایمان ہے آؤ۔ تودہ غضب الہی تم پر سے ٹل جائے گا۔ ورنہ سب کے سب ہلاک اور تباہ ہو جاؤ گے۔
یہ سن کر سب کفار آپ کو جھوٹا کہنے لگے۔ اور ابو لہب نے جو آپ کا سکا چچا تھا۔ یہ بھی کہا۔ کہ دیوانہ ناحق پکارتا ہے۔ اور ساتھ ہی پتھر اٹھا کر آنحضرتؐ کی طرف پھینکا۔ اور کہا۔ "قَبَالُکَ سَائِلِ الْیَوْمِ لِمَنْ اَجْمَعْنَا سَاکِ دُن تَجْهَ خَرَابِیْ ہُو۔ ہمیں اسی کام کے لئے بلایا اور اکٹھا کیا تھا۔ اور سب ادھر ادھر چلے گئے۔"

یہ تو ابو لہب کی عداوت کا حال تھا۔ اور اُس کی بیوی کا بیہ حال تھا۔ کہ ہر روز جنگل سے کانٹے اٹھا لاتی۔ اور آنحضرتؐ کے راستہ میں بکھیر دیا کرتی۔ چونکہ ہمسائی تھی۔ اس لئے اُس کا دائو اکثر چل جاتا۔ آنحضرتؐ نہایت کشادہ پیشانی سے اُن کانٹوں کو راستہ سے ہٹا دیتے۔ اور فرماتے کہ یہ کیا حق ہمسائت ہے جو تم ادا کرتی ہو۔

مے ریختند در رو تو فارو با ہمہ

چوں گل شگفتہ بود رخ جانفراستے تو

اس عورت کا نام اسی وجہ سے حاملۃ الخطب (دکڑیاں اٹھاتی) پڑ گیا۔ اور خدا نے بھی قرآن شریف میں اس کو اسی لقب سے یاد کیا۔

اس کے بعد ہجرت تک آپ کی زندگی کے متعلق جو کچھ قابل ذکر ہے۔ یہی ہے کہ آپ کو بے حد اور بے انتہا تکالیف کفار عرب کی طرف سے پہنچیں۔ قرینیں دن رات آپ سے نہایت بد سلوکیاں کھینچتے۔ اور طرح طرح کے ظلم و ستم سے آپ کا اور آپ کے جاں نثار صحابہ رض کا دم ناک میں کر دیا۔ موسم حج میں جب آپ مہم غط کیا کرتے۔ ابو لہب آپ کو پیچھے سے

پتھر مارا کرتا۔ یہاں تک کہ کئی دفعہ آپ کے ٹخنے اور قدم زخمی ہو گئے اور ان سے
خون جاری ہو جاتا۔

ایک دفعہ خانہ کعبہ میں قریش کے کئی آدمی آپ پر ٹوٹ پڑے
ایک شخص نے آنحضرتؐ کی چادر کا کونالے کر حضرتؐ کے گلے میں
پھندا دے دیا۔ یہاں تک کہ حضرتؐ کا دم گھٹ گیا۔ حضرت ابو بکر
آپ کو چھڑانے لگے۔ تو ان کی ڈاڑھی پکڑ کر ان کو ایسا مارا کہ بے ہوش
کر دیا۔

ایک دفعہ آپؐ سجدہ میں تھے۔ کہ ایک کافر نے آپؐ کی پیٹھ پر او بھری
ڈال دی۔ اسی طرح بار بار آپؐ کے ہمسائے نماز پڑھنے کی حالت میں اور
کھانا کھانے کے وقت اوپر غلاطین ڈال جایا کرتے۔ راستوں میں کانٹے
بکھیرتے۔ جب آپؐ باہر نکلتے تو کفادھکے آپؐ پر کنکر پتھر مارتے۔
حرم کعبہ میں نماز پڑھتے۔ تو آنے جانے میں سخت مزاحم ہوتے اور
قرآن مجید کو پڑھتے سن کر غل عجائبات اور اس کے الفاظ میں اپنے
الفاظ ملا دینے کی کوشش کرتے۔ چنانچہ ایک روز آنحضرتؐ حسب معمول
ناز میں سورہ والبنم پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے۔
افرايم اللات والعزى ومناة الثالثة الاخرى دجالات وعزى
یا تیسرا منات سب سے گیا گدرا بھی کوئی فدائی کرشمہ دکھا سکتے ہیں،
تو شیاطین قریش میں سے ایک شیطان نے اس خیال سے کہ مباد آگے
جاسے توں کی ہجو کریں۔ بہ تبدیل آواز یہ شیطانی کلمات پڑھ دے۔ فکاک
الغرائق العلل وان شفاعتمن لترجى (یہ بت بڑے عالی قدر ہیں
اور ان کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے۔ تاکہ سامعین کو دھوکا ہو کہ آپؐ

ات و عزت کے کی تعریف فرماتے ہیں آپ کے کھانا پکے کی ہنڈیا میں اونٹ
کی اوچھری کے ٹکڑے لاکر ڈال دیتے تھے۔ راہ چلنے میں سرسبارک پر
خاک و مٹی اور کوڑا کرکٹ پھینکتے۔ اور بُرا بھلا کہتے۔ اور گالیاں دیتے
تھے۔ آپ کا نام بجائے حجل کے مذم رکھ چھوڑا تھا۔ اور باہم سخت عہد
کر لیا تھا۔ کہ کوئی شخص آپ کے پاس نہ بیٹھے۔ نہ آپ کی بات سنے۔ چنانچہ
ایک روز عقبہ بن معیط نامی ایک کافر آپ کے پاس آن کر بیٹھا۔ اور
قرآن مجید سنا۔ تو اُس کے دوست ابی بن خلف نے اُس سے کہا۔ کہ میں نے
سنا ہے کہ تو محمدؐ کے پاس جا کر بیٹھا اور اُس کی باتیں سنی ہیں۔ میں تیری صورت
دیکھنی نہیں چاہتا۔ کیا تجھ سے نہ ہو سکا۔ کہ تو اُس کے منہ پر ٹھوک دیتا۔
چنانچہ اُس دشمن فد یعنی عقبہ نے ایسا ہی کیا۔

الغرض انہی رسائی و تکلیف دہی کا ایک سلسلہ قائم کر لیا تھا۔ اور یہ
عہد کر لیا تھا۔ کہ جہاں تک ممکن ہو۔ آپ کو اور آپ کے اصحاب کو تکلیف
دینے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھیں۔ چنانچہ اُن بیچارے مسلمانوں کو
جنگا کوئی مددگار نہ تھا۔ مشکیں باندھ کر اول خوب مارتے۔ اور پھر ٹھیک
دوپہر کی تیز تند دھوپ میں اُس جلتی جلتی زمین پر جس کا نام رمقا ہے جو
پیا سا کبھی اوندھا اور کبھی سیدھا ہوتا دیتے اور پڑے پڑے بھاری تھیر
چھاتی پر رکھ دیتے۔ جن کے بوجھ کے مارے زبان باہر نکل پڑتی۔ اور
کہتے۔ یا تو محمدؐ اور اُس کے خدا کو گالیاں دو۔ اور ہمارے بتوں کی تعریف
اور اُن کے پوجنے کا اقرار کرو۔ ورنہ اسی طرح عذاب دے دے کر مار ڈالیں گے۔
چنانچہ چند ایک آدمیوں کے جنہوں نے ڈر کے مارے اُس وقت منہ سے
ایسے کلمات کہہ دیئے۔ مگر دل سے ایمان پر قائم رہے اور پیچھے سخت پھٹائے۔

باقی سب آدمیوں نے تکلیف و اذیت کی کچھ پروا نہ کی۔ جان دے دی مگر ایمان نہ چھوڑا۔ چنانچہ انہی میں سے حضرت عمارؓ اور اُمّان کے والد یاسر اور والدہ سمیہ تھیں۔ سمیہ کو بد بخت ابو جہل نے جس عذاب سے مارا ہے اُس کے لکھنے ہوئے قلم کو لرزہ ہوتا ہے۔ یعنی اُس ظالم نے جب حضرت یاسر کو نہایت درجہ تکلیف و اذیت دی اور اس پر سمیہ نے اُس کو ڈانٹا تو اُس بے حیائے طیش میں آکر حرم جو اُس کے ہاتھ میں تھا۔ اُس پاک دامن بی بی کی شرمگاہ میں مارا۔ اور جان سے مار ڈالا۔ اسلام میں یہ اول شہید تھیں۔ جنہوں نے اپنے ایمان پر اپنی جان کو قربان کر ڈالا۔ یاسر بھی دکھ پا کر داخل جنت سچو سمار کی مشکیں باندھ کر کبھی مکہ کی جلتی تپتی اور تینی اور پتھریلی زمین پر ڈال دیا جانا۔ اور چھاتی پر ایک بھاری پتھر رکھ دیا جاتا تھا۔ اور کبھی پانی میں غوطے دیئے جاتے تھے مگر اُن کا دل بدستور ایمان باند اور ایمان بالرسول میں ڈوبا ہوا تھا۔ یہ بزرگوار الیہا پکا اور سچا ایمان وار دجائے تھا کہ کسی ایک لڑائی میں بھی جو آنحضرتؐ کو اسلام کے بچاؤ کے لئے دشمنان دین سے پیش آئیں۔ آپ کی رکاب سعادت انتساب سے جدا نہیں ہوا۔ یہی حال خباب بن ارت کا تھا۔ کہ برہنہ کر کے نہایت گرم زمین پر ڈال دیا جانا۔ اور آگ سے گرم کی ہوئی پتھر کی بڑی کتلیں چھاتی پر رکھ دی جاتیں۔ اور سر کے بال کینچ کینچ کر گردن مروڑی جاتی۔ مگر اُس کو آنحضرتؐ کی محبت میں ان تکالیف کی سرمو پروا نہ تھی۔ اس کے سوا کوئی مکرہ الیہا نہ تھا۔ جو رسولؐ کو دشمنان خدا سے پیش آیا ہو۔ اور یہ اُس میں غیر حاضر رہا ہو۔ مصیب بن سنان کی مصیبت بھی کچھ کم نہ تھی۔ مگر اُس نے بھی ایمان کے مقابلہ میں اُسکے بچ جانا۔ اور ہجرت کے لئے جب تیار ہوا۔ اور قریش نے قید کر لیا۔ تو جو کچھ

مال و زر پاس تھا۔ سب اُن کو دیدیا۔ اور وطن کی محبت پر فاک ڈال کر مدینہ کو چلتا ہوا۔ جناب رسول خدا کے مؤذن حضرت بلال بن رباح کی تکلیفات اور مصائب بھی کچھ کم تھیں۔ و آفرین کے لائق نہیں۔ جو امیہ بن خلف کے غلام تھے اور جنگویمہ شخص بوجہ اسلام قبول کرنے کے گرم ریت اور پتھروں پر لٹایا کرتا۔ اور اسلام کے چھوڑنے پر سخت مجبور کرتا۔ اور اُس وقت اُن کا یہی حال رہا۔ جب تک کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن کو مول لے کر اُس غلام کے پنجہ سے نہیں چھڑایا۔ حضرت بلال بن رباح بھی تمام معروکوں اور تکلیفوں میں آخر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک رہے۔ عامر بن فہیرہ نے بھی نہایت سخت آزمائشیں اٹھائیں۔ اور یہ ایسا مستقیم العقیدہ اور پکا ایمان دار تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے ظلم و ستم سے مجبور ہو کر ترک وطن فرمایا۔ تو اُس مروانہ سفر میں برابر خدمت کرتا گیا۔ اور بدر و احد کی سخت خونریز لڑائیوں میں جن میں ہزاروں مشرکین بڑے کروفر سے اسلام کے استیصال کے لئے مکہ سے چڑھ کر آئے تھے۔ نصرت دین حق میں جسم و جان سے معروف رہا۔ اور جنگ بمرحومہ میں جب عین شباب میں نیزہ کھا کر شہرت شہادت سے سیراب ہوا۔ تو یہ ایمان و ایقان میں ڈوبے ہوئے الفاظ زبان پر تھے۔

فُرُت و دَب الکھیمۃ کعبہ کے رب کی قسم میں اپنے مقصد کو پہنچ گیا۔ ابن قکیہ جو اسم بامسمیٰ اقلیم تھا۔ اُس مظلوم کی بابت کیا بیان کیا جائے۔ کہ اگرچہ پاؤں میں رسی باندھ کر مکہ کی انگاریوں جیسی گرم پتھریوں پر گھسیٹا جاتا تھا۔ مگر اُس کے ہائے ثبات کو مطلق لغزش نہ تھی اور ہر چند گلا گھونٹ گھونٹ کر اوجھٹا کر دیا جاتا اور ایک ایسا بھاری پتھر چھاتی پر رکھ دیا جاتا۔ کہ بوجھ کے مارے زبان باہر نکل پڑتی تھی۔ مگر کیا ممکن ہے کہ کوئی کلمہ خلاف ایمان منہ سے نکلے ؟

یہ حال تو دیندار مردوں کا تھا۔ جو مثلاً اپنے بیان کیا۔ لیکن نا انصافی ہوگی اگر اُن راسخ الایمان عورتوں کا ذکر نہ کریں۔ جو باوجود اپنے قدرتی ضعفِ خلقت کے ایسے مصائب و شدائد کی متحمل ہوئیں۔ جو بڑے سے بڑے تو ہی لہجہ مردوں سے بھی اُن کا متحمل قویاً محال ہے۔ چنانچہ حضرت عمارہ کی والدہ کا درونِ اک حال تو اوپر مذکور ہوا۔ مگر لبینہ۔ زینبہ۔ ہند یہ۔ اُمّ عبیس کی مصیبتیں بھی کچھ کم۔ افسوس کے لائق نہیں۔ یہہ بیچاری چاروں لونڈیاں تھیں۔ اور اُن کے سنگدل آقا صرف اس گناہ پر اُن کو عذاب اور تکلیفیں دیتے تھے۔ کہ چہرہ اور لکڑی کے بے جان بتوں سے منہ موڑ کر خدائے حی و قیوم پر ایمان لے آئی تھیں۔ چنانچہ اور تو اور خود عمر فاروق (جو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے) لبینہ کو استغفار مارتے تھے۔ کہ جب تک تھک نہ جاتے۔ چھوڑتے نہیں تھے۔ اور کہتے کہ میں نے ابھی تجھے چھوڑا نہیں۔ بلکہ تھک کر بیٹھ گیا ہوں۔ جس کا اُس مظلومہ نے جواب دیا۔ کہ اُسی طرح خدا بھی تیرے ساتھ کرے گا۔ اگر تو مسلمان نہ ہوا۔ اسی طرح زینبہ کو بدبخت ابو جہل نے استغفار ایذا دی۔ کہ وہ اندھی ہو گئی۔ اور جب اُس نے جانا کہ اندھی ہو گئی۔ تو کہا۔ کہ لاٹ و عذائے نے تجھے اندھا کر دیا۔ اُس نے کہا کہ لاٹ و عرنے کو تو خود نہیں سوچتا۔ کہ اُن کو کون پوچھا ہے؟ گریہ ایک آسمانی امر ہے۔ اور میرا خدا قادر ہے کہ پھر میری آنکھوں میں روشنی دے۔ ہند یہ ایک مشرکہ عورت کی لونڈی تھی اور وہ کم بخت اُس بیچاری کو سخت تکلیفیں دیا کرتی اور کہتی۔ کہ اسی طرح کئے جاؤں گی۔ جب تک کہ اسلام کو نہ چھوڑے۔ یا اصحابِ محمدؐ میں سے کوئی تجھ کو خربزد نہ لے۔ ایسے ہی اُمّ عبیس اسود بن عبدغوث کی لونڈی تھی۔ اور وہ رویہ اس کو نہایت ستاتا۔ اور وہ بیچاری اپنے ایمان کی خاطر سب

تکالیف اور ایذا میں سہتی تھی *

اللہ اکبر! کلام الہی کے وعظ نے کس قدر سچا ایمان ان لوگوں میں پیدا کر دیا تھا۔ اور کہاں تک روحانیت اُن کے دلوں میں پھونک دی تھی۔ کہ مرد تو مرد دنیا کی عورتیں اعمال و آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے ہر قسم کے آرام و آلام کو محض بیچ پوپ سمجھتی تھیں۔ اور گویا بہشت و دوزخ اُن کی آنکھوں کے سامنے تھے۔ جو ایمان و کفران کا واقعی اور لازمی نتیجہ ہیں۔ اور بہشت و قرب خداوندی کے شوق اور جہنم اور بعد بارگاہ صمدی کے خوف نے حیات دنیوی کی ہر ایک حالت اُن کی نظر میں حقیر و اعتبار کر دی تھی۔ جس سے راہ خدا میں تکلیف کو بھی راحت ہی سمجھتے تھے *

الغرض کفار ناہنجار و معنایں دیندار و خود رسول مختار کو تکلیفیں اور ازینیں پہنچانے میں کوئی دفعہ فرو گذاشت نہ کرتے تھے اور آپ اور آپ کے ثابت قدم اصحاب ان مصائب اور تکالیف کو ایسے صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کرتے تھے جو غم و غمناک بارگاہ الہی و خالصان درگاہ خداوندی کے سوا ہرگز ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ اس موقع پر مشرک کارلایل صاحب مشہور فلاسفر فرماتے ہیں۔ کہ پس ہم محمد کو ہرگز یہ خیال نہیں کر سکتے کہ وہ صرف ایک شعبہ باز اور تہی باطن شخص تھا اور نہ ہم اس کو ایک حقیر جاہ طلب اور دیدہ دانستہ منعوبے کا ٹھٹھنے والا کہہ سکتے ہیں۔ جو سخت و کمرخت پیغام اُس نے دنیا کو دیا۔ بہر حال وہ ایک سچا اور حقیقی پیغام تھا۔ اور اگرچہ وہ ایک غیر مرتب کلام تھا۔ مگر اس کا عجیب و ہیبتنی تھی۔ جس کی تھاکہ کسی نے بھی نہیں پائی اس شخص کے نہ اقوال ہی جھوٹے تھے۔ نہ اعمال ہی۔ اور نہ خالی از مد اقت۔ یا کسی کی نقل و تقلید تھے۔ حیات ابدی کا ایک نورانی وجود تھا۔ جو قدرت کے وسیع سینہ میں سے دنیا کو منور کرنے کو نکلا تھا۔ اور بے شبہ اُس کے لئے امر بانی یونہی تھا (ان پروڈ ایڈ میر و ز ور شپ) *

نہ صرف تہدیدات اور دھمکیاں اور تکلیفات اور اندیشیں ہی
 آنحضرت م اور آپ کے صحابہ رضہ کو دی جاتی تھیں۔ بلکہ کفار لالچ۔ طمع
 اور ترغیبات بھی آنحضرت م کے سامنے پیش کرتے۔ تاکہ کسی طمع بت پرستی
 کی ذمت اور توحید کی اشاعت سے باز آجائیں۔ چنانچہ ایک دفعہ انہوں نے
 پنچاپت کر کے آنحضرت م کو بلایا۔ اور کہا۔ کہ دیکھ تیرے سبب سے قوم میں
 لفرقہ پڑ گیا۔ تو نے ہمارے بزرگوں کو دوزخی ٹھیرایا۔ ہمارے معبودوں
 کو سخت سست کیا۔ تمہارا ان باتوں سے کیا مقصد ہے ہمال چاہو۔ تو اس قدر
 چندہ حج کو دین کہ ساری قوم سے تم ہی زیادہ مالدار بن جاؤ۔ شرف و جاہ
 مطلوب ہے تو تم کو اپنا سردار بنالیں۔ بادشاہت چاہتے ہو۔ تو تم کو اپنا بادشاہ
 بنالیں۔ اور جو چاہو سب کچھ حاصل ہے۔ مگر یہ بت پرستی کی ذمت اور توحید
 کا وعظ چھوڑ دو۔ آنحضرت م نے نہایت سادگی اور متانت کے ساتھ جواب
 دیا۔ کہ ان سب باتوں میں سے میرا کوئی بھی مقصد نہیں۔ میری شان اس
 اعلیٰ و ارفع ہے کہ تم سے دنیا کے مال و حشمت کا طلبگار بنوں۔ میں مال و
 عظمت و دنیاوی کا خواہاں نہیں۔ میں صرف لہذا و نذیر ہوں۔ اگر قبول
 کرو گے تو دنیا و دین میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ اور اگر نہ مانو تو میں صبر کروں گا
 یہاں تک کہ اللہ آپ مجھ میں اور تم میں فیصلہ کر دے اور حق اور باطل میں امتیاز
 کر دے۔

غرض کہ کفار قریش نے کسی طرح کی ترغیبات و ترہیبات پیش کرنے میں کوئی دقیقہ باقی
 نہیں رکھا۔ مگر اذریے! آپ کا استقلال کہ آپ کے پائے ثبات کو کسی
 ترغیب یا ترہیب لالچ یا ڈر سے مطلق جنبش نہ ہوئی۔ اور نہایت ہی پاک اور
 بے غیب استقل رہے۔

یہاں تک کہ آنحضور م کی بے غرضی۔ بے نفسی۔ پاک باطنی۔ اتقا اور خدا کے لئے تبلیغ کرنے کا اقرار دینا پھر اس متعصب عیسائی کو بھی اپنی تواریخ محمدی میں کرنا پڑا۔ جس کا نام عماد الدین ہے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ ایک دفعہ غنیم نے آنحضرت م کے پاس جا کر کہا۔ کہ تو مشریف آدمی ہے تو نے ہمارے درمیان یہ کیا بات اٹھائی ہے۔ ہمارے معبودوں کو کیوں طعن کرتا ہے۔ باپ دادوں کو کیوں بے عزت کرتا ہے۔ دیکھ سارے عرب میں مشہور ہو گیا۔ کہ قریش میں ایک جادوگر پیدا ہوا ہے۔ وہ کیا سبب ہے جس سے تو اس کام کے درپے ہوا ہے۔ اگر تجھے کوئی حسین عورت مطلوب ہے۔ تو جس عورت کو چاہے ہم تیری جو رو بنا دیں۔ اگر بھوکا ہے تو تیرے لئے چندہ جمع کر کے ہم مال جمع کریں۔ اگر نیر ارادہ بادشاہی کرنے کا ہے۔ تو آہم تجھے بادشاہ بنالیں اور جو کسی بیہودہ خواب خیال نے تجھے دالسا ہے اور اسے دور نہیں کر سکتا۔ تو کوئی طبیب معالج بلا دیں۔ تاکہ تیرا معالجہ کرے۔ محمد نے یہ سب سن کر کچھ قرآن کی نصیحت آمیز باتیں سنائیں۔ جو بت پرستوں کی تعلیم سے بہت افضل تھیں۔ اس لئے غنیم چلا گیا۔ اور قریش کے سامنے محمدی نصیحت کی تعریف کی۔ کیونکہ ضرور ان کے دین کی نسبت محمد صاحب نے اچھا دین نکالا تھا۔

یہہ واقعی بڑا اتقان اور سخت مصیبت کا وقت تھا۔ ایک طرف آپ کو قسم قسم کی دھمکیاں اور ڈر دیتے جاتے تھے۔ دوسری طرف طح طح کی ترغیبات اور لالچ پیش کئے جاتے تھے۔ آپ کے جان نثار صحابہ جدا مصائب اور تکالیف کا نشانہ بن رہے تھے۔ اور یہاں تک آپ پر مصیبتوں کے پہاڑ کئے پہاڑ اُگرے ہوئے تھے۔ کہ جب تک ایک پاک نفس اور فدائی آدمی الہی استقلال دکھانے والا نہ ہو۔ ہرگز پا بر جا اور ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔

آپ نے کوئی ترغیب کوئی ترہیب ہرگز نہیں مانی۔ اور اپنے خداوند کریم پر پورا بھروسہ کیا۔ اپنی قوم کی استغناء۔ تفتیک و کمہ اور ایذا کو نہایت صبر اور حوصلہ کے ساتھ برداشت کیا۔ اور اپنی قوم کی سچی خیر خواہی میں برابر لگے رہے۔ آپ کی خیر خواہی کا یہ عالم تھا کہ امدت کے لئے آپ کو فرمائے کہ لعلات باخج نفسک کہ یکونوا مومنین شاید تو اپنے نفس کو اسات سے ہلاک کر دیگا کہ وہ ایمان نہیں لاتے ۔

اور پھر فرمایا کہ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیکم ما عنتم حبیب علیکم بالمومنین رؤف رحیم۔ فان تولو فقل حسبی اللہ لا اله الاہ و انہ یستہزیئون ہو۔ رب العرش العظیم۔ تمہارے پاس رسول تمہیں میں سے آیا ہے۔ تمہارا تکلیف میں پڑتا اس پر شاق ہے۔ تمہاری بیہود کا اُسکڑ ہو کا ہے۔ لوگوں پر شفقت کرنا اور مہربان ہے۔ اس مہر دی پر بھی منہ پھیریں۔ تو کہہ دے کہ تجھے اللہ ہی کافی ہے۔ جس کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں۔ میں اسی پر چھوڑا گیا اور میں غلیم ہوں گا۔

ہجرت حبشہ

شعبۃ

جب آنحضرت ص اور آپ کے صحابہ کا یہ حال ہو رہا تھا۔ تو وہ رؤف رحیم رسول اپنے تابعین کا یہ حال اپنی آنکھوں سے دیکھتے کا متحمل نہ ہو سکا اجازت دی کہ میرا جو مال ہو۔ سو ہو۔ تم میں سے جس کا جی چاہے۔ کہ چھوڑ کر کہیں نکل جائے۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کے بموجب کسی قدر لوگ مکہ سے ہجرت کر کے ابی سینیا میں چلے گئے۔ جہاں ایک عیسائی بادشاہ حاکم تھا

جس کا لقب بنجاشی تھا۔ بنجاشی نے اُن لوگوں کو اپنے ملک میں مگہ دی۔ اور آرام سے رکھا۔ کھارمکہ اس بات سے جل گئے۔ چنانچہ انہوں نے پیچھے سے بنجاشی کے پاس اپنے ایلچی بھیجے۔ تاکہ ان فراریوں کو اپنے پاس مگہ نہ دے۔ اس نے کہ یہ لوگ بدعتی ہیں۔ جنہوں نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ دیا ہے۔ بنجاشی نے مسلمانوں کو روبرو بلا کر پوچھا۔ کہ کیا یہ الزام سچ ہے۔ جو دشمنوں نے تم پر لگا یا ہے۔ اور اُن سے سوال کیا۔ کہ وہ نیا دین کیا ہے جس کی خاطر تم نے اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ دیا۔ جعفر بن ابی طالبؓ نے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی تھے۔ مسلمانوں کی طرف سے یہ پیچ کی۔ اسے بادشاہ اہم جہالت اور ضلالت کے گرہے میں گرے ہوئے تھے۔ ہم بتوں کو پوجتے تھے۔ اور مردار کھاتے تھے۔ اور نجس پیتے تھے۔ اور کوئی صفت انسانیت کی ہم میں نہ تھی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل عظیم سے اپنا پیغمبر بھیجا۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جس کی شرافت نسب اور صدق مقال اور تدین اور صفائے باطن سے ہم خوب آگاہ ہیں۔ اُن پر اپنا کلام پاک نازل فرمایا۔ وہ ہم کو یہ تعلیم دیتے ہیں۔ کہ خدا کو ایک مانو۔ اس کا کیسے شریک نہ گردانو۔ بتوں کی پوجا نہ کرو۔ پیچ بولا کرو۔ امانت میں خیانت نہ کرو۔ اور اپنے اہلئے منس پر رحم کرو۔ پڑوسی کے حقوق کی نگہداشت کرو۔ عورتوں کی عزت کرو۔ یتیموں کا مال نہ کھاؤ۔ تقویٰ اور طہارت اختیار کرو۔ نماز پڑھو۔ روزہ رکھو۔ زکوٰۃ دو۔ ہم اُن پر ایمان لائے ہیں اور اُن کے احکام و نصاب کو قبول کر لیا ہے۔ خاص کر اس حکم کو کہ صرف ایک ہی اللہ کی پوجا کرو۔ اور لکڑی پتھر وغیرہ کے بتوں کی پوجا نہ کرو۔ صرف اسی ایک بات پر انہوں نے ہمدردی ایسی ایزد میں دی۔ کہ کھوکھلیں پناہ نہیں ملی۔ آخر کو تیرے ملک میں آکر

پناہ لی ہے۔ اُمید ہے کہ آپ ہکو اُن کے ظلم و ستم سے نجات دینگے۔
اسلام کی تاریخ میں اس مقام پر ذرا غور کرو۔ حضرت جعفر کی پیچ
میں آنحضرت ص کی کل تعلیم اور احکام و نصائح کا خلاصہ موجود ہے کسی شخص کی
تقریب میں یہ جوش و خروش پایا نہیں جاتا۔ جس ولولہ اور جوش سے حضرت جعفر
نے اپنے ستم رسیدہ برادران دین کی طرف سے گفتگو کی۔

سجاشی نے کہا۔ کہ جو کلام تمہارے بنی پر اُترا ہے۔ اچھا اُس میں سے تو
کچھ پڑھو۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سوره مریم ابتدا سے پڑھی۔ یہاں تک کہ جب
اس مقام پر پہنچے۔ جہاں حضرت مریم کو خطاب الہی ہوتا ہے فکلی و اشرفی
وقری عینا پس کہا اپنی اور اس بچہ (عیسیٰ) کے دیکھنے سے اپنی آنکھیں
ٹھنڈی کر۔ سجاشی بادشاہ کو اس پر کمال رقت ہوئی۔ یہاں تک کہ آنسو کی ڈاڑھی
پڑ گئی۔ اور کہا کہ یہ کلام اور جو کلام موسیٰ پر اُترا تھا۔ دونوں کی روشنی ایک
روشن دان سے ہے۔ اور اہل اسلام سے کہا کہ بخوشی خاطر میرے ملک میں رہو
اور سفیروں کو جواب دیدیا۔

کفار نے کہا۔ کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ کی نشان میں بھی بادشاہ کے اعتقاد
کے برعکاس کچھ کا کچھ کہتے ہیں۔ سجاشی نے اہل اسلام سے پوچھا۔ حضرت
جعفر نے کہا۔ کہ ہم ان کے حق میں یہی کہتے ہیں۔ کہ وہ بندہ خدا ہیں۔ اللہ
نے حکم کلمہ کن بغیر باپ کے مریم طاہرہ کے پیٹ سے اُنہیں پیدا کیا اور پیغمبر
بنایا اور اس کی بابت بہت سی آیات پڑھیں۔ سجاشی نے کہا۔ کہ انجیل میں حضرت
عیسیٰ کی تعریف ایسی ہی لکھی ہے۔ مرجا تھیں اور جس کی طرف سے آئے ہو۔
بے شک وہ خدا کے رسول ہیں۔ ان کی تعریف انجیل میں موجود ہے۔ اور عیسیٰ
نے اُن کی بشارت دی ہے۔ خدا کی قسم اگر کار سلطنت میرے متعلق نہ ہوتا۔

نہیں اُن کا خادم بنتا اور اُن کو دھوکرا لیا کرتا۔ اور مخفی قریش کے پھیرے اور سفیران قریش بے نیل مرام واپس چلے آئے۔ اور مسلمان بخوشی خاطر رہاں مقیم رہے۔ حبش کا لاٹ پادری طاہور اور اُس کے ساتھی مسلمانوں سے بحث مباحثہ کر کے مسلمان ہو گئے۔

حضرت حمزہ اور حضرت عمرؓ کا اسلام لانا

۶۔ بعثت

انہی دنوں میں حضرت حمزہ اور حضرت عمر بن خطاب جو کفار میں بڑے زیر دست اور ذی عزت آدمی تھے۔ مسلمان ہو گئے۔ حضرت عمرؓ اگرچہ اسلام لانے سے پیشتر اسلام کے ایسے دشمن تھے۔ کہ آنحضرتؐ م کی زندگی کے ورپے تھے۔ چنانچہ یہ آنحضرتؐ م کا سر ہی کاٹنے آئے تھے۔ کہ آپؐ فدا ہو گئے۔ مگر اسلام لانے کے بعد مذہب اسلام کے پرے درجہ کے حامی اور معاون ہوئے۔ جب تک زندہ رہے۔ بڑے بڑے مقدمات میں آنحضرتؐ کے شریک رہے۔ بہت سی لڑائیوں میں نام پایا۔ اور تمام فتوحات اسلام کی جان رہے۔ چنانچہ ایک عیسائی لکھتا ہے۔ کہ یقیناً جو چند اشخاص شل حضرت عمرؓ وغیرہ کے بلا کسی غرض نفسانی کے شروع میں مسلمان ہوئے اُن کو اس قدر فضل ربانی بلاشبہ عطا ہوا۔ اور اسی واسطے باسجا قرآن میں مذکور ہے۔ کہ قدر قرآن وہی اہل عرب جائیں گے جو متقی ہیں۔ اور انہی کو قرآن سے نفع ہے۔ نہ یہ کہ سخت دل نافذ ان رسول کو۔ انتہے۔ اور ایک اور عیسائی لکھتا ہے۔ کہ باوجودیکہ محمدؐ اور عیسیٰؑ کی ابتدائی

تاریخوں میں ایسے ملاقات ہیں۔ جن میں عجیب مشابہت پائی جاتی ہے لیکر بہت سے ایسے ہیں۔ جن میں بالکل اختلاف ہے۔ مثلاً عیسے کے اول بارہ مریدوں کو نازریت یافتہ اور کم رتبہ مانا گیا ہے۔ بخلاف محمد کے اول مریدوں کے کہ بجز آپ کے غلام کے سب بڑے ذمی عزت تھے۔ اور جب سے لوگ خلیفہ اور افسر افواج اسلام کے ہوئے۔ تو اُس عہد میں جو کچھ اعمال انہوں نے کئے۔ اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن میں اول درجہ کی لیاقتیں تھیں۔ اور غالباً ایسے نہ تھے۔ کہ باسانی دھوکا کھنا جائے۔

نوشہ سے اتک کا حال

آنحضرت کا شعبانی طالب میں تین سال محصور ہونا قریش کے سفیر سفارت جاشہ سے بالکل ناکام آئے۔ اس وجہ سے کھانا قریش کو سخت ندامت ہوئی۔ وہ آگے سے زیادہ آنحضرت م کی مخالفت میں سرگرم ہو گئے۔ اور جب انہوں نے دیکھا۔ کہ حضرت حمزہ و عمرؓ جیسے زبردست آدمی بھی مسلمان ہو گئے ہیں۔ اور دونوں مسلمان بڑھتے جاتے ہیں۔ تو انکو سخت طیش آیا۔ اور انہوں نے قطعی ارادہ کر لیا۔ کہ جس طرح ممکن ہو۔ نہایت جلد آنحضرت م کا استعمال کیا جائے۔ چنانچہ ایک دن تمام قریش نے اتفاق ہو کر حضرت ابو طالب سے التجا کی۔ کہ یا تو اپنے بھتیجے محمد کو پکڑ کر ہمارے حوالہ کر دو۔ یا اس کو کہو۔ کہ بت پرستی کی مذمت نہ کرے۔ ابو طالب نے آنحضرت م کو بلا کر قریش کا یہ پیغام پہنچایا۔ اور کہا۔ کہ اب اس سے زیادہ تمہارا ہی

حمایت کی مجھ میں طاقت نہیں۔ آنحضرت ص نے یہ خیال کر کے کہ اب ضرور ابو طالب مجھے قتل کے لئے حوالے کر دیں گے۔ یہ کہا۔ کہ آپ میری بابت کچھ فکر نہ کریں۔ اگر قیام قریش میرے قتل کا ارادہ کریں۔ اور آفتاب ہاتھ ابھی داہنے ہائے اُن کے شریک ہوں۔ تو بھی میں اس ارادہ سے ہرگز باز نہ آؤں گا۔ نہ خاموش رہوں گا۔ آپ اگر میری حمایت نہیں کر سکتے تو نہ کریں۔ میرا خدا حامی ہے۔ یا میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ یا ناپسین ہو جاؤں گا۔ ابو طالب نے آنحضرت کا یہ فوقی العادہ استقلال دیکھ کر یوں کہا۔ کہ تم کچھ فکر نہ کرو جب تک میری جان میں جان ہے تمہاری حفاظت میں میں تسلی نہیں کروں گا۔ اس لئے کچھ مدت تو ابو طالب کی سطوت کی وجہ سے آنحضرت ص کو زیادہ تکلیف نہیں پہونچی۔ مگر ابو طالب کے مرنے کے بعد دسویں سال بعثت کے جب ابوسفیان کہ کا حاکم ہوا۔ جو آنحضرت ص کا خطرناک دشمن تھا۔ اس نے آنحضرت ص کو اُس وقت اور اُس کے بعد فتح مکہ تک بو اذیتیں پہونچائیں۔ تمام توابیخ و انوں پر اظہر من الشمس ہیں۔

مشتر کارلائل صاحب مشہور فلاسفر اس مقام پر لکھتے ہیں۔ کہ بلاشبہ آپ خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔ کیونکہ جس امر حق کا آپ اعلان فرماتے تھے۔ اُس میں وہی فطری قوت موجود تھی۔ جو سورج چاند یا قدرت کے اور مصنوعات میں ہے۔ اور خدا نے قادر مطلق کی مرضی کے بغیر سورج اور چاند اور تمام قریش بلکہ تمام انسان اور آؤ موجودات عالم آپ کو خاموش نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ اس کے سوا آپ کچھ کر ہی نہیں سکتے تھے۔

اور مشر با سورتھ مستحق صاحب اس موقع پر لکھتے ہیں۔ کہ یہ کلام اور یہ چلن ایک جھوٹے دعویٰ رسالت کا نہیں ہو سکتا۔ انداکبر اکیبی ثابت قدمی اور کیسا

ایمان و ایتقان سے بھرا ہوا جواب تھا۔ کہ عیسائی مصنفین تک بے اختیار پکار رہے ہیں۔ کہ سوائے مسیح آدمی کے ایسا جواب اور کوئی نہیں دے سکتا۔

پادری عماد الدین جس سے بڑھ کر دنیا میں اسلام کا اور کوئی دشمن نہیں ہے۔ اس موقع پر اپنی تواریخ محمدی صفحہ ۸۵ میں لکھتا ہے کہ جب قریش نے دیکھا کہ عمرؓ بھی مسلمان ہو گیا۔ اور اس مذہب کا چرچا پھیلتا جاتا ہے۔ اور مسلمانوں نے ملک حبشہ میں ہجرت کر کے اس کو اپنا مامن بنا لیا۔ تو تنگ آکر آنحضرتؐ کے مارنے کا مضبوط ارادہ باندھا۔ ابوطالب نے یہ خبر سن کر بنی عبدالمطلب اور بنی ہاشم کے لوگوں کو جو اُس کے خاص خاندانی تھے۔ جمع کیا۔ اور اُن کو لے کر اُس غار میں جس کو شعب ابی طالب کہتے تھے۔ حفاظت کے لئے مع آنحضرتؐ جارہا۔ قریش نے جب یہ حال دیکھا۔ تو جمع ہو کے ایک کاغذ عہد نامہ کے طور پر لکھا۔ کہ ہم سب قریش آئندہ کو ہمیشہ بنی عبدالمطلب سے جدا نہیں گے۔ نہ اُن میں رشتہ اور نہ نکاح کریں گے۔ نہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ نہ اُن سے کوئی معاملہ کرینگے اور نہ اُن کو اس سرزمین میں نفع لینے دیں گے۔ مگر اُس وقت کہ محمدؐ مارا جائے۔ یہہ اقرار نامہ لکھ کر بغیر مہر کے کعبہ کے دروازے پر لٹکا دیا۔ اور اُس شعب میں جا کر ابی طالب کا محاصرہ کیا۔ جو کوئی اُس شعب سے باہر آنا جاتا تھا۔ اسے خوب مارنے لگے۔ اور کوئی چیز بازار سے خرید کرنے نہ دیتے تھے۔ بعض لوگ جن کے خاص رشتہ دار وہاں بندھے اُن کے لئے خفیہ کھانا بھیجا کرتے تھے۔ تین سال تک یہی حال رہا۔ جب یہہ لوگ محاصرہ میں پڑے پڑے تنگ آ گئے۔ اور اُن کے ہال بچے بھوکے پیاسے روئے لگے۔ بعض کو رشتہ داری کے سبب رحم آیا۔ تب چند اشخاص قریش نے مل کر عہد نامہ توڑا۔ اور گرواں

نکال کر شہر میں لائے۔ تب بنی عبد المطلب اپنے گھروں میں آکر رہے۔

حضرت ابوطالبؑ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال

طائف کا سفر۔ تبلیغ رسالت اور تکالیف عظیمہ

سنہ بعثت میں انہی تکالیف اور مصائب کے ایام میں ایک اور مصیبت آنحضرتؐ پر یہ واقع ہوئی کہ آپؐ کے چچا ابوطالب انتقال کر گئے۔ اور مصیبت پر مصیبت یہ واقع ہوئی کہ آپؐ کی محسنہ اور جان نثار بیوی حضرت خدیجہؓ بھی اسے ملکہ بقا ہوئیں۔ ان دونوں کی وفات سے آپؐ کو بڑا ہی رنج ہوا۔ اور اسی لئے اس سال کا نام آپؐ نے عام الحزن (غم اور رنج کا سال) رکھا۔ اس وقت آپؐ نہایت مغموم تھے۔ جس کے قصور سے بھی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دو غم گسار آپؐ کے انتقال کر گئے۔ کھاسا کا یہ حال کہ ایک دم آپؐ کو آرام نہیں لینے دیتے اور الحق آپؐ کا غم اور رنج بجاتھا۔ نہ صرف چند بچپن یا بچپن۔ یا سال دو سال بلکہ اکٹھے دس سال سے آپؐ اس قدر تکالیف اور مصائب کا نشانہ بن رہے ہیں کہ دنیا میں اس کی نظیر نظر نہیں آتی۔ اس قدر دراز مدت میں ان روحانی اور جسمانی تکالیف والا یطابق پر نظر کی جائے۔ جو آپؐ اعلیٰ درجہ کے صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ تو اندر سے دل خود سچو دگو اہی دے اُٹھتا ہے کہ کوئی ایسا ہی زبردست خیال تھا۔ جو ان صعوبتوں میں آپؐ کی ہمت

بندھا تا رہا۔ وہ کیا خیال تھا۔ اس بات کا کامل یقین کہ میں سچا پیغمبر ہوں۔ اور مجھ
 پر خدا کی طرف سے وحی آتی ہے۔ اور جو وہ وحی مجھ سے بار بار کہتا جاتا ہے۔ وہ یقیناً
 حتمی اور جزاً پورا ہو کر رہے گا۔ اللہ نصح لک صدرک میں اسی امر کی طرف
 اشارہ ہے۔ حقیقت میں اگر خدا کی طرف سے نصح صدرک نہ ہو تو ایسی مصیبت
 اور تنگدلی کے ساتھ کوئی انسان استعداد دراز بہک سکتا ہے۔
 جو شخص تمام عرب میں عزت و آبرو۔ وقار و ادب۔ تعظیم و تحکیم کا مرکز تھا۔
 بکا ایک خدا نے اُس کو اپنا ایک خاص کام سپرد کیا۔ کہ وہ اُس کی الوہیت کو دنیا
 میں قائم کرے۔ اس کام کا شروع کرنا۔ ایسی قوم میں جس کے ذرے ذرے میں
 بت پرستی اور شرک سمایا تھا۔ اور خدا کے نام سے نفرت کرتے تھے کچھ آسان
 کام نہ تھا۔ ایک دم سے سارے سودی لپٹ پڑے اور جان کے لاگو ہو گئے۔
 جو دارات پیغمبر کے ساتھ ہوئی۔ ان میں سے کسی قدر بیان ہو چکی۔ اُسکا ادا کرنے
 مرتبہ یہ ہے۔ کہ ان نابکالوں نے بے حرمتی کا کوئی ذقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ منہ پر
 تھوکا۔ گلا گھونٹا۔ گالیاں دیں۔ براوری سے نکال دیا۔ نن دیں۔ کھانا پینا
 بول چال سب قوف شادی۔ بیباہ۔ رشتہ نامہ سب الگ۔ پھر اسپر اکتفا نہیں۔ غار
 پڑھ رہے ہیں۔ مسجد سے میں گئے۔ اونٹ کا اونچ لاکو گردن پر رکھ دیا جس رستہ
 سے سویرے ترکے نماز پڑھنے جایا کرتے تھے اُس میں کانٹے بچھا دیئے کہ چھینچ
 خانہ خدا میں آنے کی منہلی۔ بیٹھنے کی بندش یہ سب فسادات صرف ایک اتنی
 بات پر کہ لوگوں کو ایک خدا کی طرف بلانے تھے۔ وما نقموا منهم الا ان یؤمنوا
 باللہ العزیز الحمید الذی له هلاک السموات والارض۔ اُن میں عیب بھی
 پکڑا تو یہی کہ خدا نے غالب قاتل جہود و نثار پر ایمان لے آئے۔ جو زمین و آسمان کا
 ملک ہے۔

آپ مہر موسم میں وعظ سنانے کو نکلا کرتے۔ گھر گھر اور قبیلے قبیلے کو پیغام الہی پہنچا کرتے۔ اور ہر قبیلے کے شرفاء سے آپ صرف اسی قدر التجا کرتے۔ پھر تم میں سے کسی کو کسی بات پر مجبور نہیں کرتا۔ میرا صدمہ یہی منشا ہے کہ تم لوگ مجھ سے ایذا پہنچانے والوں کو روک دو۔ تاکہ میں اپنے رب سے پیغام پہنچا دوں۔ ربیع بن صیاد کہتا ہے۔ کہ میں نے بازاروں میں دیکھا ہے کہ آپ لوگوں کے پیچھے پیچھے ان کے ڈیروں میں جاتے۔ اور لوگوں سے فرمایا کرتے۔ کوئی مجھے جی مجھے اپنی قوم میں لے جاسے۔ کیونکہ قریش نے مجھے میرے رب سے کلام پہنچانے سے روک دیا ہے۔

آپ فرمایا کرتے۔ کہ اسلکم اجراً الا المودة فی القربی۔ میں تم سے کچھ معاہدہ نہیں مانگتا۔ مگر باس قراہت ہی ملحوظ رکھو۔ آزادی سے وعظ کرنے دو۔ ایک بار آپ کو بیٹھے بیٹھے اپنی مصائب کے وقت خیال آ گیا۔ کہ اہل مکہ کی طرف سے تو بالکل نو میدی ہو گئی۔ اور ان کی ایذا میں کسی تدبیر سے کم نہیں ہوتی۔ تبلیغ تک کرنے نہیں دیتے۔ چلو کہیں باہر ہی اسلام کی تبلیغ کریں۔ شاید وہیں کوئی اسلام کا وعظ کرنے دے۔ یہ خیال کر کے آپ طائف کی طرف پہلے باوجود اسے کہ مسلمان کی حمایت اور مہانداری عرب کا عام دستور تھا۔ مگر خدا سے جو کی طرف بلانے والے مجرم کو امن کہاں؟ طائف کے رتھ سانسے پناہ دینا تو درکنار آمدن کر چند آوارہ نوجوان لڑکوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ ان ابا شوش مہمان پرست مدینے پھر برسائے۔ گالیاں دیں اور ٹھٹھے مارے۔ آنحضرت ص کا بدن مبارک زخموں سے چور۔ اور دل نو میدی سے شکستہ۔ سواو کے ایک باغ میں جا بیٹھے۔ اس وقت رنج و غصہ کے کیسے کیسے خیال آپ کے دل میں آتے ہوں گے۔ جتنا تصور

کر کے پتھر سے پتھر دل کا کلیجہ بھی پالی ہو جاتا ہے۔ اس وقت خدا کی طرف سے
 الہام ہوا۔ کہ اگر تو چاہے تو اس شہر کو ابھی نہ دبا لا کر دیا جائے۔ آپ نے سچا
 یہ عرض کی بل ارجو ان یخرج اللہ من اصلاہم من بعید اللہ
 وحدہ لا شریک لہ۔ میں اُمید کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنی میں سے ایسے لوگ
 پیدا کرے گا۔ جو خدا سے واحد لا شریک کی پوجا کریں گے۔

وگھ پاکے بھلا بروں کا تو سننے چاہے

تعلیف کے قابل ہے یہ ہمت تیری

ایدا اعدا سے اور تیرے منہ سے دُعا

اللہ سے کیا ہے شان رحمت تیری

ایک باغ کے احاطہ میں پناہ گزین ہیں۔ مگر اندر سے صبر و استقامت اور قوت
 ایمان کہ اُسی حالت میں آپ نے انکو کئی کئی میل کے سایہ میں بیٹھ کر بارگاہِ اہدیت
 میں یہ مناجات کی :-

اے رب جلیل یہ بندہ مسکین و عبد	اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَشْكُوْا اِلَیْكَ صَعْفَ قُوِّیْ
ذلیل تیری بارگاہِ عزت و جلال میں	وَقَلَّتْ حَیْلُنِیْ وَهَوَاۤیْنِیْ عَلَی الْاَنَاسِ اَنْتَ
اپنی کمزوری اور صبر و قوت کی کمی	اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔ اَنْتَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ
اور اپنی ذلت و خواری کی فریاد لایا	اَنْتَ رَبِّیْ اِلٰی مَنْ یَّکَلِّیْ ہِ اِلٰی عَمَلِیْ
ہے۔ کیونکہ تو سب سے زیادہ رحم والا	یَجْعَلْنِیْ اَوَّلِیْ عَدُوِّ مَلٰئِکَتِیْ اَصْرَفِیْ
اور ہر ایک عاجز و ناتوان کا مددگار اور	اِنْ کَمِیْتُ عَلٰی غَضَبِ فَلَا اُبَاقِیْ سِوَاکَ
خود میرا مالک اور میرا پروردگار ہے	عَافِیَتِکَ ہِیْ اَوْ سَحَّ لِیْ۔ اَعُوْذُ بِقُوِّیْ
تو مجھے سکے حوالہ کرتا ہے؟ کیا ایسے	وَجْہِکَ الَّذِیْ اَشْرِیْتُ لَہِ الظُّلُمَاتِ
دوست کے جو مجھے دیکھ کر ناک بھول	صَلَّمَ عَلَیْہِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ

اَنْ يَنْزِلَ بِنِي عَصْبِكَ اَوْ يَخْلُ عَلَيَّ
 سَخَطُكَ لَكَ الْعَنْبِيَّ حَتَّى تَنْصِي
 وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ لَكَ يَا كَذَّابًا -

چڑھائے؟ یا ایسے دشمن کے جس کو
 تو نے میرا معاملہ سوپ دیا ہے لیکن
 اگر یہ بلا تیری غفلت کی وجہ سے نہیں

ہے۔ تو مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے۔ مگر تیرا بچاؤ میرے لئے بہت زیادہ
 وسیع ہے میں تیری قدرت و رحمت کے نور میں جو تمام کیلیوں کا روشن کر دینے
 والا۔ اور دنیا و آخرت کے گجے ہوئے کاموں کو سنوار دینے والا۔ تیرے
 غیظ و غضب کے نزول سے پناہ لیتا ہوں۔ لیکن اگر غفلت ہی میں میری بھلائی
 ہے۔ تو تجھے وہاں تک اختیار ہے کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے اور بغیر تیری مدد
 کے نہ میں بڑائی ہی سے بچ سکتا ہوں اور نہ نیکی ہی کی طاقت و قدرت رکھتا ہوں
 جناب نبی عربی کی اس دعا کا حضرت نبی ناہ ری عیسیٰ کی اس
 دعا سے مقابلہ کیا جائے جو انہوں نے گرفتار ہو جانے کی رات کو کی تھی۔ کہ
 اے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے گزر جائے مگر نہ حبیبیا میں بلکہ حبیبیا تو چاہتا
 ہے۔ اور اے باپ اگر ممکن نہیں۔ کہ یہ پیالہ میرے پٹے بغیر مجھ سے گزر جائے
 تو تیری مرضی ہو۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگرچہ یہ دونوں دعائیں ایک ہی قسم کے
 مخفی سے نکلی ہیں۔ مگر جس قدر زور اور جوش۔ تسلیم و رضا۔ ایمان و ايقان نبی عربی کی
 دعائیں پایا جاتا ہے۔ نبی ناصری کی دعائیں وہ ہرگز پایا نہیں جاتا۔ بلکہ نبی
 ناصری کے وہ کلمات جو انہوں نے بر وقت صلیب منہ سے نکالے۔ کہ
 ایللی ایللی لما سبختانی اے میرے خدا۔ اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں
 چھوڑ دیا۔ یہ ان کی بے مبری اور اضطراب پر دلالت کرتے اور صبر و رضا
 کے برعکاس معلوم ہوتے ہیں +

سردیم میں صاحب لکھتے ہیں۔ کہ محمد کے اس سفر طائف میں

ایک نہایت اعلیٰ جو احمدانہ حالت پائی جاتی ہے۔ ایک یکہ و تنہا شخص جسکو اسکی قوم کے لوگوں نے بالکل چھوڑ دیا تھا۔ اور نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ خدا کے نام پر دلیرانہ آگے بڑھا جس طرح یونانسن نینوہ کو گئے تھے۔ اور اُس نے ایک بت پرست شہر کو کہا۔ کہ توبہ کریں۔ اور اُسکی رسالت کی تائید کریں۔ اس سے ایک نہایت قوی روشنی اس امر پر پڑتی ہے۔ کہ اُس کو اپنے کام کے بجانب امداد ہونے کا کس شدت سے یقین تھا۔ انتہی پر۔

واشنگٹن اور ملک صاحب اپنی تواریخ محمدی کے تیرھویں باب میں ہجرت کی تمہید میں لکھتے ہیں۔ کہ اپنے وطن میں محمد صاحب کے حالات زندگی تیرہ ذائقہ ہونچے۔ خلیج جو انکی اصلی محسن اور تنہائی اور خلوت کی انیس اور آپ کی رسالت کی بچی معتقد تھیں۔ وہ تو قبر میں جا سوئیں۔ اور ایسے ہی ابوطالب بھی جو آپ کے وفادار حامی تھے۔ کو چھ کر گئے۔ ابوطالب کی حمایت سے محروم رہ کر نو چھڑ مکہ میں ایک قسم کے اشتہاری جرم ہو گئے تھے جنہی رہنے پر مجبور ہوئے۔ اور اُن لوگوں کی یہاں نوازدہ میہ گزراں بار رہے۔ جو خود ہی اُن کی رسالت کے اعتقاد سے مصیبتوں میں گرفتار تھے۔ پس اگر کوئی غرض اُن کا مقصود ہوئی۔ تو اُس کے حاصل ہونے کی کون صورت تھی۔ ابتداً اظہار رسالت سے دس برس سے زیادہ گزر گئے۔ اور دس برس کی لمبی مدت عداوت۔ تکلیف امد مصیبتوں میں گزری۔ تسپر بھی یہ اپنی بات پر حجب ہے اور اب عمر کے ایسے زمانہ میں جب کہ انسان اپنی محنتوں کے ثمرہ کو آرام سے بیچ کر کھانے کی توقع میں رہتا ہے۔ نہ کہ آئندہ کے لئے نئی تدبیریں کر کے اسے خطرہ میں ڈالے۔ ہم کیا دیکھتے ہیں۔ کہ وہ اپنی آسائش اور دولت اور

قدستوں کو قربان ہی کر چکے تھے۔ اب اپنا گھر اور ملک بھی چھوڑنے پر مجبور ہو گیا
مگر اپنے مذہب کو نہ چھوڑا +

آنحضرت ص کے اس فوق العادہ استقلال کو دیکھ کر سر ولیم میور مولف
الایف آن محامٹ بھی کمال تعجب کرتا ہے۔ اور آنحضرت ص کی اس استقامت
کو فاسق عادت اور بے نظیر قرار دیتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ ایک لحظہ کے لئے
اُس زمانہ پر نظر کریں جب کہ ہر ایک شخص جو شرک کا حال نہ تھا۔ مکہ میں ذات سے
باہر کر دیا گیا اور شعب ابی طالب میں وہ لوگ قید رہے۔ اور ذرا نین یا چار
برس تک بغیر توقع افانٹ کے محتاجی اور سختی کی برداشت کرتے رہے۔ وہ تو
بڑے ہی مضبوط اور قوی اسباب ہوں گے۔ جو اس امر کے باعث ہوئے۔

کہ محمد اُن تمام مخالفتوں اور علانیہ یا پوشیدہ اور نا کامیوں میں اپنے اصول پر
غیر متزلزل قائم رہے۔ جوں ہی وہ قید سے چھوٹے۔ اپنے شہر سے یابوس ہوا کہ
طائف کو چلے۔ اور وہاں کے فرماں برداروں اور رئیسوں کو توہم کی دعوت کی۔
وہ تنہا اور بے مددگار تھے۔ مگر وہ کہتے تھے۔ کہ ہمارے ساتھ خدا کا پیغام ہے
تیسرے روز اُس شہر سے لوگوں نے اُن کو ذلت سے نکال دیا۔ پنڈلیوں سے
اُن کے خون جاری تھا۔ کیونکہ اہل شہر نے اُن کو زخم پہنچائے تھے۔ وہاں سے
چل کر وہ مخوڑی دور پر آٹھیرے۔ اور خدا کے حضور شکایت کی۔ تب پھر کہ
کو پھرے اور وہاں پھر وہی نا اُمیدی کے کام پر مگر انجام میں کامیابی کے کامل
یقین پر مشغول ہوئے۔ ہکو صفحات دہر میں ایسی مثال کی تلاش عبث ہے
کہ جس میں کوئی شخص اس طرز سے جیسے کہ نبی عربی تیرہ برس تک یاس اور
خوف اور ابتدال اور اذیت میں مستقیم الا یان رہ کر تو کجا عطا رہا ہو۔ اور خدا کے
غضب سے اہل شہر کو ڈرانا رہا ہو۔ ایک چھوٹے سے گروہ مسلمان زن و مرد

ساتھ کاپیول اور مصکینوں اور غوف کو آئندہ کے صابرانہ اور سکھانے کے لیے
 پروا نہ کرتے رہے۔ اور جب آخر کار پیغام امن ایک دور کے ملک سے
 آیا تو وہ بہ صبر تمام انتظار کرتے تھے۔ جتنے کہ سب ان کے اصحاب ہجرت کر گئے
 اور تب خود بھی اُس ناسپاس اور ناخداؤں قوم کے درمیان سے ہجرت کر گئے
 (لائف آف محمد ص ۳۷ باب ۷ صفحہ ۳۷۴)

ہجرت کی تمہید

اور ہجرت مدینہ اللہ بعثت سے مسئلہ تک

ملک عرب میں ہمیشہ سے یہ رسم چلی آتی تھی کہ تمام لوگ اطراف و اکناف
 سے حج کعبہ کو آیا کرتے تھے۔ یہ رسم ان میں حضرت ابراہیم و اسماعیل
 کے وقت سے چلی آتی تھی۔ اور اس بات کی یادگار تھی کہ حضرت ابراہیم
 و اسماعیل ہی نے اس مقدس گھر کو تعمیر کیا اور انہوں نے ہی حج کے ارکان
 و آداب مقرر فرمائے اس رسم میں اگرچہ بہت سی افراط و تفریط کو دخل ہو گیا تھا
 مگر ہر سال مقررہ ایام میں اقوام عرب حج کو ضرور آیا کرتیں۔ حضور علیہ السلام تو
 یہ چاہتے ہی تھے کہ کہیں مجمع ہو۔ تو خدا کا پیغام سنائیں۔ اس موقع کو آپ
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے۔ اور تبلیغ رسالت فرمایا کرتے۔ نبوت کے گیارہویں سال کچھ آدمی
 مدینہ سے بھی حج کو آئے۔ اس وقت آپ کو اپنی قوم کی طرف سے سخت مایوسی
 ہو چکی تھی۔ آپ نے بڑی جرأت اور دلیری کے ساتھ خانہ کعبہ میں تشریف لا کر

اسلام کا وعظ کہنا شروع کیا۔ جس کا اہل مدینہ پر کمال اثر ہوا۔ امدان میں سے
چھ آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے ۔

ان لوگوں نے مدینہ کے یہود سے سن رکھا تھا۔ کہ عنقریب ایک بنی پیدا
ہوئے والا ہے۔ جو حضرت موسیٰ کا مثیل اور انہی کی طرح ایک صاحب شریعت
ہوگا۔ جس کے ساتھ ہم لوگ ملکر تمام منکرین دین پر فتح و نصرت حاصل کریں گے
جب انہوں نے آنحضرت ص کا کلام معجز نظام سنا۔ تو ان کو یقین ہو گیا۔ کہ حضور
ہی وہی بنی موعود ہیں۔ ایمان لانے میں ہمت کی۔ اور پھر باد بہاری کی طرح غلستان
مدینہ کے خوش نصیب رہنے والوں کے لئے یہ مژدہ جان فزا لیتے گئے۔ کہ
سرزمین مکہ میں ایک بنی پیدا ہوا ہے۔ جو بندگان خدا کو خدائے واحد کی طرف
بلاتا ہے۔ اور جس طرح مشک کی خوشبو پھیل جاتی ہے۔ جناب رسالت مآب
کا اور دین مبین اسلام کا چرچا و اڑاں پھیل گیا۔ چنانچہ کوئی گھر ایسا نہ تھا کہ جہاں
آپ کا ذکر خیر نہ ہوتا ہو اور کوئی صحبت ایسی نہ تھی۔ جس میں اس نئے دین کا
چرچا نہ ہو رہا ہو ۔

نبوت کے بارہویں سال۔ پانچ اُن نومسلموں میں سے امدان اور شخص قبیلہ
آؤس و حذرج کی طرف سے مکہ میں آئے اور خدمت بابرکت میں حاضر
ہو کر یہ سات شخص بھی مشرف اسلام سے مشرف ہوئے۔ اور یہ عہد کیا
کہ ہم کسی چیز کو خدا کا شریک نہ بنائیں گے چوری نہ کریں گے۔ زنا نہ کریں گے قتل
اولاد کے نزدیک نہ ہوں گے۔ یعنی نہ اُن کو بتوں پر فدا بائی چڑھائیں گے۔

لہ ومن قبل کانہا لیستفتحن علی الذین کفرا فلما جاءہم ماعزود اکفوا ۱۰۔ امدان سے
پیشتر اسکے مذہب فتح کے نوازاں تھا۔ کافروں پر۔ پھر جب وہ آیا۔ جس کو انہوں نے چچاں بھی لیا۔ تو اسکے
حکم پر گئے اور سب سے پہلے منکر وہی ہوئے

نہ غیرت یا افلاس کی وجہ سے قتل کر نیگے۔ غیبت اور بدگوئی سے اجتناب کر نیگے اور ہر امر میں خدا کے رسول کی اطاعت کر نیگے۔ اور رنج و راحت میں شریک مال رہیں گے۔ اور جب وطن کو جائے گے۔ تو حضور علیہ السلام نے اُن کے حسب ورنو است قرآن اور اسلام کی تعلیم کے لئے حضرت مصعب بن عمیر کو اُن کے ساتھ کر دیا۔ مدینہ میں کلام الہی کے وعظ نے یہہ اثر کیا۔ کہ بہت سے لوگ منکر اور بت پرستی کو چھوڑ کر دین حق میں داخل ہو گئے۔ اور مسلمانوں کی ایک جماعت کثیر بن گئی۔

نبی کے تیرھویں سال حج کے موقع پر حضرت مصعب بن عمیر کہ کو پھر آئے اور بہت سے مسلمان اُن کے ساتھ حضورؐ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ بہتر مردوں اور دو عورتوں نے شرف اسلام سے مشرف ہو کر حضورؐ سے بیعت کی اور کہا کہ اگر حضورؐ اور حضورؐ کے اصحاب ہمارے شہر کو اپنے قدوم مہینت لزوم سے مشرف فرمائیں گے۔ تو ہم حضورؐ کی خدمت گزاری و اطاعت میں کوتاہی نہ کر نیگے۔ اور اگر کوئی دشمن آپؐ کا مدینہ پر چڑھ آئیگا۔ تو ہم اُس کے ذبیحہ میں جان دینے تک سے دریغ نہ کر نیگے۔ اور آپؐ کی اسی طرح حفاظت و حراست کر نیگے۔ جس طرح کہ ہم اپنے اولاد و ازواج کی کرتے ہیں۔ چنانچہ اُن میں سے ۱۴ آدمیوں کو آپؐ نے اُن کے اہل قبیلہ کی ہدایت اور ارشاد کے لئے منتخب فرمایا۔ جس طرح حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم میں سے بارہ آدمی کھڑے کئے تھے۔ اور حضرت عیسیٰؑ نے اپنے اصحاب رم میں سے بارہ حواری انصار دین قائم کئے تھے۔

اس بیعت کا نام بیعت ثانیہ ہے اور بارہویں سال نبوت میں جو بیعت ہوئی تھی اُس کا نام بیعت اولیٰ پہلی بیعت ہے۔ کفادہ مکہ ص ۱۱۱ اس حال

غافل.... نہ تھے۔ یہ معاہدہ اگرچہ ایسے وقت ہوا تھا۔ جب کہ رات نے
 مشترکین مکہ کی آنکھوں پر پردہ ڈالا ہوا تھا۔ مگر ایک شیطان مشرک نے جو
 پہاڑی پر سے دیکھ رہا تھا۔ اپنے ہم منصبوں کو آگاہ کر دیا۔ اور وہ بیش از پیش
 ایذا و حسد کے لئے مستعد ہوئے۔ چنانچہ وہ اُن لوگوں کی تلاش کے لئے نکلے
 اور ان بارہوں میں سے صرف سعد بن عبادہ اُن کے ہتھے چڑھ گئے۔
 اور وہ اُن کو مارنے پینے اور سر کے بالوں سے کپڑے گھسیٹتے ہوئے مکہ میں
 لے آئے۔ اور بدبخت ابو جہل نے اپنی خبیث طبع کی یہاں تک پیروی کی
 کہ خود مدینہ کو گیا۔ اور عیاش بن ربیعہ کو جو اُس کا ماں کی طرف سے بھائی
 تھا۔ کہا۔ کہ تیری ماں تیری لئے روتی ہے۔ اور کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔ تو
 مکہ کو چل۔ اور فریب سے مکہ میں لا کر اُسکو قید میں ڈال دیا۔

جو زمانہ مابین ان دونوں بیعتوں کے گذرا۔ وہ بھی منجملہ اُن زمانوں کے
 تھا۔ جو اب تک آپ پر نہایت صعب و شدید گذرے تھے اور اُس کے
 مقابلہ میں جو صبر و ثبات و توکل آپ سے ظہور میں آیا ہے۔ وہ ایسا
 بے مثل و بے نظیر ہے۔ کہ سر ولیم میوئر جیسے شخص کو سوا مان لینے کے
 چارہ نہیں ہوا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔ کہ پیغمبر اسلام اس طبع سے دشمنوں کے
 زہر میں گھرے ہوئے تھے اور فتحِ مدین کے منتظر تھے۔ اور ظاہراً بے یار
 و مددگار تھے۔ اور اُن کے اصحاب کا چھوٹا سا گروہ گویا شیر کے منہ میں تھا
 تاہم اُن کو اُس قادر مطلق پر بھروسہ تھا۔ جس کا رسول وہ اپنے نہیں سمجھتے تھے
 اور اُن کے پائے ثبات میں ایک سیرمولغزش نہ ہوئی تھی۔ غرض اس عام مصیبت
 و تنہائی میں وہ ایسے عالی مرتبہ و جلیل الشان معلوم ہوتے ہیں۔ کہ کتب
 مقدسہ سماویہ میں اُن کا عدیل و نظیر کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ سوائے اُس

بنی اسرائیل کے بنی کے جس نے خداوند عالم سے یہہ شکایت کی تھی۔ کہ
میں اکیلا رہ گیا ہوں *۔

الغرض منشا کین کی آتش عناد بھڑک رہی تھی۔ اور مظلوم مسلمانوں کو
نہایت درجہ ستاتے تھے۔ جس سے مجبور ہو کر حضورؐ نے اُن کو یثرب کو
ہجرت کر جانے کی اجازت دی۔ اور بہت سے مسلمان اُن اور عورتیں یوں یوں
اور جس جس طرح پر اُن کو موقع ملا۔ آہستہ آہستہ مدینہ کو چلے گئے۔ اور اس طرح
سے کہ کہ گھر کے گھر ویران ہو گئے۔ جن کو خالی دیکھ کر غنہ بن ربیعہ
نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور قدیم شاعر کا یہہ شعر پڑھا۔

وکل داروان طالت سلامتها

یومًا ستدرکھا النکباء والحبوب *

یعنی ہر ایک گھر خواہ کتنی ہی مدت تک آباد رہا ہو۔ آخر ایک نہ ایک دن بادهوا
اُس پر چل جائے گی۔ اور خراب و برباد ہو جائیگا۔ اور پھر نہایت اندھ اور درد
کے ساتھ بولا۔ کہ یہہ سب کچھ ہمارے اس بھائی کے بیٹے (رحیل) نے کیا
ہے۔ جس نے ہماری جماعتوں کو پر آگندہ اور معاملات کو ابتر اور قوم کو ترنہ
کر دیا ہے *۔

سبحان اللہ حضرت نبی عربی و بنی ناصری علیہما السلام کے حالات
میں کیسی عجیب و غریب مشابہت پائی جاتی ہے۔ کہ جس کو دیکھ کر حیرت ہوتی
ہے جناب ابن ماریم نے اپنی نسبت فرمایا تھا۔ کہ یہہ نہ سمجھو کہ میں زمین
پر صلح کرانے آیا ہوں۔ صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلنے آیا ہوں۔ کیونکہ
میں اس لئے آیا ہوں۔ کہ بیٹے کو باپ سے اور بیٹی کو ماں سے اور بہو کو

لے یہہ حضرت الیاس ہے جو بل نامی ایک بت کے پوجنے والوں کی ہدایت و ارشاد کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔
دیکھو حضرت الیاس کا حال منظر ۱۱۲

ساس سے لڑو ادوں - انتہے ۛ

پس یہی حال حضرت اسماعیلؑ کے اکلوتے بیٹے جناب محمد بن عبد اللہؐ کا ہوا ہے۔ البتہ اتنا فرق رہا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے اپنی نسبت خود اپنی زبان سے ایسا فرمایا۔ مگر حضرت محمد رسول اللہؐ کی نسبت اقوام و عزا میں تفرقہ ڈالنے کا اتہام ایک ایسے شخص نے لگایا۔ جو نہایت سخت مشرک اور غایت درجہ کا آپ کا دشمن تھا ۛ

جب حضورؐ کے اصحاب دو دو تین تین کر کے مدینہ کو پہلے گئے تو کفار مکہ کو اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ آنحضرتؐ بھی مکہ سے نکل جائیں۔ اور پھر کبھی قلاب میں نہ آسکیں۔ بہتر ہے کہ کوئی ایسی تجویز کی جائے۔ جس سے ہمیشہ کے لئے فتنہ پاک ہو۔ چنانچہ دار الندوہ (کیٹی گھر) میں اُن کی ایک بڑی کمیٹی بنی۔ اور آنحضرتؐ کی نسبت مختلف تجاویز سوچنے لگی۔ ایک بدعاشیطان بھی آ بیٹھا جو اپنے تئیں نجد کا باشندہ کہتا تھا۔ اب رائیں پیش ہوئیں۔ سب سے پہلے یہ تجویز ہوئی۔ کہ طوق و زنجیر ڈال کر آپؐ کو ایک سنگین کوٹھڑی میں قید کر دیا جائے جیسا کہ پہلے تندنہ پر داذ شاعروں کے ساتھ کیا گیا ہے۔ شیخ نجدی نے کہا۔ کہ یہہ رائے ٹھیک نہیں۔ بچا ہاشم اور محمدؐ کے تابعین کسی نہ کسی طرح اُن کو آکر چھڑالیں گے۔ ایک شخص نے یہہ رائے دی۔ کہ محمدؐ کو یہاں سے نکال دو اور کبھی مکہ میں آئے نہ دو۔ ہم اُس کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ شیخ نجدی بولا۔ یہہ رائے بھی ٹھیک نہیں۔ محمدؐ کی لسانی اور صحابیاتی تکو معلوم ہے۔ وہ جہاں جائیگا۔ خلق کو اپنی جادو بیانی سے مسخر کرے گا۔ اُس کے تابعین اُس کے ساتھ جائیں گے۔ اور ممکن ہے کہ سب ملکر ہم پر چڑھ آئیں۔ اور پھر کھجیرا ہی رہے۔ قوم کے فرعون یعنی ابو جہل نے یہہ رائے دی۔ کہ بھائیو۔ جب تک دنیا میں

اس کا وجود باقی ہے۔ اُس سے امن میں رہ نہیں سکتے۔ بہتر ہے کہ قریش کے تمام قبائل میں سے ایک ایک آدمی منتخب ہو۔ اور رات کو سب مجتمع ہو کر حِجْر کے مکان پر جا کر اکٹھے اُس پر اس طرح گریں۔ کہ گویا ایک ہی شخص نے اُسے قتل کیا ہے۔ تاکہ اُس کا خون ٹھوڑا ٹھوڑا سب قبیلوں کے ذمے لگ جائے۔ بنی ہاشم تمام قبائل قریش سے ٹوٹنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ چار و ناچار خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے۔ اور ہم لوگ بلا تکلیف دیت ادا کر دیں گے۔ نجد کے شیطان نے اس رائے کی تصویب کی۔ اور نہایت پسند کیا مکہ والوں نے یہ منصوبہ باندھا تھا۔ کہ رات کے وقت بہت سے لوگ آپ کے گھر جائیں اور آپ کو سوتے ہی شہید کر دیں۔ جس رات یہ لوگ آپ کے گھر جانے والے تھے۔ الہام و بانی سے آپ کو اس بات کی خبر ہو گئی۔ آپ نے یوں کیا۔ کہ اپنے دو جان نثار صحابیوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سلا دیا۔ جنہوں نے بخوشی خاطر منظور کر لیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر راتوں رات مکہ سے نکل گئے۔ اور غار ثور کا رخ کیا۔ جو تار پاؤں سے اتار۔ انگلیوں کے بل چلتے۔ اس خیال سے کہ نشان قدم معلوم نہ ہوں۔ آپ کے پاؤں مہارک زخمی ہو گئے۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا۔ اور وہاں جا کر پہلے غار کو صاف کیا۔ اور پھر آپ کو اندر لے گئے۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے۔ کسی سوراخ سے ایک سانپ نے بھی آپ کے پاؤں کو ڈسا۔ مگر وہ یار غار اُت تک زبان پر نہ لایا۔

حضور علیہ السلام کے دولت خانہ سے نکلنے کا برس واقعہ ہے کہ کفار آپ کے در دولت پر حضور کے قتل کے لئے جمع ہو گئے۔ اور آپ کے دروازہ مہارک

کو گھیر لیا۔ مگر حضورؐ ایک کھڑکی کی راہ سے کفار کے سامنے ہی اُن کے سروں پر خاک ڈال کر نکل گئے۔ جس طرح حضرت داؤدؑ اور جناب مسیحؑ قاتل یہودوں کے نرغہ میں سے بے خبر نکل گئے تھے دمتی ۱۲ باب ۱۵ اور اُس شہر خدا سے آپؐ اور دوسرے حضرت ابوبکرؓ دونوں ہجرت کر گئے۔ کفار آپؐ کے دولت خانہ میں گھسے۔ اور قتل کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ معلوم ہوا کہ گوہر مقصود ہاتھ سے نکل گیا۔ بستر پر حضرت علیؓ کو پایا۔ جو صبر و شکر سے اُس موت کے منتظر تھے۔ جو آپؐ کے ہادی کے واسطے تجویز ہوئی تھی۔ آپؐ کی اس وفاداری کو دیکھ کر اُن خونیوں کو بھی رحم آ گیا۔ اور وہ حضرت کو صحیح و سالم چھوڑ کر چلے گئے۔ اور آنحضرتؐ کی تلاش کے لئے چاروں طرف لوگ دوڑائے۔ اُنہوں نے اشتہار دیا۔ کہ جو شخص آنحضرتؐ کو پکڑ لائے یا قتل کرے اُسے سوا دھن انعام میں دینے جائیں گے۔ جس سے بہت لوگ آپؐ کی تلاش میں پھرے۔ اور سراقہ بن مالک تو مدینہ کی راہ میں بالکل آپؐ کے قریب پہنچ بھی گیا۔ مگر آنحضرتؐ کی دعا سے اُس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ اور وہ گر پڑا۔ اور اُس کو معلوم ہو گیا کہ اہنیں بزرگوار کی دعا کا اثر ہے۔ فوراً آنحضرتؐ سے عفو تقبیر کا خواستگار ہوا۔ جس پر اُس کا گھوڑا زمین سے نکلا اور وہ بھی سلامت بچا۔ یہ شخص کچھ عرصہ بعد مسلمان بھی ہو گیا۔

اس واقعہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور جناب علیؓ علیہ السلام کی وفاداری اور جان نثاری واقعی ایک ایسی اعلیٰ درجہ کی ثابت ہوتی ہے۔ کہ جس کی نظیر صفحات عالم میں کہیں نہیں ملتی۔ اپنے پیارے نبیؐ کی خاطر اپنے تئیں اس طرح جان جو کھوں میں ڈالنا۔ اور اپنی جان کی مطلق پرواہ نہ کرنا۔ واقعی

یہ آنحضرت م کی معجزانہ تعلیم کا اثر تھا۔ جس نے آپ کے صحابہ کو آپکا استفادہ عاشق جان نثار بنا رکھا تھا۔ کہ اپنی جانوں کی بھی کچھ پرواہ نہیں کرتے تھے۔

پتہ ہے

کس بہر کس این مرندہ جاں نغشانہ
عشق است کہ اس کار بعد صدق کنانہ

اس مجاہد حب حضرت مسیح م کے حواریوں کا جو عیسائیوں کے نزدیک خدا کے رسول بھی تھے۔ اور روح القدس کی تاثیر سے بھی موید تھے۔ آنحضرت م کے صحابہ کے ساتھ مقابلہ کیا جاتا ہے۔ تو سخت حیرت ہوتی ہے۔ حضرت مسیح م کے حواری ساری عمر اپنے نبی م سے ہدایت پاتے رہے۔ اور ان کی اثر صحبت سے متفیض ہوتے رہے۔ مگر جب خدا مصیبت کا وقت آیا۔ تو سب کے سب اپنے ہادی اور آقا کو چھوڑ کر چلتے بنے۔ اور مسیح کی رقت سے انکار کر گئے۔ مگر آنحضرت م کے صحابہ کی عجیب حالت ہے۔ جس میں ایک ایک شخص آپ پر جان دینے کو تیار تھا۔ اور یہیں سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت مسیح م کی تعلیم کا اثر باوجود ادعائے الوہیت رنقا پر کیا تھا۔ اور آنحضرت م کی تعلیم کا اثر باوجود دعویٰ رسالت آپ کے صحابہ پر کیا تھا۔ گاڈ فری ہیگنسن صاحب لکھتے ہیں۔ کہ عیسائی اسکویا د رکھیں تو اچھا ہو۔ کہ محمد کے مسایل نے وہ درجہ نشاء دینی کا اپنے پیروؤں میں کیا جس کو عیسائی کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے۔ اور آپکا مذہب ایسی تیزی سے پھیلا۔ جس کی نظیر دین عیسوی میں نہیں ہے۔

چنانچہ نصف صدی سے کم میں اسلام بہت سی عالی شان اور سرسبز سلطنتوں پر غالب آگیا۔ جب عیسیٰ کو صلیب پر لے گئے۔ تو ان کے پیرو

بھاگ گئے۔ برعکس محمدؐ کے پیرو۔ اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد آئے اور آپؐ کے
 بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر کل دشمنوں پر آپؐ کو غالب کیا۔ انتہی۔
 آنحضرتؐ تین دن تک غار میں رہے۔ کفار ڈھونڈتے ڈھونڈتے
 غار کے قریب تک آپؐ پہنچے۔ اور قریب تھا کہ آپؐ کو دیکھ پائیں۔ مگر اللہ تعالیٰ
 نے اُن کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈالا کہ اُن کو یقین نہ ہو سکا۔ کہ اس غار کے
 اندر بھی کوئی شخص چھپ سکتا ہے۔ ایک دفعہ تو کفار کو دیکھ کر حضرت
 ابوبکرؓ رن گھبرا گئے اور اپنے نبیؐ پر کمال شفقت کی راہ سے کہنے لگے
 کہ حضرت! قریب ہے کہ کافر ہم کو دیکھ پائیں۔ آپؐ نے بڑی دلیری و صلا
 اور استقلال سے جواب دیا کہ لا تحزن ان اللہ معنا۔ غم نہ کھاؤ۔ اللہ
 ہمارے ساتھ ہے۔ وہ ہمیں بچائے گا۔ یہ ٹھیک اسی طرح ہوا۔ جس طرح حضرت
 موسیٰؑ کو اسکی قوم نے کہا تھا کہ انا لمد رکون۔ ہم پکڑے گئے۔ حضرت
 موسیٰؑ نے فرمایا تھا کلا ان معی دبی سیدہ میں ہرگز نہیں پکڑے جائیں گے
 میرا رب میرے ساتھ ہے۔ وہ میری رہائی کرے گا۔

آنحضرتؐ تین دن تک غار ثور میں رہے۔ تیسرے دن کے بعد
 نکل کر مدینہ کی طرف چلے۔ اور تعاقب کے ڈر سے کتر اکراؤ پر پھر کر چلے
 یہاں تک کہ ارض یشرب میں پہنچ گئے۔ اور ماہ جون سنہ ۱۱ ع میں ایک
 روز نہایت شدید گرمی میں آنحضرتؐ م ناقد سے اُتر کر اُس ارض مقدس
 میں قدم مہایک رکھا۔ جو اُس وقت سے آپؐ کا وطن اور جائے پناہ ہو گیا
 سب سے پہلے ایک یہودی نے ایک بیج پر سے آپؐ کو دیکھا۔ اُس وقت
 اس آیت کی تصدیق ہو گئی کہ الذین اتینا ہم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون
 ابناءہم۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے۔ وہ اُس کو اس طرح پہچانتے ہیں

جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ مدینہ میں بڑی دھوم دھام سے آپ کا استقبال ہوا۔ اور اہل مدینہ نے اُس مظلوم نبیؐ کو جو تیرہ سال سے اپنی برادری اور قوم سے اس قدر سخت سے سخت ایذائیں اٹھا رہا تھا۔ بڑی شاہانہ تعظیم و تکریم کے ساتھ شہر کے اندر داخل کیا جس سے خدا کی قدرت اور شان کا عجیب نظارہ نظر آتا ہے۔

پس ہجرت مقدسہ کی تکمیل اس طرح ہوئی اور اسی واقعہ سے سنہ اسلامیہ شمار کیا جاتا ہے۔

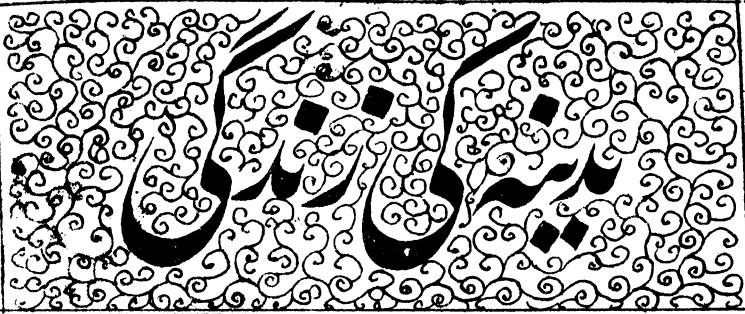
ان واقعات کی طرف اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اس طرح اشارہ فرماتا ہے۔ **وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرٌ الْمَاكِرِينَ**۔ اور جب کہ کافر لوگ تیرے خلاف منصوبے باندھ رہے تھے۔ کہ تجھے قید کریں۔ یا قتل کریں۔ یا جلا وطن کریں۔ وہ بھی تیرے خلاف تدابیر سوچ رہے تھے۔ اور اللہ بھی اپنی تدبیر میں لگا تھا۔ اور اللہ کی تدبیر بہترین ثابت ہوئی۔ اور سب پر غالب آگئی۔ کہ تیرا بال بال اُن کی شمار نوں سے بچا لیا۔ اور مدینہ میں بڑی عزت و حرمت کے ساتھ پہنچا دیا۔

اس وقت آنحضرتؐ کی عمر مبارک ۵۳ سال ہے۔ اس ترقیب سالہ زندگی سے ہم کو اس قدر سبق ملتے ہیں۔ کہ اُن کے بیان کرنے کے لئے ایک علیحدہ دفتر چاہیے۔ مگر مختصر یہ کہ ہم وطنوں کی خیر خواہی۔ قوم کی اصلاح۔ فلاح۔ استقلال۔ خارق عادت عزم۔ ان تھک کوشش۔ آپؐ کی راستبازی و صداقت۔ ادائے فرض منصبی۔ تبلیغ رسالت۔ تکلیفوں اور مصیبتوں پر پرلے درجہ کا صبر و تحمل۔ ہزاروں لاکھوں دکھوں کا اٹھانا اور اُن تک سُنہ پر نہ لانا۔

اپنے ارادہ سے کبھی نہ ہرنا۔ ترغیبات و ترہیبات کا مطلق اثر نہ ہونا۔ بدعات و رسوم باطلہ کا استیصال۔ بلا کسی جبر و اکراہ کے صرف تعلیم اور وعظ سے اسلام کی اشاعت۔ رضا و صبر و تسلیم۔ تعلیم کا ایسا اعلیٰ درجہ کا اثر کہ باوجود سخت مصیبتیں اٹھانے کے کسی شخص نے دین کو ہنر چھوڑا۔ اور مقابلہ ایمان کے جان و مال اور آبرو کو بیچ سمجھا۔ ان سب باتوں کا سبق آپ کی مقدس زندگی سے ایسا ملتا ہے کہ جس کی نظیر دنیا کے کسی سچا د۔ کسی مصلح اور کسی نبی کی زندگی میں ہرگز نہیں مل سکتی۔ مکہ کی زندگی میں ہجر تکالیف اور ناکامیوں اور ان کے مقابل آپ کے فوق العادہ اور خارق عادت استقلال کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔

واشنگٹن ارونگ صاحب اپنی کتاب انگریزی لائف آف محمد کے صفحہ ۴۹ میں لکھتے ہیں کہ ان کے اوایل زمانہ سے وسط حیات تک کے حالات سے تو ہمیں کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ کہ ان کو ایسے ناراست اور عجیب افترا سے جس کا اُس پر الزام لگایا گیا ہے۔ کس مقصد کا حاصل کرنا مراد تھا۔ کیا حصول مال مقصود تھا؟ خدیجہ کے ازدواج سے توفی الحال وہ صاحب ثروت ہو چکے تھے۔ اور اپنے وحی ادعائی کے اظہار سے برسوں پیشتر انہوں نے صاف کہہ دیا تھا۔ کہ مجھے اپنے سرمایہ کے اصناف کی خواہش نہیں۔ تو کیا حصول جاہ مراد تھی؟ مالاںکہ وہ پہلے ہی اپنے وطن میں عقل اور امانت میں رفیع المرتبہ اور قریش کے عالی شان قبیلہ اور معزز و ممتاز خاندان میں سے تھے۔ تو کیا..... حصول منصب مطلوب تھا مگر کئی پشتوں سے تولیت کعبہ اور امارت حرم خالص اپنی کے قبیلہ میں تھی۔ اور ان کو اپنی وقعت اور حالات سے اور بھی عالی مرتبہ

ہوئے کا یقین تھا۔ لیکن جس دین میں انہوں نے نشوونما پائی تھی اُسی کے استیصال میں انہوں نے ان سب منافع کی بیخ کنی کر دی حالانکہ اُسی مذہب پر تو ان کے قبیلے کے باہ و عزت کا مدار تھا۔ اُسکی بیخ کنی کرنے سے اُن کی قوم اور اقبالیہ کی عداوت اور اہل شہر کا غیظ و غضب اور نہامی اہل عمالک دعا بدین کعبہ کی دشمنی و عناد برپا ہو گیا۔ کیا انکی رسالت و خدمات نبوت میں کوئی شے ایسی روشن اور صیح تھی۔ جو اُن کی ان مصائب کی اجر جزیل ہوتی۔ اور جس کی طبع کے دھوکے میں پڑتے بلکہ برخلاف اس کے ابتدا۔ تو اشتباہ و اختفا میں تھی برسوں تک تو اس میں کوئی مقدمہ کامیابی نہ ہوئی۔ جیسے جیسے انہوں نے اپنی تعلیمات کا اظہار اور وجیوں کا آشکار کیا۔ ویسے ہی اور اُسی قدر لوگوں نے اُن سے ہشی اور ٹھٹھا اور بُرا کہنا شروع کیا۔ اور آخر کو بُری طرح سے اذیتیں دیں جس سے اُن کی اور اُن کے رفقا کی ریاستیں برباد ہو گئیں۔ اور چند اُن کے اقربا اور اصحاب غیر ملک میں پناہ لیتے پر مجبور ہوئے۔ اور انہیں خود بھی اپنے شہر میں چھپا رہنا پڑا۔..... اور پھر آئندہ گھر وھونڈنے کے لئے ہجرت کرنی پڑی۔ پس کس غرض سے وہ برسوں تک اس تن و وس کی صورت میں اصرار کرتے جس سے اس طرح سے اُن کی سب بنوی دولتیں اُن کی زندگی کے ایسے وقت میں کہ اُن کو پھر مجدداً حاصل کرنے کا بھی زمانہ نہیں رہا تھا۔ خاک میں مل جائیں فقط کہ کی زندگی کا حال گزر چکا اب مدینہ کی زندگی شروع ہوتی ہے۔



ہجرت سی و فات تک

اللہ اکبر! اللہ کی بھی کیا شان ہے؟ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام انبیاء سے برگزیدہ اور ساری مخلوق سے افضل و اعلیٰ اور باعث ایجاد کائنات ہیں۔ اُن کا ایک اونٹنے اُمتیوں کے ہاتھ سے یہہ حال ہو کہ تیرہ برس تک طعن و تشنیع استہزاء و تضحیک اور درشت زبانی کے آلات استعمال کر کے اُن پر زریت تنگ کر دی گئی۔ ایک خیر خواہ امین کا نام کبھی ساحر کبھی کاہن۔ کبھی مجنوں رکھا گیا۔ رات دن اُن کو دُکھ دینے اور قسم قسم کی اذیت پہنچانے میں صرف کیا گیا۔ اُن پر غلاطیتیں چھینکی گئیں۔ راستے میں کانٹے بکھرے گئے۔ پتھریوں سے خون بہایا گیا۔ پورے نین برس تک شعب ابی طالب میں محصور رکھا گیا۔ آپ و داندہ بند کیا گیا۔ اور اسی طرح آپ کے معتقدین کے بھی گلے گھونٹے گئے۔ اُن کی مشکیں کڑی گئیں۔ جلتی ریت پر دوپہر کے وقت ڈالے گئے۔ سخت سے سخت دُکھ دیئے گئے۔ وطن سے نکالے گئے۔ غرضیکہ کوئی دقیقہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی اور دُکھ دینے کا

فرگذاشت نہ کیا گیا زبان سے ۔ ہاتھ سے ۔ جس قدر اندیشیں ممکن تھیں ۔
 اُس جان جہاں کو پہنچائی گئیں ۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا کہ ما اذی
 بنی مثلی قط کہ میری طرح کبھی کسی بنی کو دکھ نہیں دیا گیا ۔ ہائے اس
 ناسپاس قوم نے سخت سے سخت ایذاؤں اور تکلیفوں پر ہی بس
 نہیں کی بلکہ آخر کار اُس شمع رسالت کے قطعی بجھا دینے کا ارادہ کیا قتل
 کی ٹھانی جس کی وجہ سے بالآخر رسول کریم صلی اللہ وسلم کو اپنا وطن
 اور اپنا پیارا وطن (مکہ) ہی چھوڑنا پڑا ۔ اور وطن چھوڑنے پر بھی اُس
 سرور کائنات صلعم کا پیچھا نہیں چھوڑا ۔ بلکہ مدینہ تک برابر تعاقب کئے
 گئے ۔ کہ کسی طرح اُس شمع حق کو پا کر بالکل ہی بجھا دیں یریدون
 لیطفئو نور اللہ بافواہم واللہ متم لؤک ولو کہ المشرکون
 اُن کی تو خواہش یہی تھی کہ نور الہی کو اپنی پھونکیوں سے بالکل بجھا
 دیں ۔ پر اللہ تعالیٰ اپنا نور پورا ہی کر کے رہتا ہے ۔ گو مشرک لوگ
 ناپسند ہی کریں واذیمکربک الذین کفروا لیثبتوک او یخجوک
 او یقتلوک ویمکرون ویمکروا للہ واللہ خیر لماکین ۔ اور جب
 کہ کافر لوگ تیری نسبت منصوبے باندھ رہے تھے کہ تجھے قید
 کر دیں ۔ وطن سے نکال دیں ۔ یا قتل ہی کر دیں ۔ اور وہ اپنے
 منصوبے باندھ رہے تھے ۔ اور خدا بھی اپنی تدبیر کر رہا تھا اور خدا
 کی تدبیر سب پر غالب آگئی ۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ وطن چھوڑنے کے وقت اللہ تعالیٰ بطور پیشین گوئی فرماتا ہے ان الذی فرض علیک القرآن
 لاداک الی معاد یعنی جس تیرے اوپر قرآن فرض کیا ہے ضرور دیکھو کہ تیرے وطن کی طرف اس پیشین گوئی کے
 موافق جتنا مشورہ آنحضرتؐ مچے کہ میں افاض ہو ۔ سارے جہاں پر اظہارِ شمس ہے ۱۲

اُن کے موہنوں پر خاک ڈال کر اُن کے سامنے مکہ سے نکل گئے اور وہ اپنا سامنہ لے کر وہیں کے وہیں رہ گئے وقد مکروا مکرًا وعند اللہ مکرہم۔ وان کان مکرہم لتتروا لمنہ الجبال اور اُنہوں نے بہتیرے دائو کھیلے۔ اور خدا کو اُن کے سب دائو ہٹ گئے۔ اور گو اُن کے کرا لیے تھے۔ کہ اُن سے پہاڑ بھی ٹل جائیں۔

لیکن خدا کے سامنے کسی کا کوئی دائو پیش نہیں جاسکتا۔ کتب اللہ لا غلبین انا ورسلی ان اللہ لقویٰ عزیز۔ اُس نے فیصلہ کر دیا ہے کہ آخر کار ضرور ضرور میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے احد بڑا ہی طاقتور اور زبردست ہے۔ فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ۔ ان اللہ عزیز ذی انتقام۔ سو تم ہرگز مت خیال کرو کہ خدا اپنے رسولوں سے جو وعدہ کرتا ہے۔ وہ خلاف ہو سکتا ہے۔ احد تو سب پر غالب ہے۔ وہ اپنے دین کے مخالفوں سے بالآخرہ انتقام لیا کرتا ہے۔ اور جب اُن کی سرکشی اور شرارت اقصیٰ الغایت تک پہنچ جاتی ہے۔ تو آخر کار اُن کو اُن کے افعال کی سزا دیتا اور ہلاکت اور عذاب کا مزا چکھاتا ہے۔ اور تمام سدّوں اور روکوں کو دور کر کے اپنے دین کے لئے رستہ صاف کر دیتا ہے۔ یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات ویرثہ واللہ الوحد القہار اُس دن یہ زمین بد لکر اور زمین ہو جاتی ہے۔ اور یہ آسمان بد لکر نیا آسمان بن جاتا ہے۔

کفر و جاہلیت کا حکم اُٹھ جاتا ہے اور الہی دین سب پر غالب آجاتا ہے۔ اُس دن تمام لوگ اُس اکیلے زبردست خدا کے سامنے حاضر

ہوتے ہیں۔ اُسی کی عبادت کرتے اور اُسی کے سامنے طوعاً
و کرہاً سر نیاز جھکتے ہیں۔ کف و عصیان کے اندھیرے دور ہو جاتے
ہیں۔ اور الہی دین کا نور چمک اُٹھتا اور تمام دنیا پر چھا جاتا ہے۔
فللہ الحمد فی الدنیا والاخرۃ *

نظم

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہوا۔ اور ہر خیر راہ کو اُڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے
کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہو کر وہ پانی اُن پہ اک طوفان لاتی ہے
غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کیا پیش جاتی ہے

مدینہ میں آنحضرتؐ کی تشریف آوری رحمہ

لکھا ہے کہ جب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو
اپنے قدومِ مہینت لزوم سے مشرف فرمایا۔ تو شہر کے جس جس قبیلہ
میں سے آپ کا گذر ہوا۔ وہاں کے لوگوں نے بنجر عبد اللہ بن ابی
کے جو سلطنتِ مدینہ کا اُمید وار تھا۔ کمال آرزو سے یہ چاہا کہ

آپ انہیں کے ہاں تشریف فرما ہوں۔ مگر آپ ہمارے ڈھیلی چھوڑے ہوئے سب کو یہی فرمایا کئے۔ کہ جہاں خدا کو میرا ٹھیرانا منظور ہے وہاں پہنچ کر میرا ناقہ خود بیٹھ جائے گا۔ چنانچہ وہ اُس پاک جگہ پر بیٹھ گیا جہاں مسجد مقدس نبوی بنی ہوئی ہے۔ اور آپ نے اتر کر خالد بن زید معروف بہ ابوالیوب انصاری کے گھر کو اپنی اقامت باکرامت سے رشک خانہ خورشید فرمایا۔ مدینہ میں تشریف لانے سے پیشتر مدینہ کا نام پیشاب تھا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد اُس کا نام مدینۃ النبی یا فقط مدینہ ہو گیا۔

اسلام عبداللہ بن سلام وغیرہ

مدینہ میں حضورؐ کی تشریف آوری پر کثرت سے لوگ حضورؐ کی زیارت کو حاضر ہوئے۔ عبداللہ بن سلام بھی جو یہود میں سے ایک فاضل بلیل تھا حضورؐ میں حاضر ہوا۔ دیکھتے ہی پکار اُٹھا۔ کہ لیس بوجہ کذاب یہہ چہرہ جھوٹوں کا نہیں معلوم ہوتا۔ اور چند ایک سوال و جواب کے بعد حضورؐ کے دعویٰ مثیل موسیٰ کی تصدیق کی اور ایمان لایا۔

لے یہ وہی بزرگوار میں کہ جب مشہور ہی میں معاویہ بن ابی سفیان کے عہد میں طے طیبہ پر قبضہ ہوئی۔ تو ایام محرم میں بیماری سے اُن کا انتقال ہو گیا اور شہر کی فیصل کے قریب دفن کئے گئے اور ان کا مرقبہ بعلیغ نے مشہور میں جب شہر کو فتح کیا تو بڑی تلاش سے انکی قبر کا پتہ ملا جو تعویذ کے کدہ پہنچی گئی۔ پھر ایک قبور کو بائیں ایک عالی شان سب سلطان مذکور نے بنا دی۔ ان کو ذرا تاریخ منظم ناصری مطبوعہ طہران ۷۰

اسی طرح اور اہل کتاب بھی ایمان لائے۔ جن کی خدا تعالیٰ جا بجا قرآن شریف میں تعریف کرتا ہے۔ سلمان فارسی جنہوں نے اہل کتاب سے آپ کی تعریف سُن رکھی تھی۔ وہ بھی حضور میں حاضر ہو کر جناب م پر ایمان لائے۔ مگر بہت سے یہود باوجود اس کے کہ آپ کی بعثت سے پیشتر حضورؐ کی بشارات علانیہ بیان کیا کرتے اور آپ کو بیٹوں کی طرح پہچانتے تھے۔ مگر اب بغی و حسد۔ تعصب اور نفسانیت۔ حب جاہ و ریاست اور دنیا کی محبت کی وجہ سے ایمان کی دولت سے محروم رہے۔ اور اُس منظرِ حق یعنی حضرت محمدؐ رسول اللہ صلیم کے برخلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔

(دہنی سی معاہدہ)

مدینہ میں داخل ہونے کے بعد حضورؐ نے ایک فرمان عام یہود کے نام جاری کیا۔ اور اُن کے تمام ملکی حقوق کو قائم رکھا۔ اور اپنے رسوم و اعمال مذہبی کے سجا لانے کی پوری آزادی بخشی۔ اتنا کہ تو اس محفِ صاف ایک واعظ یا ناصح کی حیثیت رکھتے تھے۔ مگر اب دیکھئے کہ آپؐ کے حقوق و فرائض عباد کو خواہ وہ شخصی ہوں خواہ نوعی۔ ایسی خداقت کے ساتھ مقرر فرمایا۔ کہ جس سے ثابت ہو گیا۔ کہ آپؐ کی عقل اکمل عقول تھی۔ اور نہ صرف اپنے زمانہ میں آپؐ مخیر البشر تھے جیسا کہ معلوم میوے صاحب نے تسلیم کیا ہے بلکہ سب زمانوں میں تھے۔

اس فرمان کے مضامین عجیب و غریب ہیں۔ کچھ قواعد عامہ اس میں سے انتخاب کر کے درج ذیل کئے جاتے ہیں

وہو ہوا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ فرمان محمد رسول اللہ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو خواہ وہ قریش ہوں۔ خواہ اہل یثرب (اہل مدینہ) اور سب لوگوں کو چاہے کسی مذہب اور قوم کے ہوں۔ جنہوں نے مسلمانوں سے صلح و آشتی رکھی ہے۔ لکھیا ہے۔ صلح اور جنگ کی حالت سب مسلمانوں کے لئے عام ہوگی۔ اور کسی مسلمان کو یہ اختیار نہ ہوگا۔ کہ اپنے برادرانِ اسلام کے دشمنوں سے صلح یا جنگ کرے۔ یہود جو ہماری حکومت اسلامیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ تمام دولتوں اور ازمیتوں سے بچائے جائیں گے۔ اور ہماری اُمت کے ساتھ متساوی حقوق اُن کو ہماری نصرت اور حمایت اور حسن سلوک کے حاصل ہیں گے۔ یہود اِن بنی عوف۔ بنی نجار۔ بنی حارث۔ بنی جشم۔ بنی غالب۔ بنی اوس اور سب ساکنانِ یثرب مسلمانوں کے ساتھ ملکر ایک قوم سمجھے جائیں گے۔ اور وہ اپنے اعمال مذہبی کو ویسی آزادی کے ساتھ بجالائیں گے۔ جیسے مسلمان اپنے رسومات دینی کو ادا کرتے ہیں۔ یہود کی حفاظت اور حمایت میں جو لوگ ہیں۔ یا جو اُن سے دوستی رکھتے ہیں۔ اُن کو بھی تحفظ اور آزادی حاصل رہے گی۔ مجرموں کا تعاقب کیا جائے گا۔ اور اُن کو سزا دی جائے گی۔ یہود مسلمانوں کی شرکتِ یثرب کو سب دشمنوں سے بچانے میں کریں گے اور تمام وہ لوگ جو فرمان کو قبول کریں گے۔ یثرب میں محفوظ و مامون رہیں گے۔ مسلمانوں اور یہود کے دوست آشناؤں کا بھی ویسا ہی اعزاز کیا جائے گا۔ جیسا خود اُن کا کیا جائے گا۔ سب سچے مسلمان اُس شخص سے بیزار رہیں گے۔ جو کسی گناہ یا

ظلم یا نا اتفاقی یا بغاوت کا مرتکب ہوگا۔ اور کوئی شخص کسی مجرم کی حمایت نہ کرے گا۔ گو وہ کیسا ہی عزیز و قریب ہوگا۔

آئندہ جو تنازعات ان لوگوں میں ہونگے۔ جو اس فرمان کو قبول کرینگے۔ اُن کا فیصلہ خداوندِ عالم کے حکم کے موافق رسول اللہ فرمائیں گے۔

تھوڑے دنوں بعد یہود ان بنی نضیر اور بنی قریظہ اور بنی قینقاع اس معاہدہ میں شامل ہو گئے۔ اس فرمان سے وہ تیج رسم دفع ہو گئی۔ جو عرب میں رائج تھی۔ کہ مظلوم ظالم سے انتقام لینے میں اپنی ذاتی قوتے یا اپنے اغوا کی طاقت پر بھروسہ کرتا تھا۔ داورسی اور عدل گستری جنگ و جدل پر موقوف تھی۔

اس فرمان کی وجہ سے آپ حاکمِ اعلیٰ اپنی قوم کے بن گئے۔ اور یہ منصب حکومت آپ کو یہ حیثیت نبوت و رسالت بھی حاصل ہوا۔ اور اُس عہد و پیمان کے رو سے بھی حاصل ہوا۔ جو آپ کی اُمت نے آپ سے کیا تھا۔

مسجد نبوی کی تعمیر

چند روز کے بعد مسجد نبوی اور بیت الشرف کی تعمیر کے لئے ارشاد کیا گیا۔ اور مہاجرین گئے رہنے کے لئے مکانات بنائے گئے۔ جس زمین پر مسجد نبوی بنی ہے۔ وہ دو بھائیوں کا مال تھا۔ انہوں نے اُسکو ہبہ کرنا چاہا۔ مگر چونکہ وہ دونوں یتیم تھے۔ لہذا آنحضرت ص نے اُن کو وہی قیمت دی۔ جو قرار پائی۔ اس مسجد کی تعمیر میں آنحضرت ص نے اپنے دست مبارک سے بھی مدد دی۔

ناظرین طبعاً خیال کریں گے۔ کہ جو مسجد اور مکانات آپ کے لئے تعمیر ہو رہے
 تھے وہ بہت ہی عالی شان اور عمدہ ہوں گے۔ مگر یہ مسجد کیا تھی۔ صرف ایک
 چبوترہ بنا کر اُس پر قد آدم کچی اینٹوں کی ایک دیوار بنالی گئی تھی جس کے
 سایہ میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ اور پھر کچھ دنوں بعد مسلمانوں کی التماس سے
 دھوپ سے بچنے کے لئے ستونوں کی جگہ کھجور کی لکڑیاں گھاڑ کر اُسی کے
 پتوں اور گھاس پھوس سے ایک چھتر سا بنا لیا تھا۔ جس سے دھوپ کا
 تو آرام تھا۔ مگر بارش کا چنڈاں بچاؤ نہ تھا۔ اور اُس کا ایک حصہ اُن نادار اور
 مفلس مسلمانوں (اصحاب صفہ) کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ جو مکان بنالینے
 کا مقدمہ نہ رکھتے تھے۔ اور آنحضرت م کے جنت کو تشریف لے جانے کے
 وقت تک ایسی ہی تھی۔ اور اُس میں بغیر فرش زمین پر کبھی اسی طرح اور
 کبھی ستون کے سہارے سے کھڑے ہو کر آپ طالبان حق کو پند و نصیحت
 اور دین خدا کی تعلیم فرمایا کرتے تھے۔ اور نے الحقیقت اُس سادہ اور بے
 عبادت کے لئے جس کی آپ نے اپنی اُمت کو تلقین فرمائی۔ ایسی ہی
 بے تصنع عبادت گاہ موزون اور مناسب تھی۔ اسی پر بیت الشرف کے
 حجروں کو قیاس کر لینا چاہئے۔ کہ وہ کیسے عالی شان اور زخارن دیناوی
 سے آراستہ و پیراستہ ہوں گے۔ پس اُس بادشاہ دین و دنیا کا جس کے اپنے
 اور جلوس فرمانے کے یہ مکانات تھے۔ یہ فرمانا کہ الفقہ فخر سی
 رفقر میرا فخر ہے، بالکل سچ اور واقعہ کے مطابق تھا۔ اور بے شبہ وہی
 فقر قابل فخر سمجھا جاسکتا ہے۔ کہ باوجود استطاعت اور مقدر کے انسان
 کی تمام طرز معیشت اور زندگی کے ہر ایک طریقہ سے ظاہر ہو۔ اور وہ اپنے
 بنی نوع کے مسئلہ اور مسکین لوگوں کی حاجات کو اپنی اور اپنے اہل عیال

کی ماحیات پر مقدم جانے۔ اور جو کچھ مال و زر جائز طور سے اُس کو حاصل ہو۔ نہایت کھلے دل اپنے فائق و مالک کی راہ میں دے ڈالے۔ چنانچہ جناب مقدس نبوی کا عذر آمد بالکلیہ اُسی کے مطابق تھا۔

اذان کا تقرر

مسجد نبوی کے تعمیر ہونے تک اذان و اقامت فرض نہ ہوئی تھی۔ اور نہ نماز کے لئے کوئی معین جگہ تھی۔ مگر اب مسجد ہی میں نماز ہونے لگی اور چونکہ اوقات معینہ پر بغیر کسی خاص اشارہ کے لوگوں کا جمع ہونا متعذر ہوتا ہے۔ اس لئے نماز کے وقت یہودی تری اور عیسائی ناقوس اور گھنٹہ بجایا کرتے تھے۔ مگر آنحضرتؐ نے اس بیہودہ شور و غل کو نماز جیسے مقدس کام کے لئے مناسب خیال نہ فرمایا۔ اور کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا مد نظر ہوا و اطلاع کی اطلاع اور عبادت کی عبادت ہو۔ پس آپ کے نفسِ قدسی پر ہر کی طرف سے اذان کے الفاظ کا القا ہوا۔ اور بلال بن رباح کو حکم ہوا کہ پانچوں وقت کھڑا ہو کر وہ کلمات طیبات بہ آواز بلند کہہ دیا کرے۔ نماز ن اطلاع کا یہ ایسا طریقہ مناسب و معقول ہے کہ چیمبر جو ایک نامور عیسائی فاضل ہے اپنی انسائیکلو پیڈیا کی جلد ششم میں جہاں مذہب اسلام کا ذکر کیا ہے۔ لکھتا ہے کہ مؤذن کی آواز جو سادہ مگر نہایت متین و دلکش ہوتی ہے۔ اگرچہ شہروں کی ڈنڈ پکاریں بھی مسجد کی بلند می سے بچھپ اور خوش آئند معلوم ہوتی ہے۔ لیکن رات کے سنائے میں اس کا رواج بھی عجیب طور سے شاعرانہ معلوم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بہت سے اہل روپ بھی پیغمبرؐ کو اس امر پر مبارکباد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اُس نے

انسان کی آواز کو موسیٰ بیوں کی تڑپی اور عیسا بیوں کے گرجا کے گھنٹہ پتیر جج دی ۴

مے الواقع جب کہ ہوا میں اُڑنے والے پرندے تمام روز کی محنت و مشقت سے تھک کر اپنے اپنے گھونسلوں میں بسیرا لے رہے ہوں اور زمین پر چلنے والے چوپائے دن بھر کی دوڑ دھوپ سے عاجز آ کر اپنی اپنی جگہ آرام کر رہے ہوں اور دنیا پر ایک سکوت و سکون کا عالم طاری ہو۔ انسان کا آرام و راحت سے دست بردار ہو کر اپنے خالق و پروردگار کے ادائے شکر و عبادت کے لئے آمادہ ہونا اور اپنے جی نوع کو خواب غفلت سے بہ آواز بلند یہ کہکریاں بیدار کرنا کہ اللہ اکبر اللہ اکبر - الخرم خدا تعالیٰ کی عبادت و پرستش کا ایک ایسا موثر و دلکش طریقہ ہے۔ کہ سب سے اہم و اعلیٰ شخص کے کہ جس کی ذات والا صفات پر خدا کی عبادت کو نہایت اکمل و احسن طریقہ پر قائم کرنے کا فائز ہو گیا۔ کوئی انسان قائم نہیں کر سکتا تھا ۵

ہر قوم نے پرگندہ ۲ افراد کو جج کرنے یا منشاء عبادت کو حرکت دلانے کے لئے کوئی نہ کوئی آلہ بنا رکھا ہے۔ کسی نے ناقوس۔ کسی نے زنگا۔ کسی نے گھنٹے گھٹیاں۔ مگر انصاف شرط ہے۔ ان میں سے کوئی وضع بھی اذان سے مقابلہ کر سکتی ہے؟ سب کے سب واہیات اور ظاہر پرستی کے طریقے ہیں۔ مگر قربان جانیہ اُس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے جس کی صفت میں قرآن شریف میں یہ واقع ہے و یضع عذم اھم والاعلال النی کانت علیہم وہ اُن سے اُن کے بوجھ اور پہچانیاں جو انہیں نہیں آتا ہے۔ آپ نے ان تمام رسمی بندشوں۔ سیپوں اور سنگیوں کی تلاش سے اُمت کو سبکدوش کر دیا۔ ذرا انصاف۔ سے اُن کلمات کو سوچو۔ اس اعلان

بستر پر نگاہ کرو۔ کہ کوئی قوم بھی دنیا میں ہے۔ جو اس شد و مد سے پہاڑوں
 و مناروں پر چڑھ کر اپنے بچے اصولوں کی ندا کرتی ہے۔ عبادت کی عبادت
 بلاہٹ کی بلاہٹ۔ دنیا میں ہزاروں حکما اور ریفارمر گذرے ہیں اور
 ہی گڈریئے پیدا ہوئے ہیں۔ مگر بستر ہوئی بھیڑوں کے اکٹھا کرنے اور
 سب جہت میں لانے کا کس نے ایسا طریق نکالا۔ کسی نے کبھی ایسی تہی
 و نیکی جس کی دلکش آواز معارفانی جوش اور ولولہ تمام ظاہر و باطن
 میں پیدا کر دے۔ اللہ اکبر! کیسی صداقت ہے کہ ایک قوم علی الاعلان
 و شام پانچ دفعہ اپنے بے عیب عقیدے کا اشتہار دیتی ہے

سب پہلا خطبہ (راپیچ)

ب سے پہلا خطبہ جو آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں زبان فصاحت ترجمان
 و ارشاد فرمایا ہے۔ اور جس کے لفظ لفظ سے رشد و ہدایت ٹپک
 رہی ہے اور جس میں بنی نوع کے ساتھ کمال ورجہ کی نیکی اور احسان
 نے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اس قابل ہے کہ بلفظ یہاں درج کیا جائے۔

وہو ہذا

اَلنَّاسُ اِفْقَدُوا لِنَفْسِكُمْ - تَعْلَمْنَ - وَاللّٰهُ لَيَصْنَعَنَّ اَحَدًا كَمْ
 لَيَدَعَنَّ غَمَّهُ لَيْسَ رَافِعٌ - ثُمَّ لَيَقُولَنَّ لَهُ رَبِّ لَيْسَ لَتَرْجَمَنَّ
 اِحَا جَبَّ يَحْبُبُهُ دُونَ - اَلْمِيَا تَكَ رَسُو لِي - فَبَلَّغْنَاكَ وَاتِّتَكَ
 لَا وَافَضَلْتُ عَلَيْكَ فَمَا قَدَّمْتُ لِنَفْسِكَ - فَلْيَنْظُرَنَّ يَمِينَنَا
 ثُمَّ لَا فَلَائِرَ شَيْئًا ثُمَّ لَيَنْظُرَنَّ قَدَّامَنَا فَلَا يَرَى غَيْرَ جَهَنَّمَ
 نَ اسْتَطَاعَ اَنْ يَتَّقِيَ وَجْهَهُ مِنَ النَّارِ - وَلَوْ بِشَقَّةٍ مِنْ تَمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ

ومن لم یجد فبکلمۃ طیبۃ فان بہا تجنّی الحسنۃ عشقاً مثلاً لما
الی سبیح مائتہ ضعف والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -

یعنی اسے لوگو! قبل اس کے کہ تم اس جہان کو چھوڑو۔ اپنے لئے اعمال
نیک کا ذخیرہ آگے بھیجو۔ یقیناً جان لو۔ قسم ہے خدا کی۔ کہ بالضرورت تم میں
ہر ایک شخص ہولناک بلا میں پڑنے والا اور بے شک دنیا کو اس طرح
پر چھوڑنے والا ہے۔ جیسے کوئی اپنی بکریوں کو محافظ کے بغیر چھوڑ
دے اور بے شک خدا ہر ایک سے ایسے طور پر کہنتو اس کے لئے کوئی
ترجمان ہوگا۔ اور نہ روک ٹوک کرنے والا (دبان)۔ یعنی منہ در منہ پوچھ گچھ
کہ کیا ہمارا کوئی پیغمبر تیرے پاس نہیں آیا تھا؟ اور اُس نے ہمارے احکام
تجھ کو نہیں پہنچائے تھے؟ اور کیا ہم نے تجھ کو بہت سامان نہیں بخشا
تھا (تا کہ چار سی ماہ میں دے) اور اپنا فضل و احسان تجھ پر نہیں کیا
تھا (تا کہ اپنے بنی نوع کے ساتھ مہربانی اور نیکوئی سے پیش آئے) پس
بتا کہ تو نے کیا چیز اپنے لئے آگے بھیجی تھی۔ پس یقیناً اُس وقت انسان
دائیں بائیں دیکھے گا اور کوئی چیز دکھائی نہ دے گی۔ جس کو بتا سکے۔
پھر سامنے کی طرف نظر کرے گا۔ اور اُدھر بھی جہنم کے سوائے کچھ
نظر نہ آئے گا۔ پس جس سے ہو سکے اپنے تئیں اُس آگ سے بچائے۔
خواہ کچھ کرے دانہ کا ایک ٹکڑا ہی خدا کی راہ میں دے کر کیوں نہ بچالے
اور جس کو اتنا بھی مفقود نہ ہو۔ تو کسی کے حق میں کوئی کلمہ خیر ہی کہے
کیونکہ بے شک آخرت میں ایک نیکی کا بدلا دس گنا۔ بلکہ سات سو گئے تک
دیا جائے گا۔ خدا کی سلامتی اور رحمت اور برکت تم پر ہو +

سبحان اللہ کیسے موثر و عجرتِ غیر اور خیرات و برکات سے بھر پونے

کلمات ہیں۔ انسان کے انجام کار اور سبیل کے نتائجِ قبیحہ اور ایشار و احسان کے فضائل اور خوبیوں کو کھینچ کر فرمایا ہے۔ کہ خود بخود یقین ہوتا ہے۔ کہ بغیر وحی و الہام کی مدد کے کوئی شخص ایسا کلام نہیں کر سکتا۔ غور کرو۔ کہ کہاں جنہم کی وہ جہاں سوز آگ اور کہاں خدا کی راہ میں کھجور کے دانہ کے ایک ٹکڑے کا دینا۔ یا کسی کے حق میں ایک کلمہ خیر کہنا۔ اور اُس کے سبب سے انسان کا اُس ہولناک بلا سے بچ جانا اور نہ صرف بچ جانا۔ بلکہ دس گنا۔ اور سات سو گنا نیک اجر پانا۔ پس اس سے زیادہ خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے اور اپنے بھائی نوع کے ساتھ بخوشی اور خیر و احسان سے پیش آنے کی عنایت کون سی نصیحت ہوگی۔ جو کسی نصیحت کرنے والے اپنے اپنے ابناءے جنس کو فرمائی ہے۔

جہاد کی تمہید

مسلمانوں نے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے ۱۳ برس تک سخت سے سخت مصیبتیں اٹھائیں۔ آخر کار وطن چھوڑا۔ مال اسباب چھوڑا۔ خویش و اقارب چھوڑے اور بیگانے ملک میں آباد ہوئے۔ چاہئے تھا۔ کہ کفار مکہ اب ہی ان کا پیچھا چھوڑتے۔ مگر نہیں۔ اب پہلے سے زیادہ اُن کے درپے ہو گئے وہ غریب مسلمان جو پیچھے مکہ میں رہ گئے تھے۔ اور اُن میں اتنے دور دراز سفر کرنے کی سکت نہیں تھی۔ اُن کو اسلام کے چھوڑنے پر مجبور کرتے اور نہایت سخت ظلم و ستم کرتے جس کے تصور سے انسان کے روٹھے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تیو برس تک جو ایذا اُس کفار مکہ مسلمانوں کو دیتے رہے ہیں ابھی نہیں بھی اُن کو ضرور خیال تھا۔ کہ اگر مسلمان مدینہ میں اسی طرح ترقی پاتے

گئے۔ تو عجب نہیں۔ کسی روز اُن اید اڑوں اور تنکا لیف کا جو ہم سے اٹھا رہے ہیں۔ انتقام لیں۔ غرض کہ مسلمانوں کا کہ میں امان سے زندہ بسر کرنا۔ اور اسلام کا روبرو ترقی پانا۔ کفار مکہ کو سخت ناگوار اور اُنکی حسد انتقام کی آگ کو مشتعل کر دیتا اسی لئے وہ چپکے چپکے جنگی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ تا وقتہ چپ چاپ مدینہ پر خرجائی کر کے مسلمانوں کو یک نخت نیست و نابود کر دینا یہ ایک فطری بات ہے کہ انسان دوسرے انسان کی جبر و تعدی کو ایک رنگ ستارہ سمجھتا ہے۔ جب حد سے بڑھ جائے تو کسی تکلیف کی برداشت نہیں کر سکتا۔ بلکہ ایسے ناجائز اور انصاف کے خلاف سختیوں کے برداشت کر کے کی بجائے لڑائی میں مار بامر کر جان چھرانے کو سہل سمجھتا ہے۔ اسی واسطے جب مسلمان مدینہ نے سنا۔ کہ غویب مسلمانوں پر کہ میں استفادہ ظلم کئے جا رہے ہیں۔ اور کہ والے اُن پر بھی حملہ کر کے اُن کا قلع و قمع کیا چاہتے ہیں اور لڑائی کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ تو اُن کو بھی اس عقل حیوانی نے جو ہر ایک جاندار کو دشمن سے بچاؤ کے لئے آمادہ کرتی ہے۔ مدافعت پر آمادہ کیا۔ اور ارشاد خداوندی ہو اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرہم لقدیر الذین اخرجوا من دیارہم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا فضل اللہ الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض۔ جن لوگوں سے کفار خواہ مخواہ لڑتے ہیں۔ اُن کو اجازت دی جاتی ہے کہ وہ بھی مدافعت کریں۔ اس لئے کہ انہیں وجہ ظلم ہوا۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کی مدد پر قادر ہے۔ اُن کو ضرور کامیاب کرے گا۔ وہ لوگ جو اپنے وطن سے بے قصور ہے وجہ نکالے گئے اُن کا جرم یہی تھا۔ کہ وہ اس بات کے قایل تھے۔ کہ ہمارا رب، صرف اللہ ہی ہے۔ بت وغیرہ قابل عبادت نہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض

لئے ہر رنگا رنگ خیال تھا۔ وہ اگر مسلمانوں سے مشرور نہ ہوتے۔ تو ہرگز جنگ و جلال کی لہر نہ پہنچتی اور مسلمان کبھی ایسے سادہ عبادت کا خیال ہی نہ کرتے۔

دفع نہ کرو یا کراؤ و نہ سیا۔ بس تباہی مچ جاتی۔ پھر جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ مالکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال۔ والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من هذه القرية الظالم اهلها۔ واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا۔ تم کیوں نہیں لڑتے خدا کی راہ میں۔ حالانکہ کمزور اور ناتوان مرد۔ عورتیں اور بچے۔ کہہ میں یہ مدد دلاؤں دے رہے ہیں۔ کہ پروردگار اہلکوار اس بستی سے نکال جہاں کے لوگ ہمپر سخت ظلم کر رہے ہیں۔ اور اسے خدا اپنے ہاں سے ہمارے لئے کوئی حامی اور مددگار کھڑا کر دے۔

لڑائی کی تہدیدیں ہوئی کہ اپنی ایام میں قریش کا ایک فاطمہ شام کو تجارت کے لئے گیا ہوا تھا۔ کفار مکہ کا ارادہ تھا۔ کہ جب وہ لوگ سفر سے واپس آئیں۔ تو مکہ سے ایک فوج جسار اُن کی کمک کے لئے روانہ کی جائے۔ اور یہ لوگ سب کے سب اکٹھے ہو کر ایک دفعہ مدینہ پر ہلکے کر دیں۔ اور ہمیشہ کے لئے اس نئے مذہب کا خاتمہ کر دیں۔ یہ خبر سنکر مسلمان سخت گھبرائے۔ اسی واسطے آنحضرتؐ نے قریباً ۱۰۰ آدمی حضرت امیر حمزہ و عبید بن حارث کے ساتھ حال دیانت کرنے کے لئے روانہ کئے۔۔۔۔۔ چنانچہ فی الواقعہ حبیبہ کہ سن چکے تھے حضرت امیر حمزہ نے ابوجہل کو ۳۰۰ سواروں سمیت مقام سیف الجحش میں لڑنے کے لئے منع کیا۔ اور عبید بن حارث نے ابوجہل کے بیٹے عکرمہ کو میدان لڑنے میں دوسو سواروں سمیت موجود پایا۔ اور دونو مقامات پر ابوجہل اور اُسکا بیٹا ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کو تیار ہو گئے۔ مگر بسبب بعض اتفاقی وجوہات کے لڑائی تک نہ پہنچی۔

ان دونو واقعات سے ظاہر ہے۔ کہ مکہ والوں کا ارادہ مدینہ پر حملہ کرنا تھا

ضرور تھا۔ اور حالات دریافت کرنے کے لئے تاک بھانک کر رہے تھے۔ اور موقع تاک رہے تھے۔ اور اگر مسلمانوں کی طرف سے اُن کے حالات دریافت کرنے میں ذرا بھی سستی ہوتی۔ تو دونوں لشکروں کے مل جانے اور ۵۰۰ خونخوار سواروں کے اکٹھا ہو جانے سے جو مصیبت بے خبر مسلمان مدینہ پر آتی وہ اظہر من الشمس ہے۔

ان واقعات سے بہہ بھی ظاہر ہے۔ کہ مسلمانوں کا ارادہ لڑائی کرنے کا ہرگز نہیں تھا۔ صرف اپنی حفاظت کا خیال تھا۔ ورنہ ایسے دو جبری لشکروں کے مقابلہ میں چھوٹی چھوٹی جماعتیں نہ بھیجی جاتیں

جہادات

مُبارک کی پہلی لڑائی بیس الاول

دارالندوہ میں جو کیٹی آنحضرت ص کے برخلاف ہوئی تھی۔ اُس میں کسی شخص نے آنحضرت ص کو قید کرنے۔ کسی نے جلا وطن کرنے اور کسی نے قتل کرنے کی رائے دی تھی۔ اُن میں سے آنحضرت ص کو جلا وطن کرنے کی رائے اسی وجہ سے پدید نہیں کی گئی تھی۔ کہ آنحضرت ص جہاں جائیں گے خلق کو اپنی جادو بیانی سے مسح کر لیں گے۔ اُن کے تابعین اُن کے پیچھے جائیں گے۔ اور سب لکر پھر ہر پرورش کریں گے۔ اور جو بے انتہا تکالیف ہم اُن کو پہنچا چکے ہیں۔ ضرور اُن کا انتقام لیں گے۔ قوم کے فرعون یعنی الوجہل نے بھی یہی رائے دی تھی۔ کہ جب تک محمد کا وجود باقی ہے اُس سے امن میں

تقریبی دنوں بعد کہ نہ بن جا بس فہری مکہ کا ایک کافر موقع پا کر مدینہ کی چراگاہ سے اہل مدینہ کے اونٹ چھین لے گیا۔ جب آنحضرتؐ کو خبر پہونچی۔ آپ کو سخت افسوس ہوا اور آپ نے چاہہاں بدرتک اُن کا تعاقب کیا۔ مگر مخالف دور نکل گیا۔ اس لئے آپ واپس تشریف لائے۔

(جنگِ نخلہ) جب

مکہ والوں کا جو قافلہ شام کو گیا تھا۔ وہ غمگین آیا چاہتا تھا۔ اور اس لئے آنحضرتؐ کو بڑی فکر تھی کہ کفار مکہ پھر اُس قافلہ کی مدد کا بہانہ کر کے مدینہ پر طوفان نہ لائیں۔ اس لئے آپ نے پہلے تو سعد بن ابی وقاصؓ کو دشمنوں کے حالات دریافت کرنے کے لئے بھیجا۔ اور جب اُن کو دشمنوں کا کوئی پتہ نہ ملا۔ تو عبد اللہ بن جحشؓ کو دس بارہ آدمیوں سمیت دشمنوں کا پتہ سینے کے لئے روانہ کیا۔ عبد اللہ بن جحش جب مقامِ نخلہ تک پہونچے تو اونٹنی مکہ والوں کا قافلہ آ رہا تھا۔ کہ نہ بن جا بس فہری اس سے پیشتر اہل مدینہ کے اونٹ لوٹ لے گیا تھا۔ اور اس قافلہ کا صحیح سلامت مکہ میں پہونچ جانا مسلمانوں کی دشمنوں کی مزیت تھی اور فوری انتقام لینے کا موجب تھا۔ اس لئے حضرت عبد اللہؓ نے بھی اس قافلہ میں سے ایک آدمی کو مار ڈالا اور اُن کا سب مال و اسباب لوٹ لیا۔ باقی جماعت کو گرفتار کر لیا اور مال و اسباب سمیت مدینہ کا رخ کیا۔

مکہ والوں کی بد سلیکیوں اور دھاڑ مار کے مقابلہ میں جنگِ نخلہ والا معاملہ کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ مگر آنحضرتؐ نے عبد اللہ بن جحشؓ کی اس کارروائی کو بھی ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ اور سخت ناراض ہوئے۔ اور قیدیوں کو مال و اسباب سمیت واپس کر دیا۔ اور جو آدمی مارا گیا تھا اس کا خون بہا دیدیا۔

بدن کرکی و سری لڑائی

عظیم الشان معرکہ - حق اور باطل کا فیصلہ رمضان ۱۳۸۵ھ

حضرت عبداللہ بن جحش کی کارروائی پر جو رجیمانہ اور مصفاۃ فیصلہ آنحضرت ص نے کیا۔ وہ واقعی اس قابل تھا۔ کہ قریش کہہ پر اُسکا بڑا اثر ہوتا۔ اور وہ اس فیصلہ کی قدس کرتے اور سمجھ لیتے۔ کہ جب آپ سے آپ آنحضرت ص نے ہمارے مقتول کا خون بہا بھیج دیا۔ اسیروں اور مال و اسباب کو واپس کر دیا۔ تو آگے کو وہ اپنی طرف سے کب اقدام جنگ کرنے لگے ہیں مگر نہیں وہ توجوش میں بھسے ہوئے تھے۔ ان کے کینہ و اشتعال کی آگ آگے سے بڑھ کر بھڑک اُٹھی۔ اور وہ آنحضرت ص کی مخالفت و مقابلہ کئے بڑی خطرناک تیاریاں کرنے لگے۔

انہی دنوں میں کفار مکہ کا ایک اور قافلہ جس میں ۴۰ آدمی تھے مال تجارت بیچ کر شام سے واپس آئے والا تھا۔ اس قافلہ کا سردار ابوسفیان بن حرب تھا۔ اور اُس کے ساتھ بہت سا مال و اسباب تھا۔ کفار مکہ نے اُس وقت عام لوگوں کو خوب بھڑکایا۔ اور توجوش و اشتعال دلایا۔ کہ اگر جلد مدد کو نہ پہنچو گے۔ تو ہر مسلمان اس قافلہ کو کوٹ لیں گے۔ اگرچہ یہ بات فی الواقع صحیح نہ تھی۔ مگر اُس نے آگ پر تیل کا کام دیا۔ اور قریش نے فوراً قافلہ

کے بچانے کے بہادری ایک نبوت لشکر اکٹھا کر لیا جس میں ایک ہزار غوث اور جنگی سوار تھے
جنہیں سوکے پاس گھوڑی اور باقی کے پاس سواری اور ہر سواری کیلئے سات سواونٹ تھے
یہ سارا لشکر جرار مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے چل کھڑا ہوا *

آمد مدینہ میں بھی یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ قریش کھڑے کر فوج کے ساتھ تافلہ بہت بچانیکے بہانہ سے مدینہ
پر پرورش کر نیکا ادا کر رہے ہیں اور یہ بھی کہ انکا ایک تافلہ بہت سال واسطہ تجارت لئے ہوئے
شام سے مکہ کو بارہ ہی بہر بڑا ہی خطرناک اور نازک وقت تھا۔ پالیس آدمی تافلہ کفار کے مال و اسباب
سمیت اور ایک ہزار غوث اور جنگی سوار۔ اگر مدینہ کی دیواروں تک پہنچ جاتا تو انکا روکنا اور نفع کرنا ناممکن تھا
یہ لشکر جو اعراب سے مسلمانوں کے سپرد کر لیا گیا تھا۔ مسلمان غریبوں کو روکے ہوئے ہوئے بھی
تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا مدینہ کے جن لوگوں کو پناہ دی تھی اور جو انصار کہلاتے تھے۔ انکی تعداد بھی
بقابلہ مدینہ اور اسکے گرد و احاطہ کے بہت ہی کم تھی۔ منافقین کا الگ کھٹکا تھا۔ یہود و معاہدین کا
بھی کچھ متباہ نہیں تھا۔ پس جبکہ اہل مدینہ یہ حالت دیکھتے کہ ان لوہاروں کی دستبرد مدینہ پر کیا
آفت آئی ہے انہیں نے انکو گھیر لیا ہر نواں سب کی حالت بدل جاتی۔ اور قریش حملہ آور وکل دفع
کرنا غیر ممکن ہو جاتا۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ در اندیشی اور عاقبت بینی کی راہ سے ایسے موقع پر مدینہ میں
بیٹھا رہنا پسند نہ کیا اور آپکی پیروی کوئی مدینہ سے آگے بڑھ کر قریش مکہ کا مقابلہ کیا جائے۔ تاکہ
جو کچھ خدا کو کرنا منظور ہے وہ مدینہ سے باہر ہی ہو جائے۔ اور اپنے تحفظ اور غنیمت کے حلقہ۔ روکنے کے
لئے مدینہ سے باہر روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کی حالت اس وقت نہایت ذلیل اور متبدل تھی
کوئی سامان جنگ ان کے پاس نہیں تھا۔ صرف ۳۱۳ آدمی جن کے پاس
صرف دو گھوڑی اور ۷۰ اونٹ تھے۔ شوقاً علی اللہ اتنے بڑے عظیم الشان جمعیت کے
مقابلہ حملہ روکنے کے لئے چل کھڑے ہوئے۔ آنحضرت ص کے پاس جو اونٹ تھا۔
آپ حضرت علیؓ بن ابی طالبؓ کا بھائی تھا۔ آپ کا غلام باری ماری سے سوار ہوتے تھے *

اللہ تعالیٰ کا آنحضرت ص سے وعدہ نصرت تھا۔ قبل اس کے کہ آپ مدینہ سے

روانہ ہوں۔ ایک رباعی الہام کے موافق آپ نے اپنے جان نثار صحابہ رحمہ کو اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر شکست کر دیا ہے کہ دونو گروہوں میں سے ایک نہ ایک پر تم ضرور فتح و نصرت حاصل کرو گے۔ اکثر مسلمانوں کی یہ مرضی ہوئی کہ اُس قافلہ کے مقابل جس میں صرف ۴۰ آدمی ہیں۔ روانہ ہوں۔ تاکہ جلد اور بلا وقت فتح حاصل کر لیں۔ مگر ارادہ الہی یہ تھا کہ کفار کی سرے سے جھگڑی ہو جائے اور ہمیشہ کے لئے اُن کی جڑ بنیاد اکھڑے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ نصرت پورا ہو۔ اس لئے آنحضرت ص نے اس رائے کو پسند نہیں فرمایا۔ بلکہ آپ کی یہی رائے ہوئی کہ اُس عظیم الشان گروہ کے مقابل جو قافلہ کو بچانے کے بہانہ سے مدینہ پر حملہ کیا چاہتا ہے۔ روانہ ہوں۔ کئی مسلمان اس حکم کو منکر پڑے گھبرائے کا نمایاں قول الی الموت و ہم نبطون اور آنحضرت سے اس بارہ میں بحث کرنے لگے کہ کیوں نہ تھوڑے سے آدمیوں کے مقابل کوچ کر کے قافلہ کے مال و اسباب پر قبضہ کیا جائے۔ کفار کے لشکر جبار کے مقابل کوچ کر کے خواہ مخواہ موت کے منہ میں پڑنا کیا ضرور ہے؟ مگر آنحضرت ص نے اس رائے کو ہرگز نہیں مانا۔ اور کفاد کے عظیم الشان لشکر کے مقابل میں مدینہ سے روانہ ہوئے۔

ایک تھوڑی سی جماعت کے ساتھ جو دشمنوں کی فوج سے نہانی سے بھی کم تھی۔ آپ نے مدینہ سے مکہ کی طرف کوچ کیا۔ جب وادی خضران میں پہنچے تو وہاں قریش کی آمد کی خبر ملی۔ وہاں سے منزل بہ منزل چل کر آپ نے قریب بدر کے مقام کیا۔ یہاں سے آپ کو پتہ ملا کہ قریش مکہ کا لشکر یہاں بہت قریب پڑا ہے اور لڑنے مرنے کے لئے بالکل مستعد ہے۔

کفار کا وہ قافلہ جس کے بچاؤ کا بہانہ کر کے کفار قریش مکہ سے باہر نکلے تھے۔ وہ تو پہلے ہی سے سمندر کے کنارے کنارے صبح سلامت نکل گیا۔ مگر ابو جہل

لاستخرون ^۱ ولا تستقدمون کے موافق کفار کی ذلت - فضیحت - رسوائی اور ہلاکت کا دن آپہونچا۔ آنحضرت ﷺ نے خدا سے دعا مانگی کہ خداوند اس قلیل گروہ کو قتل نہ ہونے دے۔ یا امد اپنے وعدہ نصرت کو فراموش نہ کر۔ خداوند اگر یہہ فوج ہلاک ہو جائے گی۔ تو کوئی تیسری عبادت خالص کرنیوالا زمین پر باقی نہ رہے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہہ دعا قبول کی۔ ان ۳۱۳ بے سروسامان آدمیوں کو اپنی تائید خاص سے اُن ہزار جو شیعہ اور ساز و سامان والے آدمیوں پر فتح دی۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے ولقد نصرکم اللہ ببدرو انتم اذ لہ خدا نے تمکو بدر میں نصرت دی حالانکہ اس وقت تم بالکل ذلیل اور نالوان تھے۔ جنگ بدر کی کامیابی واقعی آنحضرتؐ کا ایک عظیم الشان معجزہ تھا اور کفار کی ہلاکت کا دن جیسا کہ سورہ انفال کے پڑھنے سے ظاہر ہے۔

اس لڑائی میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہی اور وہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ جو یحیاء ۱۴ باب ۱۳ میں آنحضرت ﷺ کی ہجرت اور بدر کی فتح اور قیدار کی ہزیمت کے بارے میں ہے کہ عرب کی بات الہامی کلام عرب کے صحابہ میں تم رات کو کاٹو گے۔ اے دوایتوں کے قافلہ! پانی لے کے پیا سے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو۔ روٹی لے کے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو! کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھینچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔ کیونکہ خداوند نے مجکویوں فرمایا ہے۔ منور ایک برس ہاں مزدور کے سے ٹھیک ایک برس قیدار کی ساری حشمت جاتی رہی اور تیر اندازوں کی جو باقی رہے۔ قیدار کے ہمارے لوگ گھٹ جائیں گے۔ کہ خداوند اسرائیل کے خدا سے یوں فرمایا ہے۔

اس لڑائی میں قیدار کے ۷۰ سو وار مارے گئے اور ۷۰ اسیر ہوئے اور

مگر آخر کار اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ عذاب کی میعاد بھی بتا دی۔ اور فرمایا کہ وہ نبوت کے ایک دن یعنی پورے سال بھر میں متحقق ہوگا۔ چنانچہ وہ الفاظ یہ ہیں ویقولون متی هذا الوعد ان کنتم صادقین قل لکم میعاد یدملا شتخرون عنہ ساعة ولا تنتقدمون اور کفار کہہتے ہیں وہ عذاب الہی کا وعدہ کب ہوگا۔ اگر سچے ہو تو تاریخ معین کرو۔ تو کہہ دے کہ تمہارے لئے ٹھیک ایک دن کی میعاد ہے جس سے گھڑی نہ آگے ہو گے نہ پیچھے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ بدمر کی لڑائی ہجرت کے ٹھیک ایک برس بعد وقوع میں آئی۔ یعنی ۵ جولائی ۳۱ھ کو آنحضرتؐ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے اور اسی کے بعد مدینہ میں قریش سے جنگ بدر ہوئی۔ اور اس بدر کی لڑائی کو اللہ تعالیٰ نے ایک آیت یعنی بڑا نشان ٹھہرایا۔ جو کامیابی اسلام کا گویا آغاز ہے۔ چنانچہ فرمایا قد کان لکم آئینہ فی فتنین التقتا فینکے تقاقل فی سبیل اللہ واخری کا فرقہ یں ونہم مثلہم راہی العین۔ واللہ یوید مبصرہ من یشاء ان فی ذالک لعبرۃ لا ولی الا بصار۔

جنگ بدر میں جناب سرور کا ینات علیہ السلام کے داہنے ہاتھ سے ایک عجیب کرشمہ خداوندی ظاہر ہوا جو لشکر کفار کی ہزیمت کا موجب ہوا۔ وہ یہ ہے کہ عین جنگ میں آپؐ نے ایک مٹھی کنکروں کی دشمنوں کی طرف پھینکی۔ کوئی شخص نہ ہوگا جس کی آنکھ میں اسکا اثر نہ پہنچا ہوگا۔ اس وقت وہ پیشین گوئی

اللہ یہ پیشین گوئی صرف آنحضرتؐ کے حق میں ہے۔ آپؐ تمام دنیا سے بڑے کر حسین تھے۔ چنانچہ دیکھو وہ گنیمت صاحب کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ میں نہ ہر آفتاب نہ ہر آفتاب ایسا ہی جان دیو پورٹ اور ڈاکٹر ویت گماہی اذکر کرتے ہیں۔ اور حضرت مسیحؑ کی بدصورت ہونے کا اقوال خود عیسائی کرتے ہیں۔ دیکھو اندرون بائبل صفحہ ۱۷۷۔ آپؐ کی امانت کا یہ حال کہ آپؐ کا نام ہی محمدؐ پر مشتمل تھا۔ آپؐ کی عدالت۔ صلح۔ اقبالہندی ساری دنیا پر ظاہر ہے۔ اور آپؐ کے ہاتھ نے جو کام دکھائی۔ وہ کہ

پوری ہوئی۔ جو ۴۵ زبور میں ہے کہ تو بنی آدم میں از حد حسین ہے۔ اے پہلوان توجاہ و جلال سے اپنی تلوار جمایل کر کے اپنی ران پر لٹکا۔

اور سچائی اور امانت اور صداقت کی واسطے اقبال مندی سے آگے بڑھ۔ اور
 قیمراد ہنایا تھ مجھے بیست ناک کام دکھا دیگا۔ جس وقت کفار مقتولین کی لاشیں
 ایک کنوئیں میں دفن کی گئیں۔ اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان مقتول کفار کی حیات
 حال سے خطاب کر کے ہمدردی کے جوش میں جو کلمات بیان فرمائے ان سے معلوم
 ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم اور اپنی اہل قربت کی ہمدردی کا کس قدر چا جوش
 تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر یہ کلمات فرمائے بئس عشیۃ البنی کنتم
 لبئسکم کذا بقولہ وصدقہ فی الناس و آخر جہنمی و آوائی الناس
 و قاتلہم فی و نصر فی الناس۔ قیدیوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا بایستہ سلوک
 کیا۔ جس کی تا حال کسی تاریخ میں نظیر نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو
 حکم فرمایا۔ کہ ان معیبت زموں کی عزت کرو۔ اور ان کے مال پر رحم کھاؤ۔ اسکی
 تعبیل ایسی ہوئی۔ کہ جن مسلمانوں کے سپرد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قیدیوں کو کیا تھا۔
 وہ اپنا خاص کھانا ان کو کھلاتے۔ اور لچند دانہ خربا پر قناعت کرتے تھے چنانچہ
 ان میں سے ایک قیدی کا قول ہے کہ خدا اہل مدینہ کو آباد رکھے انہوں نے
 بہکسو سواری پر چڑھایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چلے۔ بہکسو گیموں کی روٹی کھلائی۔ اور خود
 خربا پر قناعت کی۔ یہ سلوک دیکھ کر ان میں سے کئی شخصوں نے قسم کھائی۔ کہ
 اگر کاؤں بنی نعیمی اور بنی فریغہ کے یہودوں و عیسویوں کی روحوں سے پوچھے جائے سب کو نافی النار و اسفر
 کردیا۔ عہ تم اپنے بنی کے برے رشتہ دار ثابت ہوئے۔ تم نے میری تکذیب کی۔ اور
 لوگوں نے تصدیق کی۔ حالانکہ اول تصدیق تمہارا حق تھا۔ تم نے مجھے وطن سے نکالا۔ لوگوں نے
 جگہ دی۔ تم نے مجھ سے لڑائی کی۔ لوگوں نے مجھے ہمدردی۔

اب مسلمانوں سے کبھی جنگ نہ کریں گے۔ اس لئے وہ بھی رہا کر دیئے گئے۔ آنحضرت ص کے ارشاد کے موافق جو لوگ کسی قدر ذی علم تھے۔ وہ اس شرط پر رہا کر دیئے گئے۔ کہ اطفال مدینہ کو تعلیم دیں +

مال و اسباب جو کفار چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ سب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ مال غنیمت کے تقسیم کے بارے میں صحابہ کے درمیان اختلاف ہوا۔ کوئی اپنا حق زیادہ جتانے لگا۔ کوئی اپنی ملکیت ظاہر کرنے لگا۔ اس وقت تک مسلمانوں کے لئے مال غنیمت کی نسبت کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لئے لوگوں نے آنحضرت ص سے رجوع کیا۔ اسپر یہ حکم ملا۔ **قُلْ اَلْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ** غنیمت کے مال کسی کی خاص ملکیت نہیں۔ بلکہ خدا اور رسول کی ملکیت ہیں۔ خدا اور رسول کی ملکیت قرار دینے سے یہ مراد ہے کہ کوئی خاص شخص اسپر دعویٰ نہیں کر سکتا۔ بلکہ جس طرح پر خدا حکم دے گا۔ اسی طرح پر کیا جائیگا۔ چنانچہ حکم پہنچا۔ کہ **وَاَعْلَمُوا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَلِلّٰهِ خُمُسُهُ وَلِلرَّسُولِ** مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ خدا اور رسول کے لئے ہے۔ جو قرابت مندوں۔ اور غریبوں اور یتیموں اور مسافروں کے فائدہ کے لئے رہے گا۔ اور چار حصے ان لوگوں میں تقسیم کیا جائیگا۔ جو لڑتے تھے۔ یا لڑائی کے متعلق دنیا میں مصروف تھے +

لَهُ كَمَا اَخْبَلَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاَنْ كُنْتَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَ اَرْبَعُونَ - مال غنیمت کے بارے میں بھی ان لوگوں نے اختلاف کیا جس طرح مدینہ سے آنحضرت ص کے نکلنے کے وقت کہ بعض کی رائے تھی کہ مقابل کو چھ کوٹہ کی تھی اور لشکر کو بغیر مقابل نکلنے کو تیس کوٹہ تھے مگر خدا تعالیٰ نے آنحضرت ص کو لشکر کی مقابل نکالا۔ **لِيَقْضِيَ اللّٰهُ لَكُمْ كَانْ مَفْعُولًا** تاکہ جو امر اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کرنا چاہا ہو وہ اچانک ہی ہو لیا تاکہ من مہلک من مہلک عن بیتہ وھی من حبیبہ تاکہ جو وعدہ اللہ تعالیٰ کی لڑائی کے لئے کرنا چاہا ہو وہ اچانک ہی انجام کی غنیمت کے معلوم ہو سکے اور تمام محبت کے بدر زہر رہے۔

مسٹر جارج سبیل صاحب اپنے ترجمہ قرآن میں اس موقع پر لکھتے ہیں کہ یہ عجیب
 بات ہے کہ پیغمبر اسلام کے اصحاب میں بھی جنگ بدر کے مال غنیمت پر ویسی ہی نزاع
 ہوئی۔ جیسے حضرت داؤد کی فوج میں عمال فقہ کے مال غنیمت پر جھگڑا ہوا تھا۔ جو
 لوگ لڑائی میں شریک ہوئے تھے۔ انہوں نے یہی امر ار کیا کہ جو لوگ اپنے گھروں
 میں بیٹھے ہیں ان کو مال غنیمت میں کچھ حصہ نہ ملنا چاہیے اور دونوں صورتوں میں ہی
 فیصلہ کیا گیا۔ کہ وہ سب برابر تقسیم کر لیں۔ اور یہ فیصلہ آئندہ کے لئے قانون ہو گیا۔
 مگر مسٹر سبیل کا یہ تعجب بیجا ہے۔ کیونکہ حضرت داؤد کا فیصلہ حکم ربانی کے رو سے تھا اور
 ایسا ہی آنحضرتؐ م نے بھی جو فیصلہ فرمایا۔ وہ بھی خدا کی ہدایت سے تھا۔ اور اسی لئے
 ان واقعات میں مطابقت کوئی بھی تعجب کی بات نہیں ہے۔

غزوہ بنی قینقاع

یہود سے آنحضرتؐ کا یہ معاہدہ ہو چکا تھا۔ کہ وہ نہ تو آپؐ مسلمانوں سے لڑیں۔
 نہ مسلمانوں کے خلاف کسی کی مدد کریں۔ اور اگر مسلمانوں پر کوئی دشمن چڑھ کر تو ان کی
 طرف سے آل کے ساتھ لڑیں۔ بنی قینقاع یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا۔ معاہدہ
 کے موافق ان کو مسلمانوں کی عزت اور جان و مال کی حفاظت فرض تھی۔ مگر انہی
 میں سے کسی آدمی نے ایک مسلمان عورت سے ہنسی کی اور اس کا تہ بندا اس طرح
 سے اٹکا دیا۔ کہ اس کا ستر کھل گیا اور اس نزاع میں ایک یہودی اور ایک مسلمان
 قتل ہوا اور یہود نے معاہدہ کو بالکل بالائے طاق رکھ دیا۔

بدارتے واپس آنے کے بعد آنحضرتؐ نے یہ حالات سنے۔ تو یہود کو سمجھایا
 اور مجھد کئی پر شرم دلائی۔ مگر انہوں نے ٹہرے ٹہرے جواب دیا۔ کہ محمدؐ اپنی قوم کو شکست
 دے کر مغرور ہو گیا ہے۔ کہیں ہم سے پالا پڑے۔ تو اس سے دکھا دیں۔ کہ لڑنے والے

ایسے ہوتے ہیں +

جب نرمی سے سمجھانا کارگر نہ ہوا۔ تو آخر کار جنگ کی نوبت پہنچی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ انہوں نے تنگ آکر درخواست کی۔ کہ ہمارا سال مال و اسباب لے لیں۔ اور جان بخشی فرمائیں۔ آنحضرت م نے حفظ امن کی اُن سے ضمانت مانگی۔ جب کسی نے اُن کی ضمانت نہ دی۔ تو شام کی طرف جلا وطن کئے گئے

غزوہ بنی سلیم غزوہ بنی عطفان غزوہ انمار

بنی سلیم اور بنی عطفان اسلام کے سخت دشمن تھے۔ ایسا قریہ بنی انمار واقعہ نجد کے لوگ بھی اسلام کے خطرناک دشمن تھے۔ یہ سب لوگ مدینہ پر شیخون مارنا چاہتے تھے۔ اس لئے آنحضرت م خود حفاظتی کے لئے بنظر حفظ ماقدم نکلے مگر وہ لوگ منتشر اور تتر بتر ہو گئے اور آپ واپس تشریف لائے +

غطفانیوں کے حملہ میں ایک عجیب قصہ یاد رکھنے کے لائق ہے۔ جس سے اندازہ کی پیشین گوئی واللہ یعصمک من الناس (خدا تجھ کو قتل سے بچائے گا) کی عجیب حقیقت کھلتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس غزوہ میں ایک دن مینہ برسا۔ آپ م کے کپڑے جھیک گئے۔ آپ نے انار کر ایک درخت پر سکھانے کو لٹکا دیئے اور آپ اُس درخت کے سائے میں تن تنہا لیٹ گئے۔ غورث نامی ایک مشہور و معروف پہلوان نے آپ کو تنہا دیکھا۔ خوب موقع پایا۔ ناؤں بہاوری کے گھمنہ میں تلوار کینچے ہوئے سر پر آ پہنچا۔ اور پکار کر کہا۔ من یعصمک منی آج تجھے مجھ سے کون بچا سکتا ہے۔ آپ نے بڑی جلائی آواز سے فرمایا۔ کہ اللہ اس جلائی آواز نے اسپر ایسیا اثر کیا۔ کہ رعب زدہ ہو کر گر پڑا۔

اور تلوار اُس کے ہاتھ سے پھوٹ گئی۔ آنحضرتؐ مہنے اُسی بے دین کی تلوار ہاتھ میں لے کر لٹکایا کہ اب تو بتا مجھے کون بچا سکتا ہے؟ اُس نے کہا۔ افسوس! کوئی نہیں۔ آپؐ نے اُسے چھوڑ دیا۔ اور فرمایا میں رحم کرنے کے لئے آیا ہوں۔ قتل کرنے کے لئے نہیں۔ اس فوق العادہ رحم کو دیکھ کر اور اپنی عداوت کو سوچ کر وہ مسلمان ہو گیا۔ اور اپنی قوم کو بھی دعوت اسلام کر کے راہ حق پر لے آیا *

جنگِ اُحد

ستہ ہجری

ابو جہل کے مرنے کے بعد قریش کی سرداری ابوسفیان کے ہاتھ آئی۔ ابوسفیان مسلمانوں کا بڑا خطرناک دشمن تھا۔ چونکہ اُس کے قریبی بھی جنگ بدر میں مارے گئے تھے اس لئے اُس نے قسم کھائی تھی کہ میں مسلمانوں سے انتقام لئے بغیر خوشبو تک نہیں لگاؤں گا۔ نہ عورت کے پاس جاؤں گا۔ چنانچہ پہلی دفعہ مدینہ سے تین میل تک لشکر لے آیا اور دوسری دفعہ بہت سی قوموں کو جوش اور اشتعال دلا کر ۳۰ ہزار آدمی اکٹھے کر کے مدینہ پر چڑھ آیا۔ بدر کی شکست سے دنیا کھار کی نظروں میں اندھیر ہو رہی تھی اس لڑائی میں ان کے جوش و خروش کی کوئی حد نہ تھی *

اُدھر آنحضرتؐ بھی مدافعت کے لئے نکلتے۔ آپؐ کے ساتھ بمشکل ایک ہزار آدمی تھے اور منافقوں کے ہرکمانے سے ۳۰۰ اور چلے گئے۔ اور صرف ۷۰۰ رہ گئے اور اُحد پہاڑ پر لڑائی ہوئی *

اس لڑائی میں پہلے مسلمان ایسے زور اور جوش کے ساتھ لڑے کہ مخالف تتر بتر ہو گئے اور ابوسفیان خود بھاگ نکلا۔ مگر مسلمانوں نے جلدی کی اور وہ

بھاگے ہوئے دشمنوں کے اسباب سبھلنے میں مشغول ہو گئے۔ ایک گھاٹی پر جو آنحضرتؐ نے محافظ بھٹائے ہوئے تھے۔ امد حکم دے رکھا تھا کہ خواہ فتنہ ہو خواہ شکست تم نے اپنے مقام کو مت چھوڑنا۔ انہوں نے آنحضرتؐ کے حکم کا خیال نہ کر کے وہ بھی لوٹنے میں مشغول ہو گئے۔ کفار گھاٹی خالی پا کر اس مقام کی طرف سے پھر مسلمانوں پر آپڑے۔ اور معاملہ اُلٹ ہو گیا۔ اور مسلمانوں نے شکست پائی آنحضرتؐ تنہا اُس لڑائی میں کفار کا مقابلہ کرتے رہے اور آپؐ کے چار و انت ایک پتھر کے لگنے سے ٹوٹ گئے اور ستر زخم لگے۔ پیشانی مبارک بھی زخمی ہوئی اور ایک گڑھے میں گر گئے۔ ایک شیطان نے مشہور کر دیا کہ آنحضرتؐ مر شہید ہو گئے۔ مگر اللہ تعالیٰ آپؐ کا حافظ تھا۔ اُس نے وعدہ کیا ہوا تھا کہ واللہ یحصی من الناس فدا تجھے قتل و ہلاکت سے محفوظ رکھوں گا ایسے خطرناک موقع پر جس میں آپؐ کے قتل ہو جانے میں کچھ مشبہ نہیں رہا تھا اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی حفاظت کی اور اُس کے بعد غمغریب ہی نصرت الہی نے آپؐ کو ایسی کامیابی عطا فرمائی۔ کہ آپؐ نے بہت سی لڑائیاں فتح کیں۔ اور آخر کار مکہ اور مدینہ عرب بھی فتح کر لیا۔ اُس وقت وہ پیشین گوئی پوری ہوئی جو ۳۴ زبور ۳۴ میں ہے کہ انسان کے قدم خداوند ثابت رکھتا ہے اور اُس کی راہ کو درست رکھتا ہے۔ اگر وہ گر جاوے تو پڑا نہ رہے گا کہیں نہ خداوند اُس کا ہاتھ تھامتا ہے +

جنگ اُحد ختم ہو گئی۔ اہل مکہ واپس چلے گئے اور دوسرے سال بدر پر پھر جنگ کرنے کا وعدہ کر گئے۔ کفار نے اس لڑائی میں حصوں میں کو کس قدر اذیت پہنچائی۔ کس قدر تکلیف دی۔ ستر زخم آپؐ کے بدن مبارک پر آئے۔ دانت ٹوٹ گئے۔ پیشانی زخمی ہو گئی۔ مشرکین کی عورتوں نے شہیدوں کے ناک کان

کاٹ لئے۔ اور راور پہنچیاں بنا کر پہن لیں اور ہتھنہ زوجہ ابو سفیان نے
حضرت حمزہؓ کا جگر نکال کر انتوں سے چپایا۔ مگر اندر سے آپؐ کی شان رحمت کہ
آپؐ کی زبان سے کفار کے لئے کوئی کلمہ بدعا کا نہ نکلا۔ بلکہ فرمایا تو یہی فرمایا۔ کہ
اللهم اهد قومی فانہم لا یعلمون الہی میری قوم کو سوچہ دے کہ وہ جانتی نہیں
اور جہالت سے ایسا کر رہے ہیں

سفر حمراء الاسد

۳

جنگ اُحد سے واپس آنے کے دوسرے دن آنحضرتؐ نے اس خیال سے
کہ مبادا دشمن یہ سمجھ کر کہ اب مسلمان بالکل پس چکے۔ پھر مدینہ کا قصد کریں
انہیں لوگوں کے ساتھ جو جنگ اُحد میں شریک تھے۔ مدینہ سے نکل کر مقام
حمراء الاسد میں جو مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے قیام فرمایا۔ جب
اطینان ہو گیا۔ کہ قریش واپس چلے گئے ہیں۔ تو تین دن کے بعد مدینہ میں
واپس آ گئے۔

جو لوگ اس سفر میں آنحضرتؐ کے ساتھ شریک تھے۔ وہ اگرچہ زخموں
سے چور ہو رہے تھے۔ مگر اُن کی قوت ایمانی اور اطاعت حکم نبویؐ کی طرف
خیال کرو۔ کہ بلا تامل دوسرے ہی دن آنحضرتؐ کے ساتھ چل کھڑے ہوئے
جس سے ظاہر ہے۔ کہ وہ بزرگوار آنحضرتؐ کے احکام کی بجا آوری اور حاجت
دین حق کے لئے کس قدر شفیق تھے اور یہ کہ اس سے کوئی غرض دنیاوی اُن کو
مد نظر نہ تھی

واقعہ رجیع ۲

صفر ۳۳۵ھ

رجیع ایک چشمہ ہے جو حجاز کے کنارہ قوم ہذیل کے متعلق ہے۔ قوم عضل اور قوم قارہ کے چند آدمی آنحضرت ص کے پاس آئے اور کہا کہ ہم لوگوں میں اسلام پھیل گیا ہے۔ چند ایک آدمی اسلام سکھانے کے لئے ہمارے ساتھ کر دیتے۔ آپ نے چند آدمی ساتھ کر دیئے۔ جب چشمہ رجیع کے قریب پہنچے تو انہوں نے دغا بازی کی۔ اداؤں کو تلواریں سے گھیر لیا۔ انجام یہ ہوا کہ یہ چٹھوں آدمی مارے گئے اور ایک شخص کو ۴۰ دن برابر سولی پر لٹکائے رکھا +

واقعہ بیرمہ

صفر ۳۳۵ھ

عامر بن مالک ایک شخص نجد کا رہنے والا تھا۔ وہ اگرچہ مسلمان نہیں تھا۔ مگر اسلام کی اشاعت کا مزاحم بھی نہیں تھا۔ اس نے آنحضرت ص سے کہا کہ آپ چند ایک اسلام کے واعظ اور تلقین کرنے والے نجد کی طرف بھیج دیں۔ آپ نے ۴۰ قاری جو نہایت ہی عابد و زاہد تھے ساتھ کر دیئے۔ عامر کا ایک بھتیجا تھا۔ وہ اسلام کا سخت مخالف تھا۔ وہ ایک جمعیت کثیر لے کر ان لوگوں پر چڑھ آیا اور سب مسلمانوں کو پکڑ کر مار ڈالا۔ صرف ایک شخص مردوں میں پڑا ہوا بچ گیا۔ یہ واقعہ بڑا دردناک ہے۔ واقعہ رجیع اور واقعہ بیرمہ سے آنحضرت ص کو کمال رنج ہوا +

غزوہ بنی نضیر

ربیع الاول ۳۴ھ

معاهدہ کے موافق یہود بنی نضیر کا فرض تھا۔ کہ وہ جنگ اُحد میں مسلمانوں کا ساتھ دیتے۔ مگر ساتھ دینا کیسا۔ یہ لوگ مسلمانوں کی روز افزونی ترقی دیکھ کر اندر ہی اندر جھل رہے تھے۔ یہاں تک کہ جب آنحضرت ص ایک خاص مطلب کے لئے اُن کے محلہ میں تشریف لے گئے۔ تو انہوں نے آپ کو ایک مکان میں بیٹھایا۔ اور ایک ظالم نے کوٹھے پر سے ایک بھاری پتھر آپ کو مار ڈالنے کی غرض لڑھکا یا لگاؤ لفظ حقیقی ہے جس نے آپ کی نسبت پیشین گوئی فرمائی تھی کہ واللہ یحصی من الناس من یخونکم انہم آتوہم لگنے پر دُعاں سے فوراً اُٹھ آئے۔ اس طرح ان لوگوں نے آنحضرت ص پر عہد کی اور درحقیقت اُن کے سب عہد معاہدے دفع الوقتی کے واسطے ہوتے تھے جنکا موقعہ پر دربار ہی اُٹھنا ہر نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ اس وقت انہوں نے تمام معاہدوں کو بالائے طاق رکھ کر آپ کے مار ڈالنے کا ہی ارادہ کیا۔ اور آپ کی نسبت خطرناک حملہ کے ارتکاب کے مجرم ہوئے۔ اس لئے آپ نے اُن کو کھلا بھیجا کہ ۱۰ دن کے اندر یہاں سے نکل جاؤ۔ ورنہ تمہارا انجام اچھا نہ ہوگا +

یہود کو اپنے مضبوط قلعوں پر بہت بھروسہ تھا اور اُن کو ناقابل فتح سمجھے بیٹھے تھے۔ اسی وجہ سے وہ جنگ کے لئے مستعد ہوئے۔ مگر فدائی طاقت کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ آنحضرت ص نے اُن کا محاصرہ کیا۔ اور ٹھوڑے ہی عرصہ میں انہوں نے تنگ آکر صلح کی درخواست کی۔ وہ وحیم و کیم رسول اس وقت بھی صلح کے قبول کر لینے پر بالکل آمادہ تھا۔ مگر عبد اللہ بن ابی منافق نے اُن کو بھڑکایا اور اپنی امداد کا وعدہ دیا۔ جس پر وہ پھر تلعبندی کر کے جنگ شدید

کی دھاک ڈال دی۔ کہ لگے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے
 ہاتھوں مسمار کر دے۔ پس اسے آنکھوں والو داس واقعہ سے، عبرت پکڑو اور
 غضب الہی سے ڈرو، اور اگر خدا کی طرف سے اُن کے لئے جلا وطن ہو نا
 مقرر نہ ہوتا۔ تو خدا اُن کو دوسری طرح دینا میں مزا دیتا۔ اور آخرت میں تو اُن کے
 لئے عذاب و دوزخ ہے جی (۳) اُن کا ایسا حال اس لئے ہوا۔ کہ وہ خدا اور
 اُس کے رسول کے برخلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور جو خدا کے برخلاف اُٹھ
 کھڑا ہو۔ تو اللہ کا عذاب بھی بڑا سخت ہے (۴) مسلمانو اُن کے کج حوروں
 کے درخت جو تم نے کاٹ ڈالے۔ یا اُن کو جڑوں سمیت کھڑا رہنے دیا۔ تو یہ
 سب خدا ہی کے حکم سے تھا۔ اور خدا کو منظور تھا۔ کہ ان شریعوں اور اُفتالوں
 کو رسوا کرے (۵) اور جو کچھ مال اللہ تعالیٰ نے (اس جنگ میں) اپنے رسول
 کو مفت میں اُن سے دلوا دیا۔ مسلمانو! تم نے اُس کے لئے اپنے گھوڑوں
 اور اونٹوں سے کچھ تنگ و دو نہیں کی۔ مگر اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلط
 کر دے اور اللہ کو سب قدرت حاصل ہے (۶) اے بنی تو نے منافقوں کے حال
 پر نظر نہیں کی جو اپنے ہم مبشر بہائیوں کفار اہل کتاب سے کہا کرتے ہیں۔ کہ اگر تم
 نکالے جاؤ گے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہونگے۔ اور تمہارے بارے
 میں ہم کبھی کسی (یعنی مسلمانوں) کی ماننے ہی کے نہیں۔ اور اگر تم سے مسلمانوں
 سے لڑائی ہو گی۔ تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ بالکل
 جھوٹے ہیں، اگر اہل کتاب نکالے جائیں گے۔ تو یہ اُن کے ساتھ نہیں نکلیں گے۔
 اور اگر اہل کتاب سے اور مسلمانوں سے لڑائی ہو گی۔ تو منافق اہل کتاب کی
 مدد نہیں کریں گے اور اگر اُن کی مدد کریں گے بھی۔ تو ضرور دم و بار کھا گئے نظر
 آئیں گے۔ پھر کسی طرف سے اُن کو کمک بھی تو نہ پہونچے گی (۸) مسلمانو! تمہاری

انوار الاسلام

قیمت تمام دین کے رسالوں سے نہایت کم یعنی معجھول ڈاک صرف ایک روپیہ لائے
 سخت انداز کی بات ہو کہ ہندوستان میں آریہ اور عیسائی کی طرف سے کئی رسالے اور اخبار مختلف دار اور باجوار چھپتے ہیں جنہیں
 دنیا کے سوا حضرت محمد رسول اللہ کی نسبت استفادہ زبانیاں لے کجاتی اور گالیاں دی جاتی ہیں کہ ایک غیر تہذیبی مسلمان کا بدن
 تحقیر اٹھانے اور انھوں میں خون اُٹھاتا ہے۔ ان رسالوں میں کچھ ایسا درہم برہم ہوا ہے کہ کئی مسلمان ان کو پڑھ کر
 اسلام سے مشکاک اور مرتد ہو گئے ہیں۔ معند و مستان میں چھ کوڑ مسلمان موجود ہے۔ لیکن ان میں سے ایک اخبار یا رسالہ
 ان کی طرف سے باقاعدہ نہیں چھپتا۔ جو ان مخالفین کے دندان شکن جواب دیکر اہل اسلام کو دین کے گڑبے سے بچائے
 اور ان کا حوصلہ بڑھائے۔ کہتے ہیں کہ عیسائیوں کے مشن کا بہت سارے یہ ہسی ایک بات سے وصول ہو جاتا ہے۔ کہ ولایت کے
 عیسائیوں نے ایک وقت کی چاد میں بیٹھا ڈالنا چھوڑ دیا ہے۔ اسی ایک دفعہ کے بیٹھا چھوڑ دینے سے ہزاروں روپیہ روز
 جمع ہو جاتے ہیں جو وہ عیسائی مذہب اور عیسائی رسالوں کے شائع کرنے میں صرف کرتے ہیں۔
 اسلام جو خدا کی راہ ہے نہایت سہل ہے اس کے لئے مسلمانوں کو اتنی غیرت بھی نہیں ہونی چاہئے۔ ضرور ہونی چاہئے اسی
 غیرت نے ہمارے بزرگ اور ہم پر سالہا سال ہوا رکھنے پر مجبور ہوئے جس میں لڑا رشتہ دار وغیرہ عیسائی اخباروں
 اور آریہ گنٹ وغیرہ آریہ کے اخباروں اور مخالفین کے تمام اعتراضات کے مفصل جواب لکھا کریں۔ ہم ایک مسلمان کا فرض
 ہے کہ اس رسالہ کو منکارتے اور مطالعہ فرمائے۔ حجم صفحہ ۱۰۰ نہایت کم صرف عدد ۱۰ لائے۔

اردو لغات فیروزی

سہری جلد ۱۱ پو۔ ۳۰ صفحہ قریباً ۱۰۰ ہزار الفاظ کی ڈکشنری

قیمت محلہ صرف ۱۰

اگرہ انگریزی زبان کی ڈکشنری موجود ہیں جن میں صاحب کی ڈکشنری اور صاحب کی ڈکشنری لیکن سخت افسوس کی بات ہے کہ وہ
 زبان میں اردو زبان کی ایک الفاظ کی باقی نہیں جاتی۔ استفادہ فیروز پور کے ہندوستان کی کٹری سکولوں قانون و قانون فیروزی مستعمل
 اور کتب خانہ کے مالک اور کتب خانہ کے مالک بنائے ہیں۔ اردو لغات انگریزی ڈکشنریوں کی طرح پتیار کی گئی ہے جس میں زبان و
 سے کل الفاظ اصطلاحات حزب الاشال وحوالات۔ تاویذ الفاظ علمی مطلقا و غیر موجود ہیں۔ ڈکشنری اسکولوں سے
 جو بڑے بڑے سکولوں و سکولوں اور تمام شائقین کی ضروریات کی شکل ہے۔ کئی ڈکشنری گیشیاں اور مینو نپل گیشیاں
 اپنے اپنے حلقہ کے سکولوں کے لئے منگائی ہیں۔ مگر کئی سکول اور کئی مدرس کوئی قانون دان بغیر اس کے نہیں دیکھا
 جاتے۔ اس کتاب کی نسبت اعلیٰ علماء افسروں کی رائے ہو ہیں وصول ہوئی ہیں بلکہ ثانی میں کتاب ہر ایک کے ساتھ ہی
 طبع کر کے شائع کی جائیں گی۔

کل خط و کتابت بنام منیجر انوار الاسلام سیالکوٹ کے ہو۔

[illegible]

